اسلامی اخلاق کے اصول ومبادی

أصول الأخلاق الإسلامية

النسخة الأردية

تالیف:

ڈاکٹر خالد بن حامد الحازمی

سابق پروفیسر جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

اسلامی اخلاق
کے
اصول ومبادی

تالیف:

ڈاکٹر خالد بن حامد الحازمی
سابق پروفیسر جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

نبی اکرم ﷺ کی بعثت انبیاء کے ایک وقفہ کے بعد ہوئی، آپ ﷺ رحمۃ للعالمین تھے، اللہ تعالی نے آپ کے ذریعہ جہالت کی تاریکی اور عقیدہ کے انحراف کو دور فرمایا، اور آپ ﷺ کی بعثت کے ذریعہ ان اخلاقی برائیوں کو دور کیا جن سے جاہلیت کراہ رہی تھی، ان کے درمیان شراب، سود، جوا، کہانت، بدشگونی، فال نکالنا، کعبہ کا برہنہ طواف کرنا، قبائلی عصبیت، انتقام لینا، لڑکیوں کو شرم کے مارے زندہ درگور کردینا، فقر کے خوف سے اولاد کو قتل کرنا، بے پردگی، نسب پر فخر کرنا جیسی برائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔

اس دین میں داخل ہونے والوں کا مرتبہ اس دین قویم کے ذریعہ بلند ہوگیا، ہر معاملہ میں قیادت وسیادت ان کے ہاتھوں میں آئی تو اصحاب رسول ﷺ اعلی اخلاق، خصوصیات، صدق، عدل، امانت، محبت، وفاء، کرم، بہادری، اخلاص اور اللہ کے دین کی اتباع میں اعلی مقام تک پہنچ گئے، یہاں تک کہ ان کے سلسلہ میں آیتیں نازل ہوئیں جو قیامت تک تلاوت کی جاتی رہیں گی۔

اللہ تعالی ان کے اخلاق کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡۖ تَرَىٰهُمۡ رُكَّعٗا سُجَّدٗا يَبۡتَغُونَ فَضۡلٗا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضۡوَٰنٗاۖ سِيمَاهُمۡ فِي وُجُوهِهِم مِّنۡ أَثَرِ ٱلسُّجُودِۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِي ٱلتَّوۡرَىٰةِۚ وَمَثَلُهُمۡ فِي ٱلۡإِنجِيلِ كَزَرۡعٍ أَخۡرَجَ شَطۡـَٔهُۥ فَـَٔازَرَهُۥ فَٱسۡتَغۡلَظَ فَٱسۡتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِۦ يُعۡجِبُ ٱلزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ ٱلۡكُفَّارَۗ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ مِنۡهُم مَّغۡفِرَةٗ وَأَجۡرًا عَظِيمَۢا ٢٩﴾ [سورة الفتح: ٢٩].

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے لئے بڑے سخت ہیں، آپس میں بہت مہربان ہیں، آپ انہیں رکوع سجدہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، وہ لوگ اللہ کی رضا اور اس کے فضل کی جستجو میں رہتے ہیں، سجدوں کے اثر سے ان کی نشانی ان کی پیشانیوں پر عیاں ہوتی ہے، تورات میں ان کی یہی مثال بیان کی گئی ہے، اور انجیل میں بھی ان کی یہی مثال بیان کی گئی ہے، اس کھیتی کی مانند جس نے پہلے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے سہارا دیا تو وہ موئی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، وہ کھیت اب کاشتکاروں کو خوش کررہا ہے، تاکہ ان مسلمانوں کے

ذریعہ کافروں کو غضبناک بنائے، ان میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیا، ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

اللہ تعالی ان کے نفوس کی انانیت سے پاکیزگی، ترجیح دینے اور ایثار کو پسند کرنے کو بیان فرماتا ہے جو کہ اعلی اخلاق کے مرتبوں میں سے ہے۔

﴿وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلۡإِيمَٰنَ مِن قَبۡلِهِمۡ يُحِبُّونَ مَنۡ هَاجَرَ إِلَيۡهِمۡ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمۡ حَاجَةٗ مِّمَّآ أُوتُواْ وَيُؤۡثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ وَلَوۡ كَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٞۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفۡسِهِۦ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ٩﴾ [سورة الحشر: ٩].

ترجمہ: اور وہ مال ان لوگوں کے لئے ہے جو مہاجرین مکہ کی آمد سے پہلے ہی مدینہ میں مقیم تھے، اور ایمان لا چکے تھے، وہ لوگ جو مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، اور ان مہاجرین کو جو مال غنیمت دیا گیا ہے، اس کے لئے وہ اپنے دلوں میں تنگی اور حسد نہیں محسوس کرتے ہیں، اور انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں اور جو لوگ اپنے نفس کی تنگی سے بچالئے جائیں وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

اور اللہ تعالی ان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿۞ لَّقَدۡ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ يُبَايِعُونَكَ تَحۡتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمۡ فَأَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ عَلَيۡهِمۡ وَأَثَٰبَهُمۡ فَتۡحٗا قَرِيبٗا ١٨﴾ [سورة الفتح: ١٨].

ترجمہ: یقینا اللہ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، پس وہ جان گیا اس اخلاص کو جو ان کے دلوں میں تھا، اس لئے ان پر سکون واطمنان نازل کیا اور بطور جزا ایک قریبی فتح سے نوازا۔

اور صحابہ کرام اپنے اخلاق میں کس درجہ تک پہنچ گئے تھے اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ہر چند کہ گناہگار کو اللہ کے سوا کوئی نہیں دیکھتا، پھر بھی ایک صحابی اپنے گناہ کی شدت کا احساس کر کے آتا ہے، اور کہتا ہے: یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، اور دوسری عورت کہتی ہے: یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، مجھے پاک کر دیجئے اور ایک تیسرا شخص کہتا ہے یا رسول اللہ میں نے چوری کی ہے۔

اس دینی اہتمام کے ذریعہ وہ پوری دنیا پر چھا گئے، ایسے ملکوں کو فتح کر لیا جنہیں وہ جانتے بھی نہ تھے، ایسے بادشاہوں کو جھکا دیا جن سے وہ ڈر کر رہتے تھے، تو ان کا علَم اس دینی اہتمام کے ذریعہ بلند ہو گیا۔

جب انحراف اسلامی سوسائٹی میں داخل ہو گیا، اخلاقی برائیاں پھیل گئیں، ان کے اندر کمزوری اور بزدلی آگئی، بے پردگی، سود، شراب نوشی، نشہ آوری اور دیگر بری عادات اور برائیاں پھیل گئیں، تو امت کمزور ہو گئی، اور قومیں ان پر ٹوٹ پڑیں، ان کی زمینوں پر سامراج قابض ہو گیا، ان کے تعلقات کمزور ہو گئے، اس لئے کہ انہوں نے اپنے رب کے دین سے انحراف کیا۔

اخلاقی انحرافات کے فرد پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، جو امت کی دینی بنیاد، معاشی ڈھانچہ، فوجی قوت، اور سماجی ربط اور اس کی صحت اور نفس کی طاقت تک پھیل جاتے ہیں، جس کی تفصیل اللہ تعالی کی توفیق سے اس کتاب میں بیان کی جائے گی اور اس کتاب میں ہم رب کی توفیق اور فضل سے، اخلاقی انحرافات اور تربیتی رہنماؤں کو بھی بیان کریں گے اور ان تربیتی ذمہ داریوں کو ذکر کریں گے جو سوسائٹی، افراد، حکومت اور دیگر متعلق اداروں پر عائد ہوتی ہیں۔

پہلا باب
اخلاقی برائیاں: تعریف وتعارف اور اصول ومبادی

پہلا مبحث: اخلاقی برائیوں کی تعریف

اخلاق، انسان کی ان اچھی یا بری صفات کا نام ہے جن کے ذریعے وہ دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے [۱]۔
انسان کی ظاہری شکل وشباہت کی تخلیق کے قائم مقام، اس کے اندرونی ڈھانچے کو اخلاق کہتے ہیں، جو دراصل اس کی ذات سے عبارت ہے، جس کے خاص اوصاف وکردار ہوتے ہیں جو اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی [۲] ۔یعنی یہ اخلاق انسان کے ہر اچھے یا برے صف کا نام ہے، جو اس کی ظاہری خلقت کی مانند باطن کا آئینہ دار ہے۔

چنانچہ اخلاقی برائی کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ: "کردار وعمل پر مشتمل ہر بری صفت خواہ وہ قولی ہو، عملی یا اعتقادی، اخلاقی برائی ہے"۔

بعض اخلاقی برائیوں کا صدور اعضائے بدن جیسے ہاتھ، کان اور آنکھ وغیرہ سے ہوتا ہے اور بعض برائیاں زبان یا انگلی کی حرکت سے سرزد ہوتی ہیں، جب کہ کچھ برائیوں کا تعلق اعتقاد قلب سے ہوتا ہے، مثلا کوئی شخص شریعت کے کسی حکم کو ناپسند کرے، کسی شرعی معاملہ کے خاتمہ، بے حیائی کے چلن یا فساد وبگاڑ کے رواج کی تمنا کرے یا اس کے دل میں کسی صحابیِ رسول ﷺ کے تئیں کینہ کپٹ موجود ہو یا پھر یہ رکھے کہ اللہ سبحانہ کے علاوہ بھی کوئی ایسا ہے، جو نفع ونقصان کا مالک ہے۔

---

(۱) فتح الباری، ابن حجر:۱۰/۴۵۶

(۲) الآداب الشرعیۃ، ابن مفلح:۲/۲۰۵

دوسرا مبحث :

اخلاقی برائیوں کے اصول ومبادی

برے اخلاق کے اصول کی تعیین میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ان اصولوں کی بنیاد چار چیزوں پر قائم ہے:

جہالت، ظلم، خواہشات نفسانی اور غصہ (1) ۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا ماننا ہے کہ اخلاقی برائیوں کے اصول –جن سے ہر بری خصلات مرکب ہے– چار ہیں اور یہ ہیں: ظلم، جہالت، بزدلی اور بخیلی (2) ۔

غور وفکر سے کام لینے والے کے سامنے عیاں ہے کہ وہ بنیادی امور جن سے اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں وہ نادانی، خواہشات نفسانی اور غصہ ہیں۔ تمام تر اخلاقی بے راہ روی کی پیچھے جہالت اور نادانی کار فرما رہتی ہے۔ چنانچہ جاہل شخص اپنی جہالت کے باعث بد صورت کو خوب صورت، خوب صورت کو بد صورت، کمال کو نقص اور نقص کو کمال سمجھتا ہے (3) ۔ رہی بات خواہشات نفسانی کی جسے ہم طلبی قوت کے نام سے جانتے ہیں تو اس سے طلبی گناہ سرزد ہوتے ہیں، جیسے: بدکاری، دھوکہ دھڑری اور گھمنڈ وتکبر وغیرہ۔ جب کہ غصہ جسے دفاعی طاقت کہا جاتا ہے، اس سے دفاعی گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے، مثلا: مار دھاڑ، قتل وغارت گری، لعن وطعن اور ظلم وستم وغیرہ۔ امام لیث رحمۃ اللہ علیہ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ: خواہش نفس اور غصہ گناہوں کی جڑ اور بنیاد ہیں (4) ۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے"

ا– جہالت: یہ علم کی ضد ہے، یعنی بلا جانکاری کے کوئی کام انجام دینا جہالت ہے (5) ۔ جہالت، فائدے اور نقصان کی جانکاری نہ ہونے تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کے دائرے میں علم کے مطابق عمل نہ کرنا بھی شامل ہے اور یہ بھی جہالت کی ایک کڑی ہے، کیوں کہ بعض انبیاء کی قوموں کو جاہلوں کی صف میں کھڑا کیا گیا اور وجہ صرف یہ تھی

)1 (مدارج السالکین: ۲/ ۳۲۱

)2 (الاخلاق والسرۃ: ۵۹۰

)3 (مدارج السالکین: ۲/ ۳۲۱

)4 (الایمان، ابن تیمیۃ: ۲۹

)5 (لسان العرب، ابن منظور: ۱۱/ ۱۲۹–۱۳۰

کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی تصدیق تو کی جب ان کے کے پاس دعوت پہنچی اور اس کے بارے میں علم ہوا، مگر اس کے بعد چوں کہ انہوں نے دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا جیسا کہ باری تعالی کے قول میں وادر ہے: ﴿وَيَٰقَوۡمِ لَآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مَالًاۖ إِنۡ أَجۡرِيَ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِۚ وَمَآ أَنَا۠ بِطَارِدِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْۚ إِنَّهُم مُّلَٰقُواْ رَبِّهِمۡ وَلَٰكِنِّيٓ أَرَىٰكُمۡ قَوۡمٗا تَجۡهَلُونَ ٢٩﴾ [سورۃ ھود:۲۹].

ترجمہ: میری قوم والو! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا ثواب تو صرف اللہ تعالی کے ہاں ہے، نہ میں ایمان داروں کو اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں، انہیں اپنے رب سے ملنا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کر رہے ہو۔

اسی طرح سیدنا لوط علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہوئے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿أَئِنَّكُمۡ لَتَأۡتُونَ ٱلرِّجَالَ شَهۡوَةٗ مِّن دُونِ ٱلنِّسَآءِۚ بَلۡ أَنتُمۡ قَوۡمٞ تَجۡهَلُونَ ٥٥﴾ [سورۃ النمل:۵۵].

ترجمہ: یہ کیا بات ہے کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو؟ حق یہ ہے کہ تم بڑی ہی نادانی کر رہے ہو۔

معلوم ہوا کہ ان اقوام کے حق قبول نہ کرنے، اسے ٹھکرا دینے اور ناپسندیدہ اخلاق کی پیروی نے انہیں اس بد ترین وصف یعنی جہالت کے دائرے میں لا کھڑا کر دیا۔ جہالت، عملی بے راہ روی کا ایک اہم سبب ہے، اس لئے کہ جاہل شخص حسن اخلاق کی عظمت اور فضیلت کو اپنے اوپر گراں سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے اور ان گھٹیا کاموں میں لذت محسوس کرتا ہے، جن کا انجام تکلیف اور افسوس کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور وہ ایسا اس لئے کرتا ہے کہ وہ ان امور کو آسان اور ہلکا سمجھتا ہے اور چوں کہ شیطان اس کے سامنے انہیں بنا سنوار کر پیش کرتا ہے۔

چنانچہ جو شخص جاہل ہوتا ہے، وہ اپنی آسانی کے لئے آسان امر کو آسان خیال کرتا ہے اور اگرچہ اس میں ہلاکت وتباہی کا سامان موجود ہو اور گراں شیئ کو اپنے اوپر گراں تصور کرتا ہے اور اگرچہ اس میں اس کی دنیاوی واخروی فلاح وبہبود کا راز ہی کیوں نہ مضمر ہو۔ اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ جو لوگ اپنی طبیعت کی آسودگی کی خاطر بدکاری کو معمولی تصور کرتے ہیں، اپنے غصے کی آگ بجھانے کے لئے مومن کی جان لے لیتے ہیں اور مغربی تہذیب وتمدن کی رو میں بہ جاتے ہیں، تو ایسے ہی لوگوں کی پیروی کی جارہی ہے اور انہیں ہی رول ماڈل تصور کیا جارہا ہے اور

اس بات پر بالکل دھیان نہیں دیا جارہا کہ وہ کس قدر اخلاقی، سماجی اور معاشرتی پستی کے شکار ہیں اور اس کا انجام کیا ہونے والا ہے ؟!

چنانچہ ہے طرح کی علمی بے راہ روی کے خاتمہ کے لئے شرعی علم سے بہتر کوئی اور وسیلہ نہیں ہو سکتا، اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمدہ اخلاق اپنانے میں علم کا بہت بڑا کردار ہے، وہ اس طور پر کہ بندہ حسن اخلاق کو جانتا ہے، پھر اسے کردار و عمل میں لاتا ہے، اسی طرح بری خصلتوں کی قباحت سے آگاہی حاصل کرتا ہے، پھر ان سے دوری اختیار کرتا ہے۔ اچھی تعریف سنتا ہے اور اس کی طرح دوسرے امر کی دل میں رغبت پیدا کرتا ہے اور بری تعریف سنتا ہے تو اس سے دور بھاگتا ہے، مذکورہ باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ عمدہ خصلت میں علم اور بری خصلت میں جہالت کا کردار ہوتا ہے [1] ۔

۲- طلبی طاقت: طلبی طاقت سے مقصود پر کشش طاقت ہے، جو شہوت اور خواہش نفس سے عبارت ہے۔

خواہش نفس: یہ گھٹیا حرکتوں کی جڑ ہے۔ یہ خیر کی راہ میں رکاوٹ اور عقل کی دشمن ہے، کیوں کہ یہ اخلاق برائی کو جنم دیتی ہے، فحاشی کو پروان چڑھاتی ہے، مروت کی چادر کو تار تار کرتی ہے اور شر کی راہ ہموار کرتی ہے [2] ۔ غرض یہ کہ خواہش نفس، انسان کو گھٹیا حرکات کی کھائی تک پہنچاتی ہے، بلکہ اسے ہلاکت اور موت کے دہانے پے لا کھڑا کر دیتی ہے، اس لئے کہ خواہش نفس، جیسا کہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: انجام سے بے خبر بنا کر موجودہ لذت کی دعوت دیتی ہے اور شہوات کی فوری تکمیل پر ابھارتی ہے، اگرچہ یہ دنیا میں غم وتکلیف اور آخرت میں آسائشوں سے محرومی کا سبب ہی کیوں نہ بنے [3] ۔ واضح رہے کہ جو ہوس کے نرغے میں نہیں پھنستا، وہ خود کو اس لذت سے بچالیتا ہے جس کے پیچھے صرف درد چھپا ہوتا ہے اور وہ اس شہوت سے محفوظ ہو جاتا ہے جس کے بعد کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ اور باقی نہیں رہتا۔

اللہ تعالی نے خواہش نفس کی پیروی کی مذمت بیان فرمائی اور ان لوگوں کی تعریف کی جنہوں نے خود کو اس سے دور رکھا۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ وَنَهَى ٱلنَّفْسَ عَنِ ٱلْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ ٱلْجَنَّةَ هِيَ ٱلْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾﴾ [سورۃ النازعات: ۴۰-۴۱].

---

(۱) (الاخلاق والسیرۃ: ۱۵)

(۲) (ادب الدنیا والدین، ماوردی: ۱۹)

(۳) (ذم الھوی: ۱۸)

ترجمہ: ہاں! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہے گا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہو گا۔ تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔

اور فرمایا: ﴿يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِي ٱلْأَرْضِ فَٱحْكُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا نَسُوا۟ يَوْمَ ٱلْحِسَابِ ﴿٢٦﴾﴾ [سورۃ ص:٢٦].

ترجمہ: اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا، تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، اس لئے انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

اور فرمایا: ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُۥ عَن ذِكْرِنَا وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ وَكَانَ أَمْرُهُۥ فُرُطًا ﴿٢٨﴾﴾ [سورۃ الکھف:٢٨].

ترجمہ: دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے ۔

نیز فرمایا: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ ٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥٠﴾﴾ [سورۃ القصص:٥٠].

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے، بے شک اللہ تعالی ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

باری کون ومکاں نے نفسانی خواہش سے روکتے ہوئے اور عدل قائم نہ کرپانے میں اس کے اثر کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُوا۟ ۚ﴾ [سورۃ النساء:١٣٥].

ترجمہ: اس لئے تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا۔

یعنی خواہش نفس، تعصب اور لوگوں کے تئیں دل میں موجود نفرت تمہیں اپنے معاملات میں عدل سے نہ روکے۔ بلکہ ہر حال میں عدل قائم کرو[1] ۔ یہ اللہ تعالی کی جانب سے ہوس پرستی سے ممانعت اور تنبیہ ہے، اس لئے کہ یہ ظلم اور ناانصافی ہے۔

---

[1] (تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر: ١/٥٧٨

انصاف، اخلاقی اقدار کی بنیاد ہے، تو ناانصافی گھٹیا اعمال کی، چنانچہ جو شخص لوگوں کے حقوق میں کمی کرتا ہے، وہ ان کے ساتھ انصاف نہیں کرتا، جو ناپ تول میں کمی کرتا ہے، وہ انصاف نہیں کرتا۔ جو دوسرے کی بیٹیوں کی عصمت دری کرتا ہے، وہ ان کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ اسی طرح لوگوں کے ساتھ جو جھوٹ بولتا ہے، وہ ان تک سچ نہ پہنچا کر ان کے ساتھ ناانصافی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تعریف کی ہے جنہوں نے خواہش نفس کی مخالفت کی اور بطور بدلہ ان کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا:﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ وَنَهَى ٱلنَّفْسَ عَنِ ٱلْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ ٱلْجَنَّةَ هِيَ ٱلْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾﴾ [سورة النازعات:۴۰-۴۱].

ترجمہ: ہاں! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہے گا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہو گا۔ تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔

نفس کو خواہش نفس سے روکنا، عمدہ اخلاق کا ایک رکن اور ستون ہے۔

۳- دفاعی طاقت:

دفاعی قوت سے مقصود غصہ والی طاقت ہے، جس سے دفاعی گناہ کا صدور ہوتا ہے۔ "غصہ: خون جگر کے جوش اور ابال کا نام ہے، خواہ وہ کسی تکلیف دہ چیز سے بچاؤ کی حالت میں آئے یا کسی سے بدلہ لیتے وقت"[1]۔

غصہ، انسانی طبیعت میں ودیعت کردہ وصف ہے، اگر یہ نہ رہا تو احساس زیاں جاتا رہے گا، اسے دینی حمیت اور اخلاقی غیرت پر انگیختہ نہ کر پائے گی۔ اس کی بہادری کا جنازہ اٹھ جائے گا اور پھر وہ بزدل بن جائے گا۔ معلوم ہوا کہ یہ غصہ دو دھاری ہتھیار ہے۔ امام ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: غصہ ایک حد ہے، یہ اپنی حد میں قابل تعریف بہادری اور اوچھی حرکتوں اور خامیوں سے دوری کا سبب ہے اور یہ اس کا کمال ہے، لیکن جب وہ اس حد سے آگے بڑھ جائے تو سامنے والے پر ظلم وزیادتی کرتا ہے اور اگر اس سے پیچھے رہ جائے تو بزدل بن جاتا ہے اور برے اخلاق سے اجتناب بھی نہیں کر پاتا"[2]۔

)۱ (جامع العلوم والحکم، ابن رجب الحنبلی:۱۳۸

)۲ (الفوئد، ابن القیم:۱۵۴

لیکن یہ غصہ والی طاقت برے اخلاق کی بنیاد اس وقت بن جاتی ہے جب انسان اس کے مقررہ حدود سے آگے نکل جاتا ہے، چنانچہ غصہ کی حالت میں اس کی رگیں پھولنے لگتی ہیں، وہ گرجنے اور برسنے لگتا ہے، اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ پاتا، بدزبانی ہونے لگتی ہے، ہاتھ غلط جگہ تک پہنچتا ہے، وہ اپنے فیصلے میں ظلم کا شکار ہو جاتا ہے، ایسی ایسی باتیں کرنے لگتا ہے جو وہ خود نہیں سمجھتا اور نہ ہی ہوش و حواس کی حالت میں ان باتوں کو اپنی زبان سے ادا کرنا گوارا کرتا، اسی طرح اس قسم کے کام انجام دے جاتا جن پر وہ بعد میں ندامت و شرمندگی کا اظہار کرتا ہے، غرض کہ یہ غصہ، قتل وغارت گری، گالی گوج، لعن طعن، مار دھاڑ، اور ہر طرح کے برے قول وعمل کی جڑ ہے۔

"غصہ وہ طاقت ہے جو انسان کو تکبر، کینہ، حسد، سرکشی اور بے وقوفی پر آمادہ کرتی ہے"[۱] ۔ اور ان تمام صفات کا شمار اخلاقی برائیوں میں ہوتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک صحابی رسول ﷺ نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ مجھے وصیت فرمائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم غصہ مت کرو! اس صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی بات کئی بار دہرائی، مگر آپ ﷺ نے یہی جواب دیا: "تم غصہ مت کرو!"[۲] ۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: "بہادر وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، حقیقی بہادر تو وہ ہے جو غصہ کے وقت خود پر قابو رکھ لے"[۳] ۔ اور علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "غصہ سے آگ بگولہ ہونے کے بجائے اپنے آپ کو سنجیدہ بنائے رکھنا ہی اصل بردباری ہے"[۴] ۔

)۱ (مدارج السالکین، ابن القیم: ۲/ ۳۲۲

)۲ (صحیح بخاری: حدیث نمبر: ۴۱۱۴

)۳ (صحیح بخاری: حدث نمبر: ۴۱۱۴

)۴ (ادب الدنیاوالدین: ۲۵۲

تیسرا مبحث: اخلاقی برائیوں کے ضابطے

"کسی شے کو پابند طوق بنانے یا مخصوص دائرے میں قید کر دینے کو ضابطہ یا اصول کہا جاتا ہے"[1] ۔ اخلاقی برائیوں کے اصول سے مراد غلط رویے کی حد بندیاں ہیں۔ چنانچہ انسان جب اپنے اخلاق میں ان اصول کو بالکلیہ یا ان میں سے بعض کو درکنار کر دیتا ہے تو پھر وہ جادہ حق سے دور ہو جاتا ہے، اگر چہ بظاہر اچھے کردار و عمل کا مالک ہو۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اصول کی روشنی میں بات اور واضح ہو جائے گی۔

۱۔ منہجی اصول:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اخلاقی رویے کتاب وسنت کے منہج کے موافق ہو۔ اخلاق کے باب میں بنیادی اصول یہ ہے کہ وہی اخلاق قابل قبول ہوں گے جن پر اسلامی تعلیمات کی مہر ثبت ہو۔ جب کہ برے اخلاق کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ حسن اخلاق سے روگردانی کی جائے اوراخلاق سیئہ کو اختیار کیا جائے۔ یعنی اخلاق فاضلہ کے برعکس اخلاق اختیار کرنا یاان میں کمی بیشی کرنا برا اخلاق کہلاتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل درج ذیل ہے:

- اخلاق عالیہ کے برعکس اخلاق اختیار کرنا۔ مختصراً یہ سمجھیں کہ دوسرے کو خود سے محفوظ رکھنے کے بجائے تکلیف پہنچائی جائے، سخاوت کے بجائے بخالت اور قساوت کا مظاہرہ کیا جائے۔ بردباری کے بجائے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے اور خندہ پیشانی سے ملنے کے بجائے ترش روئی کا مظاہرہ کیا جائے۔ اسے اور واضح الفاظ میں یوں سمجھیں کہ سچ کی جگہ جھوٹ، امانت کی جگہ خیانت، احسان کی جگہ نافرمانی، صبر کی جگہ جزع فزع اور پاک دامنی کی جگہ بدکاری اختیار کی جائے۔
- اخلاق حسنہ میں حد سے تجاوز کر جانا، اس میں کوتاہی برتنا، یہ بھی اسے برے اخلاق کے زمرے میں داخل کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، مہمان نوازی۔ اگر کوئی اس میں حد پار کر جائے اور اسراف سے کام لے تو یہ نا پسندیدہ عمل ہے، اس کے برعکس اگر کوئی مہمان نوازی کی حد سے نیچے ہی رہ جائے اور اس میں کوتاہی کا مظاہرہ کرے تو یہ اس کی بخالت سمجھی جائے گی۔ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "چوں کہ اخلاق حسنہ کے

---

۱) (من اهداف التربية الاسلامية، خالد الحازمی: ۴۲

حدود متعین اور مقامات خاص ہیں، اس لئے اگر کوئی حد سے تجاوز کرے تو اسے باعث ذلت اور اگر کوئی اس کے مقامات سے روگردانی کرے تو اسے باعث ملامت سمجھا جائے گا"[1] ۔

منہجی اصول کا خلاصہ یہ ہے کہ مصطفی ﷺ کے منہج اور نقش پا کی بے کم وکاست تابعداری کی جائے گی، کیوں کہ آپ ﷺ نے کسی اخلاق میں کوئی کمی نہیں چھوڑی بلکہ آپ ﷺ نے مکارم اخلاق کا اعلی ترین نمونہ پیش فرمایاہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو کمال وصف سے متصف فرمایا، فرمایا: ﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝٤ ﴾ [سورۃ القلم:۴].

ترجمہ: اور بے شک تو بہت بڑے عمدہ اخلاق پر ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی نے نبی ﷺ کے منہج اور بتلائے ہوئے راستہ کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ۝٧ ﴾ [سورۃ الحشر:۷].

:ترجمہ: اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔ اللہ تعالی سے ڈرتے رہا کرو، یقینا اللہ تعالی سخت عذاب والا ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے منہج کی لازمی طور پر اتباع کرنے کے بارے میں فرمایا: جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہماری شریعت کی مہر ثبت نہ ہو تو وہ کام قابل رد ہے[2] ۔ نیز فرمایا: "جس نے ہماری شریعت میں کوئی ایسا نیا کام داخل کیا جس کی اصل موجود نہیں تو وہ قابل رد ہے"[3] ۔

۲-اخلاقی اصول:

کوئی عمل بظاہر مصطفی ﷺ کے مطابق ہو اور وہ اخلاقی برائیوں کے دائرے سے دور بھی ہو، مگر اس کے قابل قبول ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے انجام دینے کے پیچھے سبب صرف طاعت الہی ہو اور نیت میں اخلاص ہو۔ اس کے پیچھے وہ اسباب کارفرمانہ ہوں جو اسے اخلاقی برائیوں کے زمرے میں داخل کردے، کیوں کہ انسان بسا اوقات بلند کرداری کا مظاہرہ کرتا تو ہے، مگر اس مقصد کے ساتھ یہ کہا جائے: فلاں شخص مجاہد ہے، فلاں عالم ہے، فلاں نیک سیرت ہے، چنانچہ یہ عمل بے کار ہو جاتا ہے اور اس کا شمار اخلاقی برائیوں میں ہونے لگتا ہے۔ آپ

)۱(ادب الدنیا والدین:۱۴۳

)۲(صحیح مسلم:۳/۱۳۴۳-۱۳۴۴، حدیث نمبر:۱۷-۱۷۱۸

)۳(صحیح بخاری: حدیث نمبر:۲۶۹۷، ۲/۲۶۷، صحیح مسلم:۳/۱۳۴۳، حدیث نمبر:۱۷-۱۷۱۸

ﷺ نے فرمایا: "بروز قیامت سب سے پہلے جس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا وہ ایسا شخص ہو گا جسے شہادت نصیب ہوئی ہو گی، اسے لایا جائے گا اور پھر اللہ تعالی اسے اپنی نعمتوں کی پہنچان کرائے گا، تو وہ ان کا اعتراف کرے گا، اللہ تعالی پوچھے گا: پھر تم نے ان کے اعتراف میں کون سا عمل کیا ہے؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالی فرمائے گا: تونے جھوٹ کہا، تونے جہاد اس نیت سے کیا تھا کہ بہاد کہلائے، تو یہ کہا جاچکا، پھر اس شخص کے بارے میں فیصلہ سنایا جائے گا اور چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ایک وہ شخص ہو گا جس نے علم حاصل کیا ہو، تعلیم دی ہو، اور قرآن پڑھا ہو، اسے لایا جائے گا اور اللہ تعالی اسے اپنی نعمتوں کا اعتراف کرائے گا تو وہ اعتراف کرے گا، پھر اللہ تعالی پوچھے گا: تو تم نے کون سا عمل کیا؟ وہ بولے گا: میں نے علم حاصل کیا، اسے دوسروں کے سکھایا اور تیری خاطر میں نے قرآن پھڑا، اللہ تعالی فرمائے گا: تونے جھوٹ بولا: تونے تو علم اس مقصد سے سیکھا تھا کہ عالم کہا جائے اور قرآن اس نیت سے پڑھا تھا کہ قاری کہا جائے، چنانچہ ایسا کہا جاچکا۔ پھر حکم دیا جائے گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا اور ایک وہ شخص بھی ہو گا جسے اللہ تعالی نے مالدار بنایا ہو گا اور اسے ہر طرح کے مال ومنال سے نوازا ہو گا، اسے لایا جائے گا، پھر اللہ تعالی اسے اپنی نعمتوں کا اعتراف کرائے گا تو وہ ان کا اعتراف کرے گا، پھر اللہ تعالی پوچھے گا کہ تم نے کیا کام کیا؟ وہ جواب میں کہے گا: میں ایسا کوئی راستہ نہیں چھوڑا جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند ہو، مگر یہ کہ میں نے اس میں تیری رضا کے حصول کی خاطر مال خرچ کیا۔ اللہ تعالی فرمائے گا: تونے جھوٹ بولا۔ بلکہ تونے ایسا اس لئے کیا کہ فیاض اور سخی کہا جائے، جو کہا جاچکا، پھر حکم دیا جائے گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا[1]۔

چنانچہ منہج نبوی کی متابعت کے ساتھ ساتھ اخلاص نیت کا ہونا از حد ضروری ہے، جیسا کہ فرمان نبوی ہے: "سارے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کو اپنی نیت کے مطابق ثواب وعقاب ملتا ہے، چنانچہ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر ہو، تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے شمار کی جائے گی اور جس کی ہجرت دنیا طلبی کی غرض سے ہو یا کوئی ایسی عورت کی خاطر جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کی ہجرت اس کے مقصد کے مطابق سمجھی جائے گی"[2]۔

---

(1) صحیح مسلم: ۳/۱۵۱۳-۱۵۱۴، حدیث نمبر: ۱۵۲-۱۹۰۵

(2) صحیح بخاری: ۱/۱۳، حدیث نمبر: ۱، ۵۴، ۲۵۲۹، صحیح مسلم: ۳/۱۵۱۵، حدیث نمبر: ۱۵۵، ۱۹۰۷

دوسرا باب:

اخلاقی برائیوں کے انواع واقسام

اخلاقی برائیاں اپنی نوعیت، اصلیت، سنگینی اور سزا کے اعتبار سے متنوع ہوتی ہیں، اور اتنی زیادہ ہیں کہ ان کو ایک کتاب میں شامل کرنا دشوار ہے، لہذا اس مقام پر یہ مناسب ہے کہ مندرجہ ذیل اقدار اور اصول کے اعتبار سے کچھ نمونے اختیار کئے جائیں۔ یہ مندرجہ ذیل ہیں:

- لفظی برائیاں۔
- سمعی وبصری برائیاں۔
- علمی وفعلی برائیاں۔
- قلبی برائیاں۔

پہلا مبحث:
لفظی برائیاں

اس سے وہ برائیاں مراد ہیں جو انسان زبان سے ادا کرتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بندہ ایک بات زبان سے نکالتا ہے اور اس کے متعلق سوچتا نہیں (کہ وہ کتنی کفر اور بے ادبی کی بات ہے) جس کی وجہ سے وہ دوزخ کے گڑھے میں اتنی دور گر پڑتا ہے جتنا مغرب سے مشرق دور ہے"(١)۔ مزید آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "لوگوں کو جہنم میں ان کے چہروں یا نتھنوں کے بل گھسیٹا جائے گا صرف ان کی زبان کی کھیتیوں کی وجہ سے"(٢)۔ ہر لفظ جو انسان زبان سے ادا کرتا ہے اس پر اس کے لئے نیکی یا برائی لکھی جاتی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾﴾ [سورة ق:١٨].

ترجمہ: جو بات بھی اس کے منہ سے نکلتی ہے تو اس کے پاس ہی ایک مستعد نگراں موجود ہوتا ہے۔

زبان کی لفظی تباہ کاریاں بہت ساری ہیں، ان میں کچھ نمایاں مندرجہ ذیل ہیں:

غیبت:

غیبت کا مفہوم

لغوی معنی: انسان اپنے علاوہ دوسرے شخص کو بغیر اس کے ذکر کی ضرورت کے ذکر کرے(٣)۔

اصطلاحی معنی: سنت نبویہ میں غیبت کا شرعی مفہوم بیان کیا گیا ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ: "کیا تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کا اس چیز کے ساتھ ذکر کرنا ہے جو اس کو ناپسند ہو۔ کہا گیا: آپ کا کیا خیال ہے اگر میرے بھائی میں وہ چیز ہو جو میں کہہ رہا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس میں وہ چیز ہے جو تم کہہ رہے ہو تو یہ غیبت ہے۔ اگر نہیں ہے تو یہ بہتان ہے"(٤)۔

---

(١) بخاری: ۴/١٨٧، حدیث نمبر: ٦۴٧٧

(٢) ترمذی: ۵/١۵، حدیث نمبر: ٢٦١٦ حدیث صحیح.

(٣) راغب اصفہانی، مفردات فی غریب القرآن: ٣٦٧

(۴) مسلم: ۴/٢٠٠١، ٧/٢۵٨٩

غیبت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اس چیز کے ساتھ ذکر کیا جائے جو اس کو ناپسند ہو خواہ وہ اس کے جسم، دین، دنیا، نفس، اخلاق، مال واولاد، بیوی، خادم، اس کے چال چلن، اس کی خوشی یاناراضگی یا کسی اور چیز سے متعلق ہو، خواہ ذکر لفظ کے ذریعہ سے ہو یارمز واشارہ سے ہو۔

غیبت کے اسباب:

۱-غیبت کا سبب جس شخص کی غیبت کی جارہی ہے اس کی نفرت اور اس سے بغض ہوتا ہے، اس کی غیبت کرکے بغض ونفرت کو تشفی مل جاتی ہے، اس کی غیبت کے ذریعہ لوگوں کے درمیان اس کے مقام ومرتبہ اور شخصیت کو مجروح کیا جاتا ہے، اور اس کو ادنی مقام تک پہنچایا جاتا ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: غیبت کا پہلا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب اس سے غصہ ہو تو اپنے غصہ کو ٹھنڈک پہنچائے، جب غصہ بڑھ جاتا ہے تو اس کی برائیوں کا ذکر کرکے تشفی حاصل کرتا ہے، لہذا زبان طبعی طور پر اگر کوئی دینی جذبہ نہ ہو تو سبقت کر جاتی ہے۔

۲- کبھی کبھی غیبت کا سبب برے اصحاب ورفقاء کی ہم نشینی اوران کی ہمدردی حاصل کرنا بھی ہوتا ہے، اور جس شخص کی غیبت کی جارہی ہے اس سے اپنی ناپسندیدگی کی وجہ سے دوری چاہنا بھی ہوتا ہے۔

الإحیاء کے مؤلف نے غیبت کے اسباب میں دوستوں کی موافقت، رفقاء کی چاپلوسی اور بات چیت میں ان کی مدد کرنے کا ذکر کیا ہے، لہذا لوگ جب عزتوں کا ذکر کرکے مذاق اڑاتے ہیں اور یہ شخص ان کی نکیر کرتا ہے اور مجلس سے اٹھ جاتا ہے تو وہ اس کو غلط نظر سے دیکھیں گے لہذا یہ ان کی مدد کرتا ہے اور اس کو حسن معاشرت سمجھتا ہے۔

۳-غیبت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی کمیاں بیان کرکے اپنے آپ کو بڑا دکھائے، مثال کے طور پر وہ کہے کہ فلاں تو جاہل ہے، اس کی سمجھ گھٹیا ہے یا اس کی بات کمزور ہے۔

غیبت کی تباہ کاریاں:

۱-جو شخص غیبت کرتا ہے وہ ایک فعل حرام کا ارتکاب کرتا ہے، یہاں تک کہ شریعت نے اس کے انجام دینے والے کو اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجۡتَنِبُواْ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٞۖ وَلَا تَجَسَّسُواْ وَلَا يَغۡتَب بَّعۡضُكُم بَعۡضًاۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمۡ أَن يَأۡكُلَ لَحۡمَ أَخِيهِ مَيۡتٗا فَكَرِهۡتُمُوهُۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٞ رَّحِيمٞ ١٢﴾ [سورة الحجرات: ١٢].

ترجمہ: اے ایمان والو! اکثر گمانوں سے بچو، یقینا بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور نہ ٹوہ میں رہو اور نہ ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی کرو، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے، اس سے تو تم گھن کرے گے ہی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اللہ توبہ قبول فرماتا ہے، رحم فرماتا ہے۔

زجاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس شخص کا برائی کے ساتھ ذکر کرنا جو موجود نہ ہو اس کا گوشت کھانے کے مرتبہ میں ہے جب کہ وہ مردہ ہو اور اس کو احساس بھی نہ ہو، ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غیبت کے حرام ہونے پر تاکید ہے کیوں کہ مسلمان کا گوشت کھانا ممنوع ہے، نفوس، طبعی طور پر اس سے نفرت کرتے ہیں، لہذا غیبت کو بھی نفرت وکراہت میں اس کے مثل ہونا چاہئے۔

۲- غیبت کا عذاب بڑا دردناک اور اس کی پکڑ سخت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرمایا ہے: جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے تانبے کے ناخن تھے جس سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں اے جبرئیل؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں اور ان کی عزتوں کے درپے ہوتے ہیں۔

۳- غیبت مومنین کا شعار نہیں ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے وہ لوگو! جو اپنی زبان سے ایمان لائے اور ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی چھپی ہوئی چیز کے پیچھے مت لگو، جو شخص لوگوں کی چھپی ہوئی چیز کے پیچھے لگتا ہے اللہ اس کے راز کے پیچھے لگ جاتا ہے، اور اللہ جس کے رازوں کے پیچھے لگ جائے اسے اس کے گھر میں ذلیل کر دیتا ہے"۔

علاج کے لئے تربیتی ہدایات:

غیبت کے علاج کے لئے چند تربیتی ہدایات یہ ہیں:

۱- جو شخص لوگوں کی غیبت کرتا ہو اسے اللہ کے عذاب، اس کی شدت اور تکلیفوں اور اس کے برداشت کی قدرت نہ رکھنے کا احساس ہونا چاہئے، غیبت اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب بنتی ہے۔

۲-انسان جب کسی شخص کی غیبت کا ارادہ کرے اسے اس کی برائی اور اپنے اوپر اس کے لوٹنے کا احساس وتصور ہونا چاہئے، اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ غیبت کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنے مردار بھائی کا گوشت کھاتا ہو، انسان طبعی طور پر زندہ انسان کا گوشت کھانے سے گھن کرتا ہے تو وہ مردہ انسان کا گوشت کیسے کھا سکتا ہے۔

۳-وہ ایسی بری صحبت سے بچے جسے لوگوں کی غیبت سے لذت حاصل ہوتی ہے اور ایسے بھلے لوگ جو دین قائم کرنے میں اس کی مدد کرے ان کی محبت حاصل کرے۔

۴-وہ یہ یاد رکھے کہ مسلمان کی صفت یہ ہے کہ دوسرے مسلمان شخص اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں، اور جس چیز سے اللہ نے منع کیا ہے اس سے باز آجائے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "صحیح مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں، مہاجر وہ شخص ہے جو اللہ تعالی کی ممنوع کردہ چیزوں سے رک جائے"۔

۵-وہ یقینی طور پر جان لے کہ لوگوں کی اس کی تعریف، اور جس سے وہ نفرت کرتا ہے یا مقابلہ رکھتا ہے اس کی برائی اسے کچھ بھی فائدہ نہیں دے گی۔ اگر اللہ نے اس کے لئے نہیں لکھا ہے، اور اس کو کسی دوسرے مقام تک نہیں پہنچائے گی۔ بلکہ یہ اس کے لئے لوگوں کی ناپسندیدگی اور نفرت کا باعث بنے گی کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ جیسے یہ شخص دوسروں کی غیبت کرتا ہے ان کی بھی غیبت کرے گا، اس کا ذکر دوسروں کے درمیان عام ہو جاتا ہے چنانچہ لوگ اس سے ہشیار رہتے ہیں، اس سے ڈر محسوس کرتے ہیں اور اس میں موجود نفاق کی صفات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۶-والدین اور مربین کو اسکول، گھر اور تمام سماجی تنظیموں میں اسلامی اخلاق سے متصف ہونے پر عمل کرنا چاہئے، جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے اس کی سرزنش ہونی چاہئے اور ان سے کچھ بھی نہیں سننا چاہئے۔ ان کی باتوں سے اکتاہٹ، اس جرم کی برائی اور سنگینی کو ظاہر کرنا چاہئے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرے، اللہ اس کی طرف سے قیامت کے دن دفاع فرمائے گا"۔

چغلخوری:

لغوی معنی: یہ چغلخوری ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءِۭ بِنَمِيمٍ ﴿١١﴾﴾ [سورة القلم: ١١].

ترجمہ: طعنے دینا اس کا کام ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔

اصطلاحی معنی:

چغلخوری: یہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے کی کوشش کرنا ہے، تاکہ لوگ ایک دوسرے کے خلاف بھڑک جائیں اور اپنے دلوں کو دشمنی اور کینہ سے بھریں۔

علماء فرماتے ہیں: چغلخوری لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کی بات کو فساد ڈالنے کے لئے منتقل کرنا ہے، چغلخوری اخلاقی بگاڑ اور نفس کی خساست کا نتیجہ ہے، کیوں کہ یہ انسیت کے بعد جدائگی، محبت کے بعد نفرت اور صلح کے بعد دشمنی کی اصل ہے، اس کے ذریعہ محبت کے تعلقات اور رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور چغلخوری کرنے والے کے لئے تکلیف اور لوگوں کی ناپسندیدگی کا سبب بنتے ہیں۔

چغلخوری کے اسباب:

۱- چغلخوری کے اسباب میں سے ایک حسد ہے، مثلا چغلخور دوستوں کی دوستی سے حسد کرتا ہے لہذا وہ چغلخوری کرکے ان کے درمیان فساد ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، ان کے درمیان شکوک کی بیج ڈالتا ہے اور نتیجتا ان کو آپس میں لڑادیتا ہے۔

۲- کبھی کبھی چغلخوری کا باعث نفس اور طبیعت کا گھٹیاپن، لوگوں کا راز افشا کرنے کو پسند کرنا ہوتا ہے، حالانکہ یہ ناپسندیدہ اور بری عادت ہے جو بیمار نفس اور گھٹیا طبیعت جو رازوں کو افشا کرے اور نقصان پہنچانے کے شوقین ہوں، ان پر دلالت کرتی ہے۔

چغلخوری کی تباہ کاریاں:

۱- اللہ کے رسول ﷺ نے چغلخوری کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: "جنت میں چغلخور داخل نہیں ہوگا"۔ امام نووری رحمۃ اللہ علیہ اس کے معنی کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

اول: اس کو حرام کا علم ہوتے ہوئے بغیر تاویل کے ممکن ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

دوم: وہ کامیاب لوگوں کی طرح داخل نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

۲- وہ عذاب قبر سے نجات نہیں پائے گا، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: "نبی اکرم ﷺ کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور ان دونوں کو کسی بڑی چیز کی وجہ

سے عذاب نہیں دیا جارہا ہے، پھر آپ نے فرمایا: ایک شخص چغلخوری کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، پھر آپ ﷺ نے ایک تازہ لکڑی لی اور اس کو دو ٹکڑے کیا، ہر ایک ٹکڑے کو ایک قبر پر گاڑ دیا اور ارشاد فرمایا: ہو سکتا ہے کہ جب تک یہ سوکھ نہ جائے ان سے عذاب میں تخفیف کی جائے گی"۔

۳- چغلخوری کرنے والوں کو آپ ﷺ نے بدترین انسان اور دو چہرے والا جو کچھ لوگوں کے پاس ایک چہرے کے ساتھ اور دیگر لوگوں کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ آتا ہے، بیان فرمایا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے برا شخص وہ ہے جو دو چہرے والا ہو جو کچھ لوگوں کے پاس ایک چہرے کے ساتھ اور دوسرے لوگوں کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ آتا ہے"۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دو چہروں والا شخص سب سے برا انسان ہے، کیوں کہ اس کی حالت منافق کی حالت ہے، وہ باطل اور جھوٹ کے ذریعہ چاپلوسی کرتا ہے، لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا ہے، امام نووری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ وہ شخص ہے جو ہر گروہ کے پاس اس کو خوش کرنے والی بات کرتا ہے، اس گروہ کو یہ لگتا ہے کہ وہ اسی کا حصہ ہے اور اس کے مخالف گروہ کے خلاف ہے، حالانکہ اس کا عمل نفاق سے بھرا ہوا ہے، جھوٹ، دھوکہ دری اور دونوں گروہ کے راز سے مطلع ہونے کی کوشش ہے"۔

اسی طرح یہ جماعتوں کے درمیان سماجی تعلقات ختم کرنے، خاندان اور دوستوں کے درمیان رشتہ داری توڑنے، اور لوگوں کے درمیان بغض وعداوت پھیلانے کا ذریعہ ہے۔

۵- اس کے علاوہ چغلخوری کرنے والے کے لئے سخت وعید ہے جو گزشتہ احادیث میں مذکور ہے، یہ انسان کو اپنی سوسائٹی میں کنارہ کش، دوستوں اور ہم عمروں کے درمیان ناپسندیدہ بناتی ہے، اور جو لوگ اس کے طریقہ پر نہیں ہیں، اس سے بچتے ہیں۔

جس کے سامنے چغلخوری کی جائے، اس کی چھ ذمہ داریاں ہیں:

۱- اس کی تصدیق نہ کرے، کیوں کہ چغلخور فاسق ہوتا ہے۔

۲- اس کو اس سے منع کرے، اس کی خیر خواہی کرے اور اس کے کام کو برا سمجھے۔

۳- اللہ کے لئے اس سے بغض رکھے۔

۴- اپنے غیر موجود بھائی سے بدگمانی نہ کرے۔

۵- جو بات اس کے سامنے کی گئی اس کے تجسس اور تفتیش میں نہ لگے۔

۶- جس چیز سے اس نے چغلخور کو منع کیا ہے اس کو اپنے لئے بھی ناپسند کرے، لہذا اس کی چغلخوری کو بیان نہ کرے کہ فلاں شخص نے یہ باتیں بیان کی ہیں تو وہ اسی کے مثل ہو جائے گا اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس کو انجام دینے والا ہو گا۔

علاج کے لئے تربیتی ہدایات:

علاج کے چند تربیتی ہدایات مندرجہ ذیل ہیں:

۱- انسان چغلخوری کی حالت کو یاد کرے اور اس کے بارے میں اسلامی ہدایات کو یاد کرے، جیسے کہ چغلخور کو پہنچنے والے عذاب قبر کا خیال کرے اور اللہ کے نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے: "جنت میں چغلخور داخل نہیں ہو گا" اس کو یاد کرے۔

۲- جس کے سامنے چغلخوری کی جائے وہ اس کو منع کرے، اس کو نصیحت کرے اور اس کی رہنمائی کرے، اس کو احادیث نبویہ یاد دلائے، اور چغلخوری کے نتیجہ میں لوگوں کے درمیان جو فساد پڑتا ہے اس کا ذکر کرے۔

۳- اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اپنے نفس سے سوال کرے، کیا وہ پسند کرے گا کہ کوئی شخص اس کی غیبت کرے؟ اسی طرح دوسرے لوگ بھی اس کو پسند نہیں کریں گے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"۔

۴- مسجد، میڈیا اور مختلف تربیتی اداروں کا فرد اور سوسائٹی سے چغلخوری کے نقصانات کو ختم کرنے میں کردار کو واضح کرے۔

۵- صبر سے آراستہ ہو، اور نفس کو چغلخوری اور اس کی عادت سے روکے۔

جھوٹ:

لغوی معنی:

جھوٹ، صدق کی ضد ہے۔

اصطلاحی معنی:

امام صنعانی فرماتے ہیں: جھوٹ وہ ہے جو واقعہ کے خلاف ہو۔

کذب، یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے واقعہ کے خلاف بتایا جائے۔

جھوٹ کے اسباب:

وہ اسباب جو کذب تک لے جاتے ہیں اور جھوٹ بولنے والے کو مختلف پریشانیوں میں ڈالتے ہیں، ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے کچھ کو ذکر کیا ہے اور محمد احمد جاد المولی نے ان سے نقل کیا ہے، چنانچہ جھوٹ کے اسباب یہ ہیں:

۱- انسان کسی موہوم نفع کو حاصل کرنے کے لئے یا کسی متوقع نقصان کو دور کرنے کے لئے جھوٹ بولے، وہ نفس امارہ بالسوء سے دھوکہ کھا کر اور خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے ایسا کرتا ہے، وہ جس چیز کی امید کرتا ہے اس سے دور اور جس سے ڈرتا ہے اس کے قریب ہو جاتا ہے۔

۲- انسان کبھی کبھی جب سچ باتوں میں دلچسپی اور تفریح والی چیزیں نہیں پاتا ہے تو اپنی بات کو دلچسپ بنانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔

۳- کبھی اپنے دشمن کو تکلیف پہنچانے کے لئے بھی جھوٹ بولتا ہے، اس کو برائیوں سے منسوب کرتا ہے اور اس کی طرف ایسی باتیں اور افعال منسوب کرتا ہے جس سے وہ بری ہے۔

۴- جھوٹ کے دواعی اس کے سامنے مسلسل جمع ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان سے مانوس ہو جاتا ہے جھوٹ اس کی عادت بن جاتی ہے اور اس کا نفس اس کے تابع ہو جاتا ہے۔

۵- کبھی کبھی انسان ایک جھوٹ بول دیتا ہے تو پھر اس کو چھپانے اور ظاہر نہ کرنے کے لئے کئی جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۶- شاید شریعت کا غلط فہم اور دین کی کمی اس کے اہم اسباب میں سے ہے لہذا دین دار شخص جھوٹ کے لئے کوئی جواز نہیں پاتا ہے۔

۷- انسان کبھی کبھی اپنی بڑائی کے عجب میں جھوٹ بولتا ہے چنانچہ وہ اپنے آپ کو بلند مقام میں رکھنے کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔

جھوٹ کے کچھ دیگر اسباب وعوامل بھی ہیں، بعض لوگ اپنی تربیت اور نشوونما کی وجہ سے جھوٹ بولتے ہیں، چونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کے خاندان اور سوسائٹی والے جھوٹ کو اچھا سمجھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کے سامنے اور تمام

لوگوں کے ساتھ معاملات میں اس کا استعمال کرتے ہیں، پھر اس کو اچھا سمجھتا ہے، اس وہم میں کہ وہ جھوٹ کے ذریعہ اپنے آپ سے نقصان کو دور کر سکتا ہے اور نفع حاصل کر سکتا ہے، اور اس کو یہ گمان نہیں ہوتا کہ اس کے خلاف جھوٹ لکھا جا رہا ہے۔ بیک وقت انہوں نے اس کو ایک دوسرے کی نقل کرنے اور برے اسوہ کے ذریعہ بری عادتوں کا عادی بنا دیا ہے۔

اسی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے کہ انسان اپنے بیٹے سے جھوٹ بولے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس گھر میں آئے جب کہ میں بچہ تھا، وہ فرماتے ہیں کہ میں کھیلنے کے لئے نکل گیا، میری والدہ نے کہا، عبد اللہ ادھر آؤ، میں تم کو کچھ دیتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں اس کو کھجور دینا چاہتی ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہیں کرو گی تو تمہارے خلاف جھوٹ لکھا جائے گا"۔

جھوٹ کی تباہ کاریاں:

۱-یہ نفاق کی علامتوں میں سے ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، اور جب معاہدہ کرے تو غداری کرے"۔

۲- جھوٹ ایک وسیلہ اور راستہ ہے جو برائیوں تک لے جاتا ہے، اور برائیاں جہنم تک لے جاتی ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جھوٹ برائیوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور برائیاں جہنم تک لے جاتی ہیں اور انسان مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے"۔

۳- انسان کے لئے بہت زیادہ بات کرنا اور ہر وہ چیز جو سنتا ہے اس کو بیان کرنا محبوب عمل بن جاتا ہے حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے: "انسان کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرتا پھر"۔

۴- جھوٹ برائیوں کی بنیاد ہے، اور خبروں کو بگاڑنے پر دلیل ہے، کیوں کہ گفتگر ہی انسان کو امتیاز دلاتی ہے اور اسی وجہ سے جھوٹا شخص جانور سے بھی بدتر حالت میں ہو جاتا ہے، اور یہ سوسائٹی میں فساد کا ایک راستہ ہے۔ آج کے دور میں دنیا کی مشکل سچ کے فقدان اور جھوٹ کے پھیل جانے سے شروع ہوتی ہے، باتوں میں جھوٹ، اعمال میں جھوٹ، نیتوں میں جھوٹ، مظاہر میں جھوٹ پایا جاتا ہے۔

۵-خاندان میں کام کے گروپ، دوستوں کے گروپ اور سوسائٹی کے تمام لوگوں کے درمیان اس جھوٹ کی وجہ سے جو قول وفعل کی سچائی کے سلسلہ میں شک وشبہ پیدا ہوتا ہے، وہ نفسیاتی شک وشبہ کا سبب بنتا ہے اور لوگوں کے درمیان دڑاڑ پڑ جاتی ہے۔

علاج کے تربیتی ہدایات:

جھوٹ کے علاج کے لئے چند تربیتی ہدایات ہیں جو ذیل میں ذکر کئے جارہے ہیں:

۱-انسان یہ جان لے اور ہمیشہ محسوس کرے کہ دو فرشتے ہیں جو خیر وشر لکھتے ہیں، اور اس کی ہر چیز کا حساب لیا جاتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: جب دو لینے والے لیتے رہتے ہیں ایک دائیں اور بائیں بیٹھا ہے، جو بات بھی اس کے منہ سے نکلتی ہے تو اس کے پاس ہی ایک مستعد نگراں موجود ہے۔

۲-والدین اور مربین گفتگو میں سچائی کی پابندی کریں، اور اپنے بچوں کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو پورا کریں، تاکہ بچے جھوٹ کے عادی نہ بنیں اور اس پر ان کی نشو ونما نہ ہو، والدین، مربین، اساتذہ اور تربیت کرنے والوں پر ان کا اعتماد کم ہو جاتا ہے، بسا اوقات وہ اپنے روزانہ کے معاملات میں اپنے بھائیوں اور ہم عمروں کے ساتھ اسی طریقہ پر چلتے ہیں، چنانچہ وہ جب بڑے ہو جاتے ہیں تو جھوٹ ان کی عادت بن جاتی ہے۔

۳-سچائی کے ثواب کو جاننا، سچائی نیکیوں کی رہنمائی کرتی ہے، اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، یہ ایسی چیز ہے جو قول وعمل، نیتوں اور مظاہر میں سچائی کو اختیار کرنے پر آمادہ کرتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "انسان مسلسل سچ بولتا ہے اور سچائی کی تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ ١١٩﴾ [سورة التوبة:١١٩].

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

صدق اسی طرح انبیاء کرام کی صفت ہے، اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کی تعریف فرمائی ہے اور ان کو سچا فرمایا ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ إِبۡرَٰهِيمَۚ إِنَّهُۥ كَانَ صِدِّيقٗا نَّبِيًّا ٤١﴾ [سورة مريم:٤١].

ترجمہ: اور اس کتاب میں ابراہیم کا بھی تذکرہ کیجئے، یقیناً وہ مجسم سچائی تھے، نبی تھے۔

۵-خاندان، مختلف تربیتی اور سماجی ادارے فرد اور سوسائٹی پر جھوٹ کے نقصانات واضح کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

لعنت اور گالی گلوچ:

لعنت اور گالی کا مفہوم

لعنت بھیجنا: ناراضگی کی وجہ سے دھتکارنا، یہ آخرت میں اللہ تعالی کی جانب سے سزا اور دنیا میں اس کی رحمت وتوفیق کے قبول کرنے کو ختم کرنا ہے، اور انسان کی جانب سے دوسرے انسان کو بددعا دینا ہے۔

گالی گلوچ: گالی دینا اور لعنت بھیجنا، وہ برے اخلاق ہیں جنہیں اسلام نے ناپسند کیا ہے، ان سے ہشیار فرمایا ہے، اور ان کی مخالفت کی ہے۔

کیوں کہ یہ نفرت وعداوت کا سبب بنتے ہیں اور بعض اوقات گالی دینے والوں کو ہاتھاپائی تک پہنچادیتے ہیں، یہ تکلیف اور بہتان تک لے جانے والے دروازوں میں سے ہے کیوں کہ لعنت کرنے والا یا گالی دینے والا جس کو گالی دی جارہی ہے، اس کو تکلیف پہنچاتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

ترجمہ: اور جو بھی ایمان والے مردوں اور عورتوں پر بغیر ان کے کچھ کئے تہمت لگاتے ہیں تو ایسوں نے بڑا بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

لعنت کے اسباب:

لعنت اور گالی دینے کا سبب تشفی حاصل کرنا ہوتا ہے، وہ اس ناپسندیدگی کی وجہ سے ہے جسے گالی دینے والا گالی دئے جارہے شخص کے لئے رکھتا ہے، اور اپنی سخت ناپسندیدگی کی وجہ سے اس کو بری صفت سے متصف کرتا ہے۔ وہ یا تو اس کے معنی ناواقفیت کی حالت میں یا واقف ہوکر بھی لعنت بھیجتا ہے، اور اس کے ذریعہ سے اس کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اماغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنے اس قول میں بیان کیا ہے: "فحش کا سبب یا تو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرنا ہے یا گنہگاروں، گھٹیالوگوں کے ساتھ رہنے اور ان کی گالی کی عادت کی وجہ سے پیدا ہونے والی عادت ہے"۔

۲-اس کا سبب کبھی کبھی غصہ کا بہت زیادہ ہونا اور تیز ہوجانا ہے، چنانچہ انسان جو کہتا ہے اس کے نتائج پر غور کئے بغیر کثرت وناپسندیدگی کے ساتھ بات کرتا ہے۔

۳- گالی دینے اور لعنت بھیجنے کا سبب کبھی کبھی گنہگاروں، اور کمینہ لوگوں کی صحبت بھی ہوتا ہے، چنانچہ یہ وہ برے اخلاق ہیں جن کو آپ اکثر چھوٹوں اور بڑوں، سڑکوں اور بازاروں اور لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں پر سنیں گے۔

لعنت بھیجنے کی تباہ کاریاں:

۱- گالی دینا گالی دینے والے کے حق میں گناہ سمجھا جاتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے"۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "چنانچہ مسلمان کو ناجائز طور پر گالی دینا امت کے اجماع سے حرام ہے اور جسے نبی اکرم ﷺ نے حرام بتایا اس کو کرنے والا فاسق ہے۔

۲- لعنت کا گناہ اور اس کی برائی بہت بڑی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: "مومن پر لعنت بھیجنا اس کو قتل کرنا ہے"۔ چنانچہ حدیث مسلمان کی لعنت کی حرمت پر دلالت کرتی ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم فرماتے ہیں: کسی مسلمان یا جانور پر لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے، اس میں فاسق اور غیر فاسق کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اسی طرح کافروں پر لعنت بھیجنا جائز نہیں، خواہ مردہ ہو یا زندہ سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں ہمیں نص سے معلوم ہو کہ کفر کی حالت میں ان کی موت ہوئی ہے جیسے ابو لہب اور ابو جہل وغیرہ۔

ان کی جماعت پر لعنت بھیجنا جائز ہے جیسے کہ یہ کہنا کہ اللہ کافروں پر لعنت کرے، اللہ یہود و نصاری پر لعنت کرے، جہاں تک آپ ﷺ کا قول ہے "مومن پر لعنت بھیجنا اس کو قتل کرنا ہے" تو ظاہر امر اد تو یہ ہے کہ حرمت میں دونوں برابر ہیں، گرچہ قتل زیادہ سنگین ہے، امام عبد اللہ بن مازری نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

اس کے علاوہ دوسرے اقوال زیادہ مناسب نہیں ہیں۔

۳- لعنت کرنے والے قیامت کے دن سفارشی نہیں ہوں گے جب کہ مومنین اپنے ان بھائیوں کے لئے جو عذاب کے مستحق ہوں گے سفارش کریں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن لعنت کرنے والے نہ تو سفارشی ہوں گے اور نہ گواہ بنیں گے"۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن سفارش نہیں کریں گے جب کہ مومنین اپنے ان بھائیوں کے لئے جو عذاب کے مستحق ہوں گے سفارش کریں گے، اور گواہ نہ بننے کے سلسلے میں تین اقوال ہیں:

أ- سب سے زیادہ صحیح اور مشہور قول: وہ قیامت کے دن امتوں کے خلاف کہ ان کے رسولوں نے ان کو پیغام پہنچادیا، گواہ نہیں بنیں گے۔

ب- وہ دنیا میں گواہ نہیں بن سکتے، یعنی ان کے گناہ کی وجہ سے ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ت- وہ شہادت یعنی اللہ کے راستے میں قتل ہونا حاصل نہیں کر سکتے۔

۴- اگر جس کو گالی دی جارہی ہے وہ اس کا مستحق نہیں ہے تو گالی دینے والے پر ہی لوٹ کر آتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایاہے: "کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر فسق اور کفر کی تہمت نہ لگائے، اگر وہ شخص ویسانہ ہو تو یہ اسی پر لوٹ کر آئے گی، اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "بندہ جب کسی پر لعنت بھیجتاہے تو لعنت آسمان پر جاتی ہے، آسمان کے دروازے اس کے سامنے بند کر دئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین پر اترتی ہے تو وہاں پر اس کے لئے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں، پھر وہ دائیں بائیں پھرتی ہے، جب وہ کوئی راستہ نہیں پاتی ہے تو جس پر لعنت کی گئی ہے اس کی طرف آتی ہے، اگر وہ شخص اس کا اہل نہیں تو کہنے والے پر واپس ہو جاتی ہے۔ لعنت کے معاملہ کی سنگینی اور اس کے گھٹیاہونے کی وجہ سے جانوروں پر بھی لعنت بھیجنے سے منع کیا گیاہے۔

صحیح مسلم میں ایک باب ہے: "جانورں پر لعنت کرنے کی ممانعت" اور امام مسلم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کیاہے: "اللہ کے رسول ﷺ اپنے ایک سفر میں تھے، انصار کی ایک عورت ایک اونٹنی پر تھی، وہ اکتا گئیں، اور اس پ رلعنت بھیج دی، اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو سن لیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر جو کچھ سامان رکھا اتار لو اور اس کو چھوڑ دو کیوں کہ اس پر لعنت بھیجی گئی ہے، حضرت عمران کہتے ہیں کہ: گویا کہ میں اس کو دیکھ رہاہوں کہ وہ لوگوں کے درمیان پھر رہی ہے اور کوئی اس کے سامنے نہیں آرہاہے"۔

علاج کے تربیتی ہدایات:

لعنت کی پریشانی کی چند علاجی تربیتی ہدایات یہ ہیں:

۱- انسان لعنت کے گناہ اور اس کے انجام پر غور کرے، اگر وہ کوئی راستہ نہیں پاتی ہے تو وہ اس کے کہنے والے کی طرف ہی لوٹ آتی ہے، اسی طرح اس باب میں آپ ﷺ کی احادیث پر غور کرے جن کی طرف اشارہ کا جاچکا ہے۔

۲- وہ اللہ کے رسول ﷺ کے جانور پر لعنت کرنے سے ممانعت پر غور کرے، آپ ﷺ نے اس عورت کی اونٹنی کو جس پر اس نے لعنت بھیجا تھا آزاد کر دیا، لہذا یہ تو اور ضروری ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر لعنت کرے، نہ اس کو گالی دے۔

۳- لعنت کرنے اور گالی دینے کی صفات اور عقلمند لوگوں کے نزدیک ان کے گھٹیا ہونے پر غور کرے، اگر وہ غور کرے گا تو اس کی برائی کا احساس ہو جائے گا چنانچہ وہ اس کو برا سمجھے گا اور اپنے منہ سے نکالنے پر افسوس کرے گا۔

۴- انسان اس گالی و لعنت کے سبب پر غور کرے اور اس کا علاج اس کی ضد کے ذریعہ سے کرے، اگر اس کا سبب عادت ہو تو اس کو اس کی مخالف عادت سے بدل دے، اور اگر دوستوں کی جانب سے ہو تو ان سے بہتر دوستوں کو چن لے۔

۵- انسان لوگوں کے ساتھ اپنی نیت اور ارادہ کو درست کرے، اللہ سے ثواب اور رحمت کی امید میں غصہ و مکر، اور حسد نہ رکھے، یہ چیز اس کو گالی گلوچ نہ کرنے اور لعنت نہ بھیجنے میں مدد کرے گی۔

شرک اور بدعت کے الفاظ:

شرک: دین کے سلسلے میں انسان کے شرک کی دو قسمیں ہیں:

شرک اکبر: وہ یہ ہے کہ انسان اللہ کے ساتھ اس کی ربوبیت، الوہیت یا اسماء وصفات میں کسی کو شریک ٹھیرائے۔

شرک اصغر: وہ ریاء ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ "میں تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر سے ڈرتا ہوں، آپ سے پوچھا گیا وہ کیا ہے، آپ نے فرمایا ریاء ہے"۔

بدعت: ایسی بات پیش کرنا جس میں کہنے والا یا کرنے والا شریعت کی پیروی نہ کرے۔

ان کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱- اللہ کے علاوہ کی قسم کھانا۔

قسم انسان دو طریقوں سے کھاتا ہے، یا تو اللہ اس کی اسماء وصفات کے ذریعہ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایک اللہ تعالی کے علاوہ کی قسم کھانا، اور اس قسم کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایاہے: "جو اللہ کے علاوہ کی قسم کھائے اس نے کفر یا شرک کیا، یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے علاوہ کی قسم کھانا شرک ہے، یہ اللہ کے علاوہ کی قسم کھانے کی سنگینی پر دال ہے، جیسے کہ کوئی شخص نبی ﷺ یا شریف شخص یا انبیاء کی قسم کھائے، کیوں کہ قسم جس شخص کی کھائی جارہی ہے، اس کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے اور تعظیم اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے، لہذا امت مسلمہ کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کی اللہ کی محبوب اور پسندیدہ چیزوں پر تربیت کرے نہ کہ ان چیزوں پر جو اس کو ناپسندیدہ اور مبغوض ہوں۔

۲- "اللہ اور تم جو چاہے" کہنا:

لفظی برائیوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان شخص کہے کہ "اللہ نے اور تم جو چاہے" چنانچہ وہ مخلوق کی مشیئت کو خالق کی مشیئت سے جوڑ دیتا ہے، اس میں شرک ہے، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے، ایک یہودی شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا: تم لوگ شرک کرتے ہو۔ کہتے ہو کہ: جو اللہ نے اور تم نے چاہا" اور تم کہتے ہو: کعبہ کی قسم" آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا" اگر وہ قسم کھانا چاہیں تو کہیں رب کعبہ کی قسم اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں: اللہ نے جو چاہا پھر تم نے جو چاہا"۔

حدیث میں عمرو بن شرحبیل سے مروی ہے وہ عبد اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کونسا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراؤ، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے"۔ چنانچہ یہ حدیث شرک کے سنگین ہونے پر دلیل ہے۔ اور پہلی حدیث اس بات پر دال ہے کہ اللہ اور تم نے جو چاہا کہنا شرک ہے، انسان کو چاہئے کہ وہ کہے: "اللہ نے جو چاہا" یہ: "جو اللہ نے چاہا، پھر تم نے چاہا" کہنے سے بہتر ہے۔ واللہ اعلم

اللہ کے کلام کا مذاق اڑانا:

مبغوض ترین لفظی برائیوں میں سے ہے ان کلمات کا صدور جو اللہ کے کلام کے استہزاء پر شامل ہوتے ہیں، اللہ تعالی ان منافقین کے سلسلے میں جو اس کی آیتوں کا مذاق اڑاتے ہیں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہی کہیں گے کہ ہم تو گپ شپ اور کھیل میں لگے ہوئے تھے، کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کا مذاق بنارہے تھے۔

تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ منافقین کی ایک جماعت نے مسلمانوں پر اور ان کے دین پر طعنہ کستے ہوئے کہا کہ: ہم نے ان پڑھنے والوں کی طرح -وہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام کو مراد لے رہے تھے- پیٹ کی رغبت رکھنے والا، جھوٹی زبان والا اور ملاقات کے وقت بزدلی کرنے والا نہیں دیکھا، تو وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس معذرت کرتے ہوئے اور کہتے ہوئے آئے کہ ہم تو بس مذاق کر رہے تھے اور کھیل کر رہے تھے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ قُلْ أَبِٱللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ ﴾ [سورة التوبة: ٦٥].

ترجمہ: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کا مذاق بنارہے تھے۔

لہذا اللہ اور اس کے رسول کا مذاق اڑانا، دین سے خارج کر دینے والا کفر ہے، کیوں کہ دین کی اصل، اللہ اور اس کے رسول و دین کی تعظیم پر مبنی ہے، اور ان میں سے کسی کا بھی مذاق اڑانا اس اصل کے منافی ہے اور اس کے سخت خلاف ہے۔

لہذا مسلمان کو اللہ تعالی کے کلام، اس کے رسول اور دین کے مذاق اڑانے والی بری باتوں سے بچنا چاہئے۔

٤-زمانہ کو گالی دینا:

زمانہ کو گالی دینا اور لعنت کرنا اخلاقی برائیوں میں سے ہے کیوں کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی فرماتا ہے: ابن آدم مجھ کو تکلیف دیتا ہے جب وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے، میں ہی زمانہ ہوں، میں رات و دن کو بدلتا ہوں" ایک دوسری روایت میں ہے: "زمانہ کو گالی مت دو، اللہ ہی زمانہ ہے"۔

- وہ زمانہ ہے اس بنیاد پر کہ وہ مصیبت کو انجام دینے والا ہے۔
- میں ہی زمانہ ہوں۔ یعنی میں زمانہ کو الٹنے پلٹنے والا رب ہوں اور چونکہ وہ اس میں واقع ہوتا ہے، تو اللہ ہمیں اس حدیث قدسی میں بتاتا ہے "ابن آدم کبھی کبھی جو اللہ کو ناپسند ہے اسی کا ارتکاب کرلیتا ہے، اس میں سے ہے زمانہ کو گالی دینا اور مصائب کو اس کی طرف منسوب کرنا، کیوں کہ اللہ تعالی ہی زمانہ کا مالک ہے اور اس میں تصرف کرنے والا ہے اور چونکہ وہ اسی میں رونما ہوتا ہے تو زمانہ کو گالی دینا اس کے مالک کو گالی دینا ہوتا ہے، ایک دوسری روایت میں ہے: "اللہ کے نبی ﷺ زمانہ کو گالی دینے سے منع کرتے ہیں، یہ بتاتے

ہوئے کہ اللہ تعالی ہی زمانہ کامالک ہے، اس میں تصرف کرنے والا ہے اور چونکہ وہ اسی میں وقوع پزیر ہوتا ہے، اس کی تائید حدیث قدسی سے بھی ہوتی ہے۔

۵- ہوا کو گالی دینا:

چونکہ اسلام مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے اور برے اخلاق سے روکتا ہے، اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ہوا کو گالی دینے اور اس پر لعنت بھیجنے سے منع فرمایا ہے، اور وہ اس وجہ سے کہ ہوا اللہ تعالی کی ایک مخلوق ہے، وہ اللہ تعالی کے حکم سے ہی رکتی ہے یا چلتی ہے، نفع یا نقصان پہنچاتی ہے، لہذا اس کو گالی دینا اس کے چلانے والے کو گالی دینا ہوگا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم لوگ ہوا کو گالی مت دو، جب تم کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھو تو کہو اے اللہ ہم اس ہوا کے خیر اور میں جو کچھ خیر ہے اور جس خیر کا اسے حکم دیا گیا ہے، اس کا سوال کرتے ہیں اور اس ہوا کی برائی اور اس میں جو کچھ برائی اور جس برائی کا اسے حکم دیا گیا ہے، اس سے پناہ مانگتے ہیں"۔

اے مسلمان اسلام کی عظیم تربیت پر غور کرو، یہ مسلمان کو اللہ کی مخلوقات کے ساتھ اچھے الفاظ کے استعمال اور برے الفاظ سے دوری پر تربیت کرتی ہے، چنانچہ مومن کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ اپنے الفاظ کو اخلاقی برائیوں سے پاک کرے، اپنے رب، نبی ﷺ اور اللہ تعالی کی تمام مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق پر اس کی تربیت کرے۔

وہ اسباب جو شرک وبدعت کے الفاظ کے استعمال کا سبب بنتے ہیں:

۱- ماحول۔ انسان ایسے ماحول میں پیدا ہوا اور تربیت حاصل کرے جہاں بہت زیادہ شرک وبدعت ہو، اس سے متاثر ہوتا ہے اور اس کی زبان ان الفاظ کی عادی بن جاتی ہے، جیسے بعض لوگوں کا کہنا نبی کی قسم، میری عزت کی قسم، میرے بیٹے کی جان کی قسم۔

۲- شیطان کا انسان کے لئے بعض برے الفاظ کو مزین کرنا۔

۳- یہ اعتقاد رکھنا کہ بعض غیر شرعی الفاظ کچھ ضرورتیں پوری کر دیتے ہیں یا مصیبتوں کو دور کر دیتے ہیں

۔

۴- علماء کے لباس میں ملبوس بعض جہلاء کی اقتدا کرنا، جو شرک وبدعت کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

۵- دوسرے مذاہب والوں سے ملنے جلنے اور ساتھ رہنے کے نتیجہ میں متاثر ہونا۔

اس کی تباہ کاریاں:

شرک اکبر اعمال کو ضائع وبرباد کرنے والا عمل ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٦٥﴾﴾ [سورة الزمر:٦٥].

ترجمہ: جب کہ آپ کو اور آپ سے پہلے کو وحی آچکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سب کام بے کار چلے جائیں گے اور تم ضرور نقصان اٹھاؤ گے۔

۲- اللہ تعالی جو اس کے ساتھ شرک کرے اور اسی پر اس کی موت ہو جائے، اس حال میں کہ وہ توبہ نہ کرے، اس کی مغفرت نہیں کرتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾﴾ [سورة النساء:٤٨].

ترجمہ: بے شک اللہ اس کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس نے یقینا بڑا بہتان باندھا۔

۳- شرک اللہ تعالی کے عذاب کو واجب کرنے والا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "جس کا اس حال میں انتقال ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہو گا"۔

شرک انسان کے دل کو اسباب کے سلسلہ میں خالق کے بجائے مخلوق سے متعلق کر دیتا ہے اس کے ذریعہ سے وہ خیر کی امید اور برائیوں کو دور کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

۵- شرک انسان کے اخلاق وعادات کو گرادیتا ہے، چنانچہ انسان مخلوق کے سامنے ذلیل ہو کر جھک جاتا ہے جیسے کہ مخلوق اپنے خالق کے سامنے ذلیل ہوتا ہے۔

۶- شرک انسان کی عقل کو گھٹا دیتا ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ کمزری اور ذلت تک پہنچ جاتا ہے، کیوں کہ اس کا دل خیر کی طلب اور شرک دور کرنے میں پتھر، درخت اور جانوروں سے وابستہ ہو جاتا ہے، ان چیزوں سے ڈرتا ہے، امید اور محبت رکھتا ہے حالانکہ یہ ایسی مخلوقات ہیں جو بغیر اللہ تعالی کے ارادہ کے نفع نقصان نہیں پہنچا سکتی، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ

لَن يَخْلُقُوا۟ ذُبَابًا وَلَوِ ٱجْتَمَعُوا۟ لَهُۥ ۖ وَإِن يَسْلُبْهُمُ ٱلذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ ٱلطَّالِبُ وَٱلْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾ [سورة الحج:٧٣].

ترجمہ: اے لوگو! ایک مثال دی گئی ہے تو اسے غور سے سنو، جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے خواہ وہ سب اس کے لئے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان کی کوئی چیز لے اڑے تو اسے چھین بھی نہیں سکتے، لچر ہے ایسے مانگنے والا بھی اور جس سے مانگا جا رہا ہے"۔

علاج کے تربیتی ہدایات:

علاج کے چند اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

۱- توحید کا جاننا اور اس پر عمل کرنا، کیوں کہ جہل شرک کی دونوں قسموں میں پڑ جانے کی بنیاد ہے، علم سیکھنے، سوال کرنے اور اہل علم کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔

۲- انسان توحید کے اس مقام کو جانے جس کو اگر وہ حاصل کر لے تو جنت میں داخل ہو جائے گا، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو جنت میں داخل ہو جائے گا، اور جو اس حال میں ملے کہ وہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہو وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا۔

۳- یہ جاننا کہ شرک وبدعت کے الفاظ صرف ان جاہلوں سے صادر ہوتے ہیں جو توحید کی حقیقت سے جاہل ہوتے ہیں، اور مسلمان کو اس پر غیرت آنی چاہئے کہ وہ جاہلوں میں سے ہو۔

۴- نیک اسوہ کا پایا جانا جو قول وفعل سے توحید کی حقیقت کی تائید کرے، کیوں کہ لوگوں کو ایسے اسوہ کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے، موسی علیہ السلام کی قوم نے جب اپنے نبی کے ساتھ سمندر پار کیا، اور مشرکین کو اپنے بتوں میں مشغول پایا تو انہوں نے موسی علیہ السلام سے بھی ویسے ہی بت کا مطالبہ کای، لیکن موسی علیہ السلام جو نیک اسوہ پیش کر رہے تھے، نے ان کو منع کر دیا اور اس کی حقیقت کو واضح کیا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتار دیا، تو وہ ایسے لوگوں کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کو پوجنے میں مگن تھے، وہ بولے اے موسی جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ویسے ہی ہمارے لئے بت بنا دیجئے، انہوں نے کہا تم بڑے جاہل لوگ ہو، ارے بیہ تو جس میں لگے ہیں اس پر تو جھاڑو پھر جانے والی ہے اور جو کر رہے ہیں وہ سب خاک میں مل جانے والا ہے۔

۵- ایسے تدریسی مناہج کا پایا جانا جو صحیح عقیدہ اور صحیح الفاظ پر نسل کی تربیت کرے۔

دوسرا مبحث:

سمعی وبصری برائیاں:

بلاشبہ سماعت وبصارت بہت ہی عظیم نعمت ہیں، یہ دونوں سیکھنے کا ذریعہ ہیں، انسان اپنی نگاہ کے ذریعہ اللہ تعالی کی نشانیوں اور اس دنیا کی مرئی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے، اپنی سماعت کے ذریعہ جملوں، الفاظ اور آوازوں کو سنتا ہے، اور علم وفہم اور نصیحت حاصل کرتا ہے، مگر ان نعمتوں کے استعمال کے تئیں انسان کی ذمہ داری بھی بہت اہم ہے، مؤمن اپنی سماعت وبصارت کو صرف اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے استعمال کرسکتا ہے، چہ جائیکہ ان کا استعمال حرام چیزوں میں کرے۔

یہ اخلاقی برائی ہے کہ انسان ان حواس کا استعمال اللہ تعالی کی حرام کردہ چیزوں میں کرے، اس کی تفصیل ذیل میں بیان کی جارہی ہے۔

موسیقی سننا:

عزف کا مطلب ہے آلہ موسیقی سے کھیلنا، یہ دف اور اس جیسی بجائی جانے والی چیزیں ہیں۔

عازف وہ شخص جو آلہ موسیقی سے کھیل کرے اور گائے[1]۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ جوہری سے نقل کیا ہے کہ معازف موسیقی ہے، یہ لہو ولعب کے وسائل میں سے ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد لہو ولعب کی آوازیں ہیں، دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی میں ہے کہ معازف دف اور اس جیسی دوسری بجائی جانے والی چیزیں ہیں، موسیقی اور ہر کھیل پر عزف کا اطلاق ہوتا ہے[2]۔

موسیقی کا حکم:

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب: ۹/۴

(۲) ابن حجر، فتح الباری: ۱۰/۵۵

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ ٱلْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٦﴾ ﴾ [سورة لقمان:٦].

ترجمہ: اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے گمراہ کرے، بغیر کسی علم کے اور وہ اس کی ہنسی اڑائے، ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

لھو الحدیث سے مراد غافل کرنے والی باتیں ہے، ابن مسعود، ابن عباس وغیرھم کے قول کے مطابق اس سے مراد موسیقی ہے، اور موسیقی کتاب وسنت سے ممنوع وحرام ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[١]: یہ ان تین آیتوں میں سے ایک ہے جن سے علماء نے موسیقی کی کراہت اور ممانعت پر استدلال کیا ہے، دوسری آیت یہ ہے: ﴿وَأَنتُمْ سَٰمِدُونَ ﴿٦١﴾ ﴾ [سورة النجم:٦١]. ابن عباس کہتے ہیں "سمد" کا مطلب حمیری زبان میں موسیقی ہے۔

تیسری آیت یہ ہے:

﴿ وَٱسْتَفْزِزْ مَنِ ٱسْتَطَعْتَ مِنْهُم ﴾ [سورة الإسراء:٦٤].

ترجمہ: اور ان میں سے جس پر تیرا بس چلے تو اپنی آواز سے ان کا قدم اکھاڑ دے۔

امام مجاہد فرماتے ہیں: اس آیت سے مراد موسیقی اور مزامیر ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "میری امت میں ضرور کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال سمجھیں گے "[٢]۔

یہ قرآنی آیات، حدیث نبوی ﷺ اور علماء کرام کا ان نصوص کے سلسلہ میں فہم اس باب میں اسلام کا حکم واضح کرتا ہے۔

---

(١) القرطبی، الجامع لأحکام القرآن: ١٤/ ٢٦

(٢) بخاری: ٤/ ١٣، حدیث نمبر: ٥٥٩٠

ان نغموں کا سننا جو موسیقی سے خالی ہوں اور فحش بات جیسا کہ عرب اپنے اشعار میں کیا کرتے تھے، ان کا حکم اس کے برخلاف ہے، علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "موسیقی جو مشہور ہوتی ہے، جو نفوس میں حرکت پیدا کرتی ہے، اور اسے خواہشات وفحش گوئی پر ابھارتی ہے، جب شعر اس قسم کا ہو جس میں عورتوں کا ذکر کیا جائے، ان کے محاسن کا بیان ہو، شراب اور حرام کردہ چیزوں کا ذکر ہو تو اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیوں کہ یہ بالاتفاق لہو اور مذموم موسیقی ہے۔ لیکن جو ان چیزوں سے خالی ہو تو خوشی کے مواقع جیسے شادی، عید وغیرہ میں یا مشکل کاموں کو انجام دیتے وقت قوت حاصل کرنے کے لئے جیسے خندق کھودنے کے موقع پر اشعار کا پڑھنا یا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا حدی پڑھنا جائز ہے، آج کے صوفیاء نے آلاب طرب کے ساتھ نوجوان لڑکیوں سے موسیقی سننے اور سماع کی جو ایجاد کی ہے وہ حرام ہے[1]۔

اسباب:

موسیقی سننے کے اسباب متعدد ہیں، اگر ان کو اختیار کرلے تو انسان ناکام ہو جاتا ہے، اور اگر ان سے بچ جائے تو کامیاب ہو جاتا ہے، چند نمایاں اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

۱- برے لوگوں کا اچھی آواز والوں کو حوصلہ دلانا کہ وہ اس کو موسیقی کے لئے استعمال کریں، اور ان کو مال وشہرت کا لالچ دلانا۔

۲- موسیقی کے ذریعہ شہرت کی خواہش رکھنا اور خواہشات میں پڑ جانے کو پسند کرنا۔

۳- ماحول جس میں انسان کی تربیت ہوتی ہے، یہ گھر، مدرسہ، محلہ کچھ بھی ہو سکتا ہے، جب یہ ماحول موسیقی کو سننے اور اس کے استعمال پر حوصلہ دلاتا ہے تو انسان میں اس کی محبت اور اس کو سننے کی چاہت پیدا ہو جاتی ہے۔

۴- اہل موسیقی اور اس کو پسند کرنے والوں کی صحبت انسان کو ان کی نقل کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

۵- اس باب میں شریعت کے احکام سے ناواقفیت، بعض ان لوگوں کی جو علم شرعی سے تعلق رکھتے ہیں، موسیقی کے جواز کے احکام کے ذریعہ اس کے سننے کو مزین کرکے پیش کرنا، اور نصوص کی بے جا تاویل کرنا۔

---

(۱) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۴/۳۸

موسیقی کی تباہ کاریاں:

موسیقی کی تباہ کاریاں اور آفتیں فرد، سماج اور خاندان کے لئے دنیاوآخرت میں بہت خطرناک ہیں، جیسا کہ ذیل میں واضح کیا جارہاہے:

۱- یہ انسان کو اللہ کے ذکر سے روکتی ہے، کیوں کہ یہ اس کا وسیلہ ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشۡتَرِي لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٖ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًاۚ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٞ مُّهِينٞ ٦ ﴾ [سورة لقمان:٦].

ترجمہ: اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ میں گمراہ کرے بغیر کسی علم کے اور اس کی ہنسی اڑائے، ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ جس شخص کو بھی دیکھیں گے کہ وہ موسیقی اور اس کے آلات کو سننے پر توجہ دیتا ہے، مگر وہ راہ ہدایت سے علمی و عملی طور پر ہٹا ہوا ہے اور اس کے اندر موسیقی سننے کے مقابلہ میں قرآن سننے کی رغبت کم پائی جاتی ہے(۱)۔

۲- موسیقی دلوں میں فحش چیزوں کا داعیہ پیدا کرتی ہے، ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ شیطان کا قرآن ہے اور رحمن سے دور کرنے والی رکاوٹ ہے، اس کے ذریعہ سے فاسق عاشق اپنے معشوق کو تکلیف پہنچاتا ہے، شیطان اس کے ذریعہ سے باطل نفوس کو دھوکا دیتا ہے اور اس کو اچھا بنا کر پیش کرتا ہے(۲)۔

۳- موسیقی میں مشغول رہنے والے کی شہادت رد کردی جاتی ہے، علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمیشہ موسیقی میں مشغول رہنا ایسی بے وقوفی ہے جس کی وجہ سے شہادت رد کردی جاتی ہے، لیکن اگر وہ ہمیشہ مشغول نہ رہتا ہو تو رد نہیں کی جائے گی(۳)۔

---

(۱) ابن القیم، اغاثۃ اللھفان: ۱/ ۲۸۴

(۲) سابق مرجع: ۱/ ۲۵۹

(۳) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۴/ ۳۸

۴-دلوں میں نفاق بڑھتا ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عبد اللہ فرماتے ہیں، میں نے اپنے والد سے موسیقی کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے فرمایا: موسیقی دلوں میں نفاق پیدا کرتی ہے، مجھے پسند نہیں ہے، پھر انہوں نے امام مالک کا قول ذکر کیا کہ ہمارے یہاں اسے فاسق لوگ انجام دیتے ہیں[۱]۔

۵-یہ بھی اس کی خرابی ہے کہ اس کی ذریعہ سے حاصل ہونے والی ہر چیز حرام ہے، اس کے ذریعہ سے اجرت حاصل کرنا باطل ہے، اس کے ذریعہ سے مال کھانا باطل ہے، جیسے مردار اور خون کے ذریعہ سے کھانا باطل ہے، کسی آدمی کے لئے گانا گانے والے کے لئے مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے[۲]۔

۶-اسی طرح اس کی یہ خرابی بھی ہے کہ حیاء کو کم کر دیتی ہے اور شہوت میں اضافہ کرتی ہے، اور مروت کو ختم کر دیتی ہے، یزید بن ولید فرماتے ہیں: اے بنی امیہ! موسیقی سے بچو، یہ حیا کو کم کر دیتی ہے، شہوت میں اضافہ کرتی ہے اور مروت کو ختم کر دیتی ہے[۳]۔

۷-خواہشات پر ابھارنے والی ہے اور زنا کا راستہ ہموار کرتی ہے، کیوں کہ یہ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے، کتنی ہی آزاد عورتیں موسیقی کی وجہ سے بد چلن ہو گئیں، کتنے ہی آزاد مرد غلام ہو گئے، کتنے ہی مالدار لوگ غریب و فقیر بن گئے، کتنے ہی اچھے اور باعافیت لوگ اس سے متعارف ہوئے تو ایسے ہو گئے کہ ان پر قسم قسم کی بلائیں اترنے لگیں[۴]۔

علاج کے لئے ہدایات:

۱-قرآن کی بکثرت تلاوت اور اس میں غور وفکر کرنا، یہ مومنین کے لئے لذت ہے، ہر طرح کی وحشت کے مقابلہ میں انسیت ہے، گھبراہٹ سے اطمان اور غم وپریشان سے خوشی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكۡرِ ٱللَّهِۗ أَلَا بِذِكۡرِ ٱللَّهِ تَطۡمَئِنُّ ٱلۡقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ ﴾ [سورة الرعد: ٢٨].

---

(۱) ابن القیم، اغاثۃ اللہفان: ۱/ ۲۴۸

(۲) سابق مرجع: ۱/ ۲۸۴

(۳) سابق مرجع: ۱/ ۲۴۶

(۴) سابق مرجع: ۱/ ۴۶۳

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور جن کے دل اللہ کی یاد سے مطمئن ہوتے ہیں، سنو، اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمنان حاصل ہوتا ہے۔

۲- موسیقی کی جگہوں اور لوگوں سے دوری اختیار کرنا، کیوں کہ محبت یکسانیت کو ثابت کرتی ہے۔

۳- ایسی پڑھائی میں مشغول ہونا جو عقل کو پروان چڑھائے اور اس کے نور میں اضافہ کرے۔

۴- گھر اور مدرسہ میں صحیح اسلامی تربیت ونشوونما۔

۵- مسجد کے منبر اور میڈیا کے ذریعہ لوگوں کے لئے اس کا حکم بیان کیا جائے۔

تجسس:

تجسس کا لغوی مطلب:

چھپی ہوئی چیزوں کی تفتیش کرنا، اکثر اس کا استعمال بری چیزوں کے لئے ہوتا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ عیوب کی تلاش کرنا تجسس ہے، اور جاسوس وہ ہے جو تجسس میں لگا رہتا ہے[1]۔

اصطلاحی مطلب:

لوگوں کا تجسس کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے عیوب کے پیچھے لگنا، جب کہ وہ خلوتوں میں ہوں، یا تو ان کی طرف دیکھ کر، جب کہ ان کو اس کا احساس بھی نہ ہو، یہ ان کی باتیں چوری چھپے سن لی جائیں، اور وہ اس کو نہ جانتے ہوں، یا ان کے مکتوبات، دیتاویز، اسرار اور جو چیزیں وہ لوگوں سے چھپاتے ہیں ان کی بغیر اجازت کے ان کو جان لینا[2]۔

مسلمانوں کے تجسس میں لگنا، ان کے عیوب کے پیچھے پڑنا، ان کے حرکات وسکنات، اقوال وافعال کے ٹوہ میں لگنا ان برائیوں میں سے جن سے اسلام نے منع کیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجۡتَنِبُواْ كَثِيرٗا مِّنَ

(۱) ابن منظور، لسان العرب: ۶/ ۳۸، مادہ: جسس

(۲) عبد الرحمن المیدانی، الأخلاق الاسلامیۃ وأسسھا: ۲/ ۲۳۹

ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا۟ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ [سورة الحجرات:١٢].

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے اور ٹوہ میں نہ لگو، اور تم میں سے کوئی کسی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے، اس کو تم خود ناگوار سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

تجسس: (جیم سے) کا مطلب ہے تلاش کرنا، اور اسی سے کہا جاتا ہے جاسوس، وہ آدمی جو چیزوں کو تلاش کرتا ہو، تحسس (حاء سے) سے مراد وہ ہے جس کا انسان اپنے بعض حواس سے ادراک کرے[1]۔

آپ ﷺ ارشاد فرمایا: ...اے وہ لوگو جو زبان سے اسلام لے آئے لیکن ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کو تکلیف مت دو اور ان کو عار مت دلاؤ، نہ ہی ان کے عیوب کے پیچھے لگو، لہذا جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب کے پیچھے لگتا ہے، اللہ اس کے عیوب کے پیچھے لگ جاتا ہے اور اللہ جس کے عیوب کی پیچھے لگ جائے تو اس کو اس کی سواری کے کجاوہ پر بھی ذلیل کر دیتا ہے[2]۔

آپ ﷺ کا مزید ارشاد ہے: بدگمانی سے بچو کیوں کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے.... تجسس میں نہ لگو، نہ آپس میں کینہ رکھو، نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی کرو، اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ[3]۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جب وہ نظر ڈالتے ہیں اور دروازوں اور کھڑکیوں کے سوراخ میں اپنی نظر داخل کرنے کی جگہ پاتے ہیں تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہے، وہ مسلمانوں کے عیوب کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور ان لمحات کے ذریعہ جس کی وجہ سے ان کے لئے گناہ لکھے جاتے ہیں، لذت حاصل کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "جو

---

(۱) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن:۱۶/ ۲۱۸

(۲) أبو داود، السنن:۵/ ۱۹۴-۱۹۵، حدیث نمبر:۴۸۸۰، ترمذی، الجامع:۴/ ۳۳۱-۳۳۲، حدیث نمبر:۲۰۳۲، الفاظ ترمذی کے ہیں۔

(۳) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے

کچھ لوگوں کے گھر بغیر ان کی اجازت کے جھانکے، وہ لوگ اس کی آنکھ پھوڑ دیں، نہ تو دیت ہوگی اور نہ ہی قصاص "(۱)۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ سہل بن سعد الساعدی نے ان کو بتایا کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ کے دروازہ کے ایک سوراخ سے جھانکا، اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ایک کنگھی تھی جس سے آپ ﷺ اپنا سر جھاڑ رہے تھے، جب آپ ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: "اگر میں یہ جانتا کہ تم مجھے دیکھ رہے تو میں تمہاری آنکھ میں مار دیتا"۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: "اجازت نگاہ کی وجہ سے مقرر کی گئی ہے "(۲)۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں جھانکنے والی کی آنکھ کو ہلکی چیز سے مارنے کا جواز ہے، اگر اس نے اس کو کسی ہلکی چیز سے مارا تو اس کو پھوڑ دیا تو کوئی ضمان نہیں ہے جب کہ کسی ایسے گھر میں دیکھ رہا ہو جس میں کوئی محرم عورت نہ ہو، واللہ اعلم (۳)۔

تجسس کی قسمیں:

دشمنوں کی تیاری، ان کی تعداد، حرکات پر ان کی فتح کے موقع کو کم کرنے کے لئے تجسس میں لگنا۔

دوسری قسم: حکومت کا مشکوک لوگوں پر تجسس کرنا، اس کے اسلام میں احکام موجود ہیں (٤)۔

تیسری قسم: لوگوں کا ایک دوسرے کے تجسس میں لگنا، وہ یہاں مقصود ہے۔

تجسس کی تباہ کاریاں:

---

(۱) نسائی: ۸/ ۱۶، حدیث نمبر: ۴۸۶۰، امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲) بخاری: ۴/ ۲۷۴، حدیث نمبر: ۶۹۰۱، مسلم: ۳/ ۱۶۹۸، حدیث نمبر: ۴۰/ ۲۱۵۶

(۳) صحیح مسلم مع شرح النووی: ۱۴/ ۱۳۸

(۴) تجسس کے فقہی احکام اور اس کی قسموں کو جاننے کے لئے دیکھئے کتاب: التجسس وأحکامه في الشريعة الاسلامية، مصنف: محمد راکان الدغمی، ناشر دارالسلام

۱-جو کوئی تجسس کرتا ہے تو وہ ایک حرام کام کا ارتکاب کرتا ہے اور اللہ کی جانب سے ممنوع چیز کو انجام دیتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجۡتَنِبُواْ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٞۖ وَلَا تَجَسَّسُواْ﴾ [سورة الحجرات: ۱۲].

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور ٹوہ میں نہ لگو۔

۲- مسلمانوں کے تجسس میں لگنے کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو ایسی رسوائی کا مستحق بناتا ہے جس کے ذریعہ اللہ اسے رسوا کرتا ہے، اگر چہ وہ اپنی سواری پر کیوں نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب کے پیچھے لگتا ہے، اللہ اس کے عیوب کے پیچھے لگ جاتا ہے، اور اللہ جس کے عیوب کے پیچھے لگ جائے اس کو اس کی سواری کے کجاوہ پر بھی ذلیل کر دیتا ہے"(۱)۔

۳- تجسس کرنے والے اور جس کے خلاف کیا جارہا ہے، اس کے درمیان کینہ، بغض اور دشمنی بڑھ جاتی ہے۔

۴- جو مسلمانوں کے عیوب سے مطلع ہوتا ہے وہ اسی میں لگ جاتا ہے، اور لایعنی چیزوں میں مشغول ہو کر اپنے لئے مصیبتیں کھڑی کرلیتا ہے۔

۵- تجسس کرنے والا سماج کی نفرت اور خوف کو اپنے لئے ثابت کرلیتا ہے، اور لوگ اس سے ڈرتے ہیں کہ اس نے چپکے سے جو راز حاصل کئے ہیں اسے افشا کر دے گا۔

علاج کے تربیتی ہدایات:

۱-خاندان اور سماجی ادارے مسلمانوں کے عیوب کے تجسس کی سنگینی کو واضح کریں، اور یہ بھی بیان کریں کہ تجسس کی وجہ سے کینہ، بدنیتی، اور دوری پیدا ہوتی ہے اور رازوں کا افشا کرنا سماجی انتشار کا سبب بنتا ہے۔

۲- جس شخص کا نفس اسے مسلمانوں کے تجسس پر آمادہ کرے وہ اللہ کی سزا اور اس کے رسول کے قول کو یاد کرے، گرچہ وہ اپنی سواری کی پشت پر ہی کیوں نہ ہو۔

---

(۱) حوالہ گزر چکا ہے

۳-وہ اسلامی اخلاقی میزان کو سامنے رکھے کہ وہ مسلمانوں کے لئے وہ چیز پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے او راس چیز کو ناپسند کرے جسے وہ اپنے لئے ناپسند کرتا ہے، کیوں کہ یہی ایمان کا کمال ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: مومن اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے[۱]۔ چنانچہ وہ مسلسل اس کا تصور کرے اور اپنے معاملات میں اس کو انجام دے۔

۴-وہ یہ یاد کرے کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے نفس تجسس سے بہت بلند ہوتے ہیں، بلکہ لوگوں کے عیوب جب ان کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں تو وہ اہمیت نہیں دیتے، اور چشم پوشی کرتے ہیں۔

عروہ بن الورد کہتے ہیں[۲]:

میری پڑوسن کے گھر جو جب ہوائیں ظاہر کرتی ہیں تو میں نگاہ پھیر لیتاہوں یہاں تک کہ گھر کا حصہ چھپ جائے۔

نشر بن شداد جو کہ ایک جاہلی شاعر کہتاہے:

جب میری پڑوسن میرے سامنے ظاہر ہوتی ہے تو میں نگاہیں جھکا لیتا ہو۔ یہاں تک کہ میری پڑوسن اپنے ٹھکانہ کے قریب چلی جائے، کیا خیال ہے ایسے شخص کے بارے میں جو لوگوں کے عیوب کے پیچھے لگتاہے، جب کہ وہ مسلمان ہے، حالانکہ جاہلیت کے عقلمند لوگوں نے بھی اسے ناپسند کیاہے۔

اس چیز کو دیکھنا جس سے اللہ نے منع کیاہے:

لغوی مطلب:

نظر: آنکھوں کا احساس اور کسی چیز کو دیکھناہے[۳]۔

حرام: حلال کی ضد ہے، اور اس کی جمع حرُم ہے[۴]۔

---

(۱)احوالہ گزر چکاہے

(۲) عروۃ بن الورد، دیوان عروۃ بن الورد والسموٴل، دار صاد، بیروت:۱۹

(۳)عنتر بن شداد، اشعار عنتر العبسی، تقدیم وشرح: محمد عبد المنعم خفاجی:۸۶

(۴)ابن منظور، لسان العرب:۵/ ۲۱۵

اور حرام وہ ہے جو ممنوع ہو یا تو الٰہی حکم کی وجہ سے یا کسی اور رکاوٹ کے سبب[1]۔

اصطلاحی مطلب:

وہ آنکھ جس سے اللہ کی منع کردہ چیزوں میں غور کرتا ہے۔

نظر کے بہت سارے اسباب ہو سکتے ہیں، ان میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱- کسی چیز کو جاننے کی چاہت اور اس کے وصف، حجم، رنگ اور مقدار کو متعینہ طور پر جاننا۔

۲- دیکھی جانے والی چیز کے مشاہدہ سے لذت حاصل کرنا۔

۳- جسے دیکھ رہا ہے اس کی محبت کو کھینچنا اور اس کے دل کو مائل کرنے کی کوشش کرنا۔

۴- جسے دیکھ رہا ہے اس کا اپنی خوبصورتی، یا بدصورتی کی وجہ سے نظروں کو متوجہ کرنے والا ہونا۔

حرام چیزوں کو دیکھنے کی تباہیاں:

نظر اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے، جب انسان اس کا ناجائز چیزوں میں استعمال کرتا ہے تو یہ اس کے لئے وبال وشر، آفتوں اور نقصانات کا سبب بنتا ہے، وہ نقصانات یہ ہیں:

۱- حرام نظر میں خالق کی معصیت ہے اور اس نعمت کی ناشکری ہے، جسے اللہ نے جھکانے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٣٠﴾ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ [سورة النور: ٣٠-٣١].

ترجمہ: مومن مردوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے پاکیزہ ہے، بے شک اللہ باخبر ہے اس سے جو وہ کرتے ہیں، اور مومن عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

---

(۱) الصفہانی، المفردات فی غریب القرآن: ۱۱۴

۲- نظر ایک خطرناک ذریعہ ہے اور محرمات کے ارتکاب کا راستہ ہے، چنانچہ مرد کا عورت کو یا عورت کا غیر محرم مرد کو دیکھنا شر کا باعث بنتا ہے اور شہوت کو ابھارتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: نظر ابلیس کے زہر آلود تیر میں سے ایک تیر ہے[۱]۔

۳- حرام نظر پریشانی اور اضطراب کا باعث ہوتی ہے، کتنے ہی ایسے دل ہیں جو مطمئن ہوتے ہیں، برائی سے دور رہتے ہیں، حرام چیز کو براہ راست ٹیلی ویژن، میگزین کے ذریعہ سے دیکھنا اطمنان کے بجائے فورا اسے شر وفساد، بے چینی اور اضطراب تک پہنچادیتا ہے۔

۴- حرام چیز کو دیکھنا اپنی سوچ کو اللہ کی اطاعت سے اور ایسی چیزوں سے جو انسان کو اس کی دنیا اور آخرت میں نفع پہنچاتی ہیں، غافل کرنا ہے، کتنی ہی حرام نظریں ہیں جنہوں نے اس طرح دیکھنے والے کو عبادت کے انجام دینے یا سنت نبوی کو قائم کرنے سے روک دیا یا اسے اس کے ذریعہ معاش اور کام سے غافل کر دیا۔

۵- حرام نظر دلوں کے مرض اور خیر کے ارادہ کو کمزور کرنے کا سبب بنتی ہے۔

علاج کا تربیتی طریقہ:

علاج کے تربیتی طریقے جو حرام چیزوں پر نظر ڈالنے والے کی اصلاح کرتے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

۱- انسان اس کو جانے اور اس کا احساس رکھے کہ اللہ تعالی کی انسان پر یہ نعمت ہے کہ اس نے انسان کو دیکھنے والی دو آنکھوں سے نوازا ہے، ان کے ذریعہ انسان اللہ کی جائز چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، نعمت کا حق یہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے، اور اس کا انکار نہ کیا جائے، اور اس کا شکر یہ ہو گا کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے رک جائے اور دل وزبان، اللہ کی تعریف میں مشغول ہو کہ وہ نگاہ کی نعمت سے محروم نہیں ہے۔

۲- انسان اپنے اعضاء کے متعلق ذمہ داری کا احساس کرے، اس میں سے نگاہ بھی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا ﴿٣٦﴾ ﴾ [سورۃ الإسراء:۳۶].

(۱) احاکم، مستدرک: ۴/ ۳۱۴، انہوں نے کہا کہ: یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے موافقت کی۔

ترجمہ: اور ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کی تم کو خبر نہیں ہے، بے شک کان اور آنکھ اور دل سب کے آدمی سے پوچھ ہو گی۔

۳- نگاہ جھکانے کے بہت سارے اچھے انجام ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "نظر شیطان کی زہر آلود تیر میں سے ایک تیر ہے، جو اسے اللہ کے ڈر سے چھوڑ دے، اللہ تعالی اسے ایسا ایمان عطا کریں گے جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا"(۱)۔

جو شخص حرام چیزوں سے اپنی نگاہ جھکالے، اللہ تعالی اس کے دل اور نگاہ میں نور عطا کرتے ہیں، چنانچہ یہ شخص وہ چیزیں دیکھ لیتا ہے جو نگاہوں کی حرام چیزوں سے حفاظت نہ کرنے والا نہیں دیکھ سکتا(۲)۔

۴- یہ جاننا کہ نگاہ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے، اسی کے ذریعہ سے انسان علوم و معارف حاصل کرتا ہے اور دین و دنیا میں ان سے فائدہ اٹھاتا ہے، لہذا اسے حرام چیزوں میں استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

۵- حرام نظر پر ابھارنے والے وسائل سے دور رہنا چاہئے جیسے کہ بازار، ملنا جلنا، اخبارات، میگزین اور ٹیلی ویژن میں تصویریں دیکھنا۔

---

(۱) حوالہ گزر چکا ہے

(۲) الکتب ابن قیم الجوزیۃ، اغاثۃ اللہفان: ۱/ ۶۰-۶۱

تیسرا مبحث:

عملی و فعلی برائیاں

عملی برائیوں سے مراد وہ اخلاقی بے راہ روی ہے جس کو جسمانی محنت اور کوشش سے انجام دیا جاتا ہے، جیسے کہ زناکاری، چوری، بے پردگی اور منشیات کا استعمال، چوں کہ اس طرح کی بد اخلاقیاں بکثرت پائی جاتی ہیں، اس لئے ان کی سنگینی و خطرناکی کو ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے:

شرکیہ اعمال:

لفظی برائیوں کے ذکر سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شرک کا مفہوم کیا ہے اور اس کے اسباب و علاج کیا ہیں، ہم یہاں شرکیہ اعمال کی چند قسموں کو ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، جو کہ حسب ذیل ہیں:

۱- غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا:

بد اخلاقی کا سب سے برا مظہر یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے تئیں اس بد اخلاقی کا مظاہرہ کرے، مثال کے طور پر جو عبادتیں اللہ کے لئے مختص ہیں، انہیں کسی غیر اللہ کے لئے انجام دے، جیسے کہ غیر اللہ کے لئے ذبح کرے، جو کہ شرک ہے، اللہ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾﴾ [سورۃ الأنعام: ۱۶۲-۱۶۳].

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کے لئے خون بہانا درست نہیں، اور نہ ہی غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا جائز ہے۔

کچھ لوگ بچپن سے ہی اس بات کی تربیت پاتے ہیں کہ جن وشیاطین کے لئے ذبح کرتے ہیں اور دفع ضرر یا جلب منفعت کے لئے خون بہاتے ہیں، جو کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے، جب کہ مسلمان کے اوپر یہ واجب ہے کہ اپنی تربیت اللہ کی خالص توحید پر کرے، نیز اپنے اہل و عیال کو بھی اسی کی تعلیم و تربیت دے، تاکہ دنیا و آخرت میں فوز و فلاح سے ہمکنار ہو۔

۲- تعویذ لٹکانا:

یہ اخلاقی بے راہ روی بھی عقیدہ توحید کے مخالف ہے کہ بندہ کا دل تعویذ گنڈوں سے وابستہ رہے، جو انسان، حیوان یا گاڑی وغیرہ پر اس نیت سے لٹکایا جائے کہ اس سے بد نظری اور حقد وحسد سے حفاظت ہوتی ہے، اور خیر وبھلائی اور شفاء حاصل ہوتی ہے، نبی ﷺ نے اپنی امت کو شرکیہ اعمال سے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: دم، تعویذ، گنڈے اور ٹونا شرک ہیں[۱]۔

تعویذ سے مراد وہ پتھر اور اس کے ہم مثل اشیاء ہیں جو نظر بد سے بچنے کے لئے بچوں کے جسم پر لٹکائے جاتے ہیں۔

ٹونا سے مراد وہ چیز ہے جو اس غرض سے اپنائی جاتی ہے کہ اس سے عورت اپنے شوہر کی نظر میں محبوب بن جائے گی، اور شوہر بیوی کی نظر میں محبوب بن جائے گا۔

دم اور جھاڑ پھونک: میں شرعی طور پر جائز وہ ہے جس میں تین شروط پائے جاتے ہوں:

۱- کلام الٰہی اور اسماء وصفات پر مشتمل ہو، یا دعاء واستعاذہ سے عبارت ہو۔

۲- عربی زبان میں ہو جس کا معنی ومفہوم واضح ہو۔

۳- یہ عقیدہ نہ رکھے کہ یہ جھاڑ پھونک بذات خود نفع پہنچاتا ہے، بلکہ قضاء الٰہی سے اس کا فائدہ حاصل ہوتا ہے[۲]۔

۳- بزرگوں کی قبروں میں غلو کرنا:

تعظیم کی غرض سے قبروں کا رخ کرنا شرک ہے، خواہ یہ تعظیم قبروں کے طواف کی شکل میں ہو یا ان پر مساجد تعمیر کرنے کی شکل میں، یا ان قبروں کے مدفونین سے مدد طلب کرنے کی شکل میں، یہ تمام شکلیں حرام ہیں، کیوں کہ یہ سب عبادت ہیں، اور عبادت کی کوئی قسم اللہ کے علاوہ کسی کے لئے زیبا نہیں ہے، صحیح حدیث میں آیا ہے: (اے

---

(۱) احمد: ۱/ ۳۸۱، اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۲) محمد القرعاوی الجدید فی شرح کتاب التوحید: ۹۱

اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ اس کی عبادت ہونے لگے، اس قوم پر اللہ تعالی کا غیظ وغضب نازل ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا)[۱]۔

مندرجہ بالا حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ خود رسول نے یہ دعا کی الہی میری قبر کو بت خانہ مت بننے دینا کہ لوگ تم کو چھوڑ کر تمہاری پرستش کرنے لگیں اور جب یہ حال آپ کی قبر کے بارے میں ہے جب کی آپ دنیا کے سب سے بہترین شخصیت کے مالک ہیں پھر اوروں کی قبروں کا کیا کہنا؟ یہی وجہ کہ ایک مسلمان پر واجب ہے کہ صرف اور صرف اللہ کی عبادت کرے جیسا کہ اسے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خود توحید خالص کا عادی بنائے۔

جنسی انحرافات اور گمراہیاں

جنسی گمراہیوں کا مفہوم

وہ جنسی گمراہیاں اور انحرافات عام طور پر جن کا شکار عوام الناس ہوتی ہے مثلاً زنا، ہم جنس پرستی، اور لواطت تو ان سب کو اسلام نے بہت پہلے زمانہ جاہلیت میں ہی حرام قرار دے کر ان کا قلع قمع کر دیا تھا۔

مزید وضاحت میں جانے سے قبل اس کی تعریف کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

زنا۔ زنا ہر اس بد فعلی کو کہتے ہیں جس کا نکاح بغیر نکاح صحیح کے کیا جائے یا پھر جو عورتیں یا باندیاں ہماری ملکیت میں ہیں۔ ان کے علاوہ کے ساتھ کیا جائے اور اس پر علمائے اسلام کا بالجملہ اتفاق ہے۔

زنا کی ایک دوسری تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ مرد ایک عورت کے پاس آئے اور دونوں کے درمیان جماع کا صدور ہو بغیر نکاح شرعی کے یا ازدواجی رشتہ کے [۲]۔ یا مرد کا اپنی شرمگاہ داخل کرنا ایسی عورت کے فرج میں جو اس کے لئے حلال نہ ہو۔[۳]

لواطت۔ یہ عربی لفظ لاط، یلوط کا مصدر ہے جس کا مطلب ہے قوم لوط کی بد فعلی کو انجام دینا۔ عربی میں لوّط فلان اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص قوم لوط کے عمل کو انجام دیتا ہے۔[۴]

---

(۱) مؤطا مالک: ۸۵

۲ المودودی۔ تفسیر سورۃ النور۔ ص۔ ۳۸

۳ الشنقیطی۔ تفسیر سورۃ النور۔ ص (۲۵)

۴ الراغب الاصفهانی لمفردات فی غریب القرآن ص۔ ۴۵۶

السحاق-(سین پر زیر اور زبر دونوں طریقے سے پڑھا جاتا ہے)
السحق - کہتے ہیں فرسودہ کپڑے کو، اور سین پر پیش کے ساتھ السحق کہتے ہیں بعد یعنی دوری کو۔ امراۃ ساحقۃ کہ کر کسی کی برائی بیان کی جاتی ہے[1])اور اصطلاح میں ایسی مباشرت کو کہتے ہیں جس میں دخول نہ ہو[۲]۔

جنسی انحرافات کے محرکات؛ذیل میں چند اہم محرکات کا ذکر کیا جارہاہے جو جنسی انحرافات کا سبب بنتے ہیں-

۱. غلو اور وہم وگمان-کچھ لوگوں کا یہ گمان ہوتا ہے کہ اصل تلذذ اور جنسی مزہ بہت سارے لوگوں کے ساتھ جنسی تعلق رکھنے میں ہے۔ جبکہ واضح ہے کہ یہ خیال ان کو حقیقی اور اس فطری لذت سے دور کر دیتا ہے جو شرف شرعی نکاح کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے- کہ اس میں صیانت وعفت اور پاکدامنی کا عنصر ہوتا ہے-اور مشارکت و غیر کی لذت سے پاک ہوتی ہے-

انہی غلط تصورات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ ابن الجوزی رح نے فرمایا کہ جب دل کی کھٹک کا اھراک نہ ہو تو اس سے وہم پیدا ہوتی ہے اور پھر جب رجوع الی اللہ نہ پایا جائے تو اس میں وسوسہ شامل ہو کر سہوت وحوس کا ظہور ہر تاہے-

۲. ذرائع ابلاغ کی برانگیختگی:

وہ چیزیں جو جنسی ہیجان کو برانگیختہ کرتی،اور فحاشیت کو رواج دیتی ہیں ان میں ذرائع ابلاغ اور ادبی وسائل بھی جرائد ومجلات اور ٹیلی ویزن کی شکل میں سرفہرست ہیں- جو پر فتن تصاویر اور مردوعورت کی شہوانیت کا کھلے عام تشہیر کرتی ہیں-اسی طرح وہ تحریرں اور عشقیہ قصے بھی اس میں شامل ہیں جن کو اہل ناشر اور کتب خانے محض اپنی تجارت کے لئے چھاپتے اور شائع کرتے ہیں-

اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا مودودی نے فرمایا کہ جنسی شہوانیت کا مصدر ادب، تصاویر، فلم،ڈرامہ، رقص،روزنامے،ہفتہ واری مجلات اور ان ماہناموں کی برانگیختگی ہے جو قصے، کہانیاں اور عریانی تصاویر کو شائع کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ فحاشیت کے انتشار کا اہم ذریعہ اور سبب ہیں۔لہذا اگر آپ ان ذرائع ابلاغ کے نتائج پر غور کریں گے تو پائیں گے کہ اسلامی ممالک بھی بے حیائی میں کسی قدر پیچھے نہیں ہیں۔ جہاں عورتیں غایت درجہ کا جمال

---

۱ الفیروزآبادی،القاموس المحیط،(۳/۲۴۴)مادہ سحق

(۲)سید سابق،فقہ السنۃ:۲/۴۲۶

اور زیب و زینت اختیار کرتی ہیں تا کہ دیکھنے والوں کو مسحور کر سکیں۔ اور اس کی وجہ وہ اشتہارات ہیں جو لڑکے اور لڑکیوں کی خاص مصنوعات کی تشہیر کرتی ہیں جس سے مردوزن کی شہوانیت بھڑکتی اور برانگیختہ ہوتی ہیں۔

۳- بے حجابی و برہنگی۔

جنسی شہوانیت کو بڑھاوا دینے کی محرکات میں سے ایک محرک عورتوں کی عریانیت اور ان کا زیب و زینت اختیار کر کے، خوشبو لگا کر اور اپنے حسن و جمال اور مفاتن کو ظاہر کر کے گھر سے باہر نکالنا بھی ہے جس سے مردوزن کا اختلاط اور اجنبی کے ساتھ خلوت در پیش ہوتی ہے اور یہی تو اصل دروازہ ہے شیطان کا، اسی ل ئے اسلام نے ہم کو اجنبی مردو عورت کے ساتھ خلوت سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: "لایخلون رجل بامراۃ الا مع ذی محرم، فقال رجل، فقال: یارسول اللہ امراتی خرجت حاجۃ، واکتتبت فی غزوۃ کذا وکذا قال ارجع فحج مع امراتک)

جیسا کہ عورتوں کے ل ئے عمل اور روزگار کے دروازوں نے مردوزن کے مابین اختلاط کو دوبالا کر دیا ہے جس سے نظریں ملانا، گفتگو کرنا اور مسکراہٹ آسان ہو گئ ہے۔ نتیجتا فتنے کے دروازے کھل چکے ہیں اور شر و فساد کی آگ بھڑک چکی ہے۔ اور اخلاقی اقدار کو پستی نے اس طرح گھیر لیا ہے کہ حجاب سے انکار اور سرکشی عام ہو گئ ہے۔

۴. گانا بجانا اور موسیقی۔

گانا بجانا اور موسیقی بھی نفسیاتی خواہش کو بھڑکانے کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موسیقی انسان کی عقل پر شراب سے بھی زیادہ اثر انگیز ہوتی ہے جو روح کو پراگندہ کرتی ہے اور زنا، سحاق اور لواطت کو مزین کر کے انسانی عقل پر پیش کرتی ہے، کیوں کہ غناو طرب زنا کا راستہ ہموار کرتی ہے، اور وہ سب سے بڑی وجہ ہے کہ فحاشیت میں ملوث ہونے کی[1]۔ بخدا کتنے ہی نوجوان ایسے دیکھے ہیں جو ڈھول تاشوں کی وجہ سے سرکش ہو گئے اور کتنے ہی آزاد ایسے ہیں جو موسیقی کی وجہ کر بچوں اور نوجوان نسل کے غلام بن گئے[2]۔

۵- شادی میں تاخیر:

زنا اور لواطت کی طرف میلان کی وجوہات میں سے ایک وجہ شادی میں دشواری بھی ہے، یا ایسی مشکل اور واہیات شرائط کی پابندی کرنا جس کی ازدواجی زندگی میں کوئی قیمت نہیں، مثلا متعین وظیفہ کا ہونا یا ایسی صفات

(۱) ابن تیمیہ، الفتاوی: ۱۰/ ۴۱۷

(۲) ابن قیم الجوزیہ، إغاثۃ اللھفان: ۱/ ۲۶۵

وخوبصورتی کی شرط لگانا جس کی حصولیابی مشکل ہے، جس کی وجہ سے وقت ضائع ہونے لگتا ہے اور نوجوان وہم وخیال کے پیچھے بھاگنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ موقع ختم ہو جاتا ہے اور عفت وامانت کی زنجیر شہوت اور نفسیاتی خواہش کے آگے دم توڑ دیتی ہے تو پھر وہ حرام میں پڑ جاتے ہیں اور فساد وعدوان کا راستہ اختیار کر بیٹھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے رشتے کے اختیار اور انتخاب کے معیار کو متعین کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے پاس جب کوئی شخص آئے جس کی دینداری اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اس میں کچھ ہو؟ آپ ﷺ نے تین بار یہی فرمایا: جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آئے جس کی دینداری اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس سے نکاح کر دو[(۱)]۔

ایک دوسری جگہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عورتوں سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے ۔ان کے مال ودولت کی وجہ سے، ان کے حسب ونسب کی وجہ سے، ان کے حسن وجمال اور خوبصورتی کی وجہ سے اور ان کی دینداری کی وجہ سے، لہٰذا تم دیندار عورت کا انتخاب کر کے کامیاب ہو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں"[(۲)]۔

٦-زوجین کے درمیان بے توجہی:

شوہر کی غیر موجودگی یا امور دنیا کی مشغولیت میں اپنی بیوی سے عدم توجہی بھی جنسی انحراف کی ایک بڑی وجہ ہے ۔اسی طرح بیوی کی اپنی شوہر کی جانب بے رغبتی بھی اس کی وجہ ہے۔ جس کے سبب دونوں میں سے ایک یا دونوں تسکین کی خاطر کسی موجود کی طرف مائل ہوتے ہیں اور پھر اخلاقی انحطاط، عدوان اور فحاشیت رونما ہوتی ہے۔

٧-غلط تربیت:

اسی طرح جنسی گمراہیوں کا ایک بڑا سبب غلط اور غیر معتدل تربیت بھی ہے۔ بے شک اللہ نے ہر فرد بشر کو جنسی قوت سے نوازا ہے تاکہ وہ اپنی خواہش کو معتدل طریقے سے پوری کرے اور انسانی نسل کی بقاء کا سامان فراہم ہو۔ لیکن اس کے برعکس کچھ لوگ اپنی نفسیاتی پہچان کی تسکین کے لئے شرم وحیاء کی دیوار کو لانگ کر حرام کا سہارا لیتے ہیں۔ تو کچھ زنا میں ملوث ہوتے ہیں جب کہ کچھ اس سے بھی تجاوز کر لواطت جیسی غلط حرکت کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔

---

(۱) ترمذی: ۳/۳۹۵، حدیث نمبر: ۱۰۸۵ أبو عیسی ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے، البانی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، سنن الترمذی: حدیث نمبر: ۸٦٦-۱۰۹۷

(۲) بخاری: ۳/۳٦۰، حدیث نمبر: ۵۰۹۰، مسلم: ۲/۱۰۸٦ حدیث نمبر: ۵۳/۱۴٦٦ حدیث کے الفاظ امام مسلم کے ہیں

یہ جنسی احساس انسان کے دل میں کھٹکنے والی تمام احساسات سے زیادہ سنگین ہے[۱] کہ جس کا علاج اسلامی تربیت سے کیا گیا ہے اور وہ نفس اسلامی تہذب سے مزین نہ ہوتی تو یہ اپنے تمام حدود کو تجاوز کے اس آوارہ بکری کی طرح ہو جاتی جو تمام نباتات کو چیرتی، ہر درخت کو ہڑپ کر جاتی اور ہر جگہ بلا حدود و قیود آوارہ پھرتی ہے، تو یہ وہی لوگ ہیں جن کی سناشائی اسلامی قوانین وضوابط اور اصول وتربیت سے نہیں ہوتی اور ان کا حال بعینہ اسی طرح ہو جاتا ہے جیسا کہ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جدید دنیا نفسیاتی خواہشات کی دبانے سے روکش ہے اور آزادی کے تمام حدود کو پامال کر دیتی ہے، جس کی وجہ سے نوجوان نسل اپنی جسمانی شہوت کو اس ڈھٹائی سے انجام دیتی ہے کہ ان کو اپنے جرم کا احساس اور محاسبہ کا خوف تک نہیں ہوتا اور نہ ہی ضمیر کے ذریعہ اور نہ ہی ملک ومعاشرہ اور دین کے ذریعہ[۲]۔

علامہ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورتوں کی آزادی کو کچھ ایسی پشت پناہی حاصل ہے کہ ان کے ان احوال کو برا تک نہیں سمجھا جاتا۔ اور والدین کی سوء تربیت اور کمزور نگرانی نے لڑکیوں کے لئے ایسی آزادی میسر کر دی ہے جو تیس اور چالیس سال کے لڑکوں تک کو حاصل نہیں ہے[۳]۔

جنسی گمراہیوں کی بتاہ کاریاں:

۱- یہ گناہ اور سزا کا مستحق بناتی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے زنا کا موازنہ شرک اور قتل سے کیا ہے، ارشاد باری ہے: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾﴾ [سورۃ الفرقان:۶۸].

ترجمہ: اور جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جن جاندار کو مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے ان کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریقے پر اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہو گا۔

چوں کہ زنا ایک عظیم فتنہ ہے، اور یہ سراسر نظام دنیا کی مصلحتوں جیسے حسب نسب اور شرمگاہ کی حفاظت اور پاکدامنی کے متضاد ہے، اس لئے یہ بھی قتل کی طرح کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

---

(۱) محمد قطب، الانسان بین المادیۃ والإسلام: ۲۱۰

(۲) سابق مرجع

(۳) أبو الاعلی مودودی: الحجاب: ۱۲۸

شادی شدہ زانی کا حد کوڑے لگانا ن ہے بغیر کسی ترس اور رحم کے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجۡلِدُواْ كُلَّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا مِاْئَةَ جَلۡدَةٖۖ وَلَا تَأۡخُذۡكُم بِهِمَا رَأۡفَةٞ فِي دِينِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۖ وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٞ مِّنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴿٢﴾ ﴾ [سورة النور: ٢].

ترجمہ: زانی اور زانیہ دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو، اور اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو خدا کے حکم کی بجا آوری میں تمہیں ہر گز ترس نہ آئے اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ: "جھ سے سیکھ لو، سیکھ لو مجھ سے (شرع کی باتیں) اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے ایک راہ نکالی جب "بکر" زنا کرے "بکر" سے تو سو کوڑے لگاؤ اور ایک سال کے لئے ملک سے باہر کر دو اور "ثیب" "ثیب" سے کرے تو سو کوڑے لگاؤ پھر پتھروں سے مار ڈالو"(١)۔

اگر شادی شدہ ہوں تو زانی اور زانیہ دونوں کی حد رجم ہے جیسا کہ غامدیہ اور ماعز رضی اللہ عنہما کو رجم کیا گیا(٢)۔ اگر غلام ہو تو اس پر بھی حد قائم کی جائے گی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرائے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے (گواہوں سے یا اقرار سے) تو اس کو حد کے کوڑے لگائے (اگرچہ اس کا نکاح ہو چکا ہو کیونکہ لونڈی اور غلام پر رجم نہیں ہے) اور نہ جھڑکے اس کو، پھر اگر وہ زنا کرائے تو پھر حد کے کوڑے لگائے اور نہ جھڑکے اس کو، پھر اگر تیسری بار زنا کرائے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو اس کو بیچ ڈالے اگرچہ بال کی رسی ہی اس کی قیمت آئے۔"(٣)۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ فَإِذَآ أُحۡصِنَّ فَإِنۡ أَتَيۡنَ بِفَٰحِشَةٖ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ مِنَ ٱلۡعَذَابِۚ ﴾ [سورة النساء: ٢٥].

ترجمہ: پھر اگر نکاح میں آ کر بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں کے لئے اس کا نصف ان کو دی جائے۔

---

(١) صحیح مسلم: ٣/١٣١٦، حدیث نمبر: ١٢/١٦٩٠

(٢) اكتب الحاشية هنا

(٣) اكتب الحاشية هنا

جہاں تک کا معاملہ ہے لوطی کا تو فاعل اور مفعول دونوں کے ہی معاشرہ سے ختم کر دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس کو بھی قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو، اور جس کو جانور کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے پاؤ تو اس کو بھی قتل کر دو اور جانور کو بھی مار ڈالو"(۱)۔

اور جہاں تک حد کی صفت کی بات ہے تو اس میں بہت سارے اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کو آگ سے جلا دیا جائے گا جب کہ بعض کا قول ہے کہ اس چھت سے سر کے بل پھینک دیا جائے گا، اسی طرح ایک قول رجم کرنے کا بھی ہے۔

۲-اس طرح زنا کی آفتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ فقر وفاقہ، عمر میں کمی اور مرتکب کے چہرے کو کالا کرنے کا موجب بنتی ہے، دل کو تار تار کر کے اسے مریض اور مردہ بنا دیتی ہے، حزن وآلام اور خوف وہراس کا باعث بنتی ہے۔ اس لئے شارع نے اس میں سب سے فضیح اور بری موت کا حکم صادر فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ یورپ کے لوگوں میں اپنی عورتوں کے تعلق سے غیرت کا فقدان اس قدر نظر آتا ہے کہ باپ بیٹی سے اور بھائی کا بہن سے زنا کرنا کوئی تعجب خیز امر نہیں رہا(۲)۔

جب کہ مسلمانوں کی غیرت وحمیت اس کے برعکس ہے، وہ اپنے اہل وعیال اور خاندان کے درمیان جنسی فحاشیت کو برداشت نہیں کرتا اور پرزور طریقے سے اس کی مخالفت کرتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر کسی کو میں اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو اس کو الٹی تلوار سے مار ڈالوں گا، تو جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں سعد کی غیرت سے تعجب ہوتا ہے، خدا کی قسم میں اس سے بھی زیادہ غیرت مند ہوں، اور اللہ تعالی مجھ سے بھی زیادہ باغیرت ہے اور اسی غیرت کی وجہ سے اس نے ظاہری اور باطنی تمام قسم کی فحاشیت کو حرام قرار دیا(۳)۔

۳-جب زنا عام ہو جائے کسی قوم میں تو اللہ کے غضب، ناراضگی اور عذاب کا نزول ہونے لگتا ہے، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب سود اور زنا کسی بستی میں عام ہو جائے تو لوگ عذاب کے حقدار ہو جاتے ہیں"(٤)۔

---

(۱) ابوداؤد: ۴/ ۴۰۷-۴۰۸ حدیث نمبر: ۴۴۶۲۰، ترمذی: حدیث نمبر: ۱۴۵۶

(۲) سبل السلام للصنعانی: ۴/ ۱۲۸۴-۱۲۸۵

(۳) بخاری: ۴/ ۳۸۷، حدیث: ۷۴۱۶، مسلم: ۲/ ۱۱۳۶، حدیث نمبر: ۱۴۹۹

(۴) الحاکم، المستدرک: ۴/ ۲۳ علامہ البانی نے الجامع الصحیح میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۴-جہاں تک معاملہ ہے لواطت کا تو یہ ایسی گندگی ہے جس کو نفس قبول نہیں کرتی اور طبع سلیم جو اللہ کی فطرت سے منحرف نہ ہو اس سے نفرت کرتی ہے، یہ ایسی فحاشیت ہے جس کا ارتکاب سب سے پہلے قوم لوط نے کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦٓ أَتَأْتُونَ ٱلْفَٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٨٠﴾﴾ [سورة الأعراف: ٨٠].

ترجمہ: اور جب لوط نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو جسے تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے نہیں کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوطیوں کی صفت بتائی کہ وہ مجرم ہوتے ہیں، ارشاد باری ہے:﴿ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٨٤﴾﴾ [سورة الأعراف: ٨٤].

ترجمہ: اور ہم نے ان پر بارشیں برسائی تو دیکھ لو مجرموں کا انجام کیا ہوتا ہے۔

اسی طرح اللہ نے اس عمل کو انجام دینے والوں کے بارے میں کہا کہ وہ فاسق وفاجر اور بدکار لوگ ہیں، اور ان کا یہ عمل خباثت سے بھرا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ وَلُوطًا ءَاتَيْنَٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَٰهُ مِنَ ٱلْقَرْيَةِ ٱلَّتِى كَانَت تَّعْمَلُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ قَوْمَ سَوْءٍ فَٰسِقِينَ ﴿٧٤﴾﴾ [سورة الأنبياء: ٧٤].

ترجمہ: اور یاد کرو لوط کو کہ ہم نے ان کو حکم وحکمت دی اور اس بستی سے نجات دی جہاں کے لوگ گندے کام کیا کرتے تھے، بے شک وہ برے اور بدکار لوگ ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قوم لوط کی توصیف سب سے برے اور گھٹیا پیرائے میں کی، چوں کہ یہ عمل ایک اخلاقی جرم ہے اور اس کا مرتکب طبع سلیم جو انسانی فطرت ہے، اس سے نکل جاتا ہے۔

۵-لواطت ایک ایسی بیماری ہے جو اس کے مرتکبین کو اللہ کے غیظ وغضب اور ناراضگی کی زد میں لا دیتی ہے، قوم لوط کی ہلاکت وتباہی میں ہمارے لئے درس عبرت ہے، اللہ فرماتا ہے:﴿فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِىَ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴿٨٣﴾﴾ [سورۃ ھود: ۸۲-۸۳].

ترجمہ: پھر جب ہمارا حکم آپہنچا، ہم نے اس بستی کو زیر وزبر کر دیا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکریلے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔ تیرے رب کی طرف سے نشان دار تھے اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔

سزا کی نوعیت کتنی تکلیف دہ ہے کہ اللہ نے قوم لوط کی بستی کو جڑ سے اکھیڑ کر اوپر نیچے کر دیا اور ان پر تہ بہ تہ پتھر کی بارش نازل فرمائی، یہ مکمل تباہی کی ایسی شکل تھی کہ جس نے ہر ایک چیز کو اوپر نیچے کر دیا اور تمام نشان کو تبدیل کرکے خاکستر کر دیا(۱)۔

۶- جنسی بیماری کی سنگینی یہ ہے کہ جب وہ کسی قوم کی فوج و لشکر کے اندر اپنی جگہ بنا لیتی ہے تو اس کے جسم کھوکھلا اور بے جان کر دیتی ہے اور اس قوم کی قوت پسپا ہو کر رہ جاتی ہے، اس کی دلیل فرانس کا یہ تلخ تجربہ ہے کہ جب فرانس کی فوج میں جنسی بے راہ روی پھیل گئی تو اس کی جسمانی قوت بھی اضمحلال کا شکار ہو گئی جو دن بدن کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی، بیسویں صدی کے آغاز میں فرانس حکومت نے فوج کی تقرری کے لئے جسمانی تندرستی اور بدنی قوت جیسے شروط کے سلسلے میں تساہل اختیار کیا، جس کی وجہ سے پہلی عالمی جنگ کے ابتدائی دو سالوں میں جنسی بے راہ روی کے نتیجے میں پیدا ہونی والی متعدی بیماری کے سبب حکومت کو جتنی فوج برطرف کرکے ہسپتال بھیجنے پڑے ان کی تعداد پچھتر ہزار تک پہنچتی ہے، ایک وقت میں صرف ایک کیمپ کے اندر اس بیماری کے شکار ہونے والے ۲۴۲ فوجی تھے(۲)۔

۷- جنسی انحرافات کی آفتوں میں سے جسمانی پریشانیاں بھی ہیں جن سے مختلف امراض پیدا ہوتی اور جسم میں پھیل جاتی ہیں جیسے آتشک کی بیماری، جو جسم کے تمام جوڑوں اور اعضاء کو لاحق ہوتی ہے اور ایک خاص قسم کی جراثیم کے منتقل ہونے کا سبب بنتی ہے اور جنسی ملاپ کے ذریعہ ایک شخص سے دوسرے شخص میں پھیل جاتی ہے، اور جب یہ دل اور جسم کے مرکزی حصوں تک پہنچ جاتی ہے تو انسان جاں بحق ہو جاتا ہے۔

اس طرح ایک دوسری بیماری سیلان کی بیماری ہے جس سے پیشاب کے وقت مرد و عورت دونوں کو جلن اور سخت اشتعال کا سامنا ہوتا ہے اور جوڑوں میں سوزش ہونے لگتی ہے جس سے انسان کے جوڑ ہمیشہ کے لئے معذور ہو جاتے ہیں۔

(۱) سید قطب، فی ظلال القرآن: ۴/ ۱۹۱۵

(۲) أبو الاعلی المودودی، الحجاب: ۱۰۱-۱۰۲

حرام جسمانی تعلقات سے پھیلنے والے امراض میں سے ایک گرانولوما انجنیل (Granuloma Inguinale) نامی بیماری بھی ہے جو عام طور پر خارجی اعضاء کو لاحق ہوتی ہے جو بہت ہی تکلیف کا باعث ہوتا ہے اور اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو سخت معذوری کا سبب بنتا ہے جس سے انسان کا وزن گھٹنے لگتا ہے اور پھر موت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

مختلف نئی بیماریوں میں سے جو ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ظاہر ہوئیں ان میں قوت دفاع کی کمی یعنی ایڈز کی بیماری بھی ہے جو عام طور پر زنا، لواطت اور خون کے لین دین سے وجود میں آتی ہے۔ اس کے شکار زیادہ تر وہ لوگ ہوتے ہیں جو جنسی بے راہ روی میں ملوث ہوتے ہیں، اس کے شکار زیادہ تر وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہم جنسی میں مبتلا ہوتے ہیں، ایڈز ایک وائرس کا نام ہے جو سفید خلیوں کا خاتمہ کر کے جسم کو دفاعی قوت سے محروم کر دیتا ہے، جس سے ان باریک حشرات اور بیکٹریاز کے لئے راہ ہموار ہو جاتی ہے جو انسانی جسم میں مختلف قسم کے انفکشن اور کینسر کے حالات پیدا کرتے ہیں۔ امریکا میں ایڈز کی بیماری اس قدر عام ہو چکی ہے کہ روزانہ دس سے بارہ آدمی اس مرض کا شکار ہوتا ہے(۱)۔

زناکاری وبدکاری اور لواطت کے درمیان مشترکہ صفت یہ پائی جاتی ہے کہ یہ تمام متعدی بیماریاں ہیں، جو زنا اور بعض دفعہ زنا کے مقدمات کے ذریعہ ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتی ہیں، نیز ان بیماریوں کی تشخیص اور ان کے جراثیم کا اکتشاف بہت مشکل ہوتا ہے(۲)۔

۸- زانی کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ زانیہ کے علاوہ کسی اور سے شادی کرے، اللہ فرماتا ہے:

﴿ٱلزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَٱلزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَآ إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝٣﴾ [سورة النور: ۳].

ترجمہ: زانی مرد بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے اور سے نکاح نہیں کرتا اور زناکار عورت بھی بجز زانی یا مشرک مرد کے اور نکاح نہیں کرتی اور ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا ہے۔

زانی انسان جب تک توبہ نہ کر لے تب تک اس کے لئے سوائے زانیہ یا مشرکہ عورت کے کوئی اور لائق نہیں، کوئی نیک صالحہ خاتون کبھی بھی اس کے لئے زیبا نہیں ہو سکتی، اور نہ ہی اہل ایمان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی جان بوجھ کر ایسے انسان سے کرائیں جس کے بارے میں انہیں یہ علم ہو کہ وہ فاجر اور زناکار ہے، اسی طرح

---

(۱) توفیق محمد عزالدین، دلیل الانفس بین القرآن الکریم والعلم الحدیث: ۴۰۸-۴۰۹ مع اختصار

(۲) سابق مرجع: ۴۰۷ مع اختصار

عورت کا معاملہ بھی ہے، جب تک وہ توبہ نہ کر لے تب تک زانی یا مشرک کے علاوہ اس کے لئے کوئی نیک صالح اور پاک دامن انسان لائق وزیبا نہیں ہو سکتا۔

یہ حکم ایسے حضرات وخواتین پر منطبق ہوگا جو اپنی عادت سے باز نہیں آتے اور نہ ہی توبہ کرتے ہیں، تاہم جو لوگ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیتے ہیں ان پر یہ حکم منطبق نہیں ہوگا، کیوں کہ اصلاح اور توبہ کے بعد زنا کی صفت ان سے زائل ہو جاتی ہے[1]۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کس طرح اسلام نے اپنے نظام تربیت میں خاندان کی تشکیل کے روز اول ہی سے اس اخلاقی بے راہ روی کا ایسا علاج پیش کیا ہے جو جرم کی طبیعت اور اس پر مصر رہنے سے ہم آہنگ ہے، اور وہ یہ کہ زناکاروں کی شادی پاک دامن مرد اور عورت سے نہ کی جائے، البتہ صدق دل سے توبہ اور اصلاح کرنے کے بعد جب پاکیزگی اختیار کر لے تو نکاح کے معاملے میں ان زانیوں کا حکم بھی عام مسلمانوں کی طرح ہوگا، یہ ایسا سماجی علاج ہے جو فساد کو پھیلنے سے روکتا ہے، اور نفس کا حقیقی علاج پیش کرتا ہے جسے زناکار بھی محسوس کرتا ہے اور ان کے اندر یہ شعور پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے کالے کرتوت کی وجہ سے سماج میں دھتکارے ہوئے ہیں۔

علاج کے تربیتی نسخے:

اسلام نے زناکاری کے علاج کا جو تربیتی نسخہ پیش کیا ہے، وہ حسب ذیل ہے:

ا- مسلم خواتین کو عفت وپاکدامنی اور عزت ووقار کی تربیت دی جائے، حجاب کی پاسداری اور برہنگی واختلاط سے پرہیزگی کی تعلیم دی جائے، اس کے دو طریقے ہو سکتے ہیں:

أ- برہنگی وبے پردگی اور مرد وزن کے اختلاط پر مرتب ہونے والے نقصانات سے انہیں آگاہ کیا جائے اور بے پردگی کے مضرات کو واضح کیا جائے، اور ان معلومات کو معاشرہ میں عام کیا جائے۔

ب- نئی نسل کو عفت وپاکدامنی اور اختلاط سے بچنے کی ایسی تربیت دی جائے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے اس فرمان کی تکمیل ہو جس سے دلوں کو جہالت ومعصیت کی موت سے نجات دلا کر عفت وعصمت کی زندگی دی جاتی ہے، اللہ فرماتا ہے:

---

(۱) أبو الاعلی مودودی، تفسیر سورۃ النور:۸۹

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن يُعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمٗا ٥٩﴾ [سورة الأحزاب: ٥٩].

ترجمہ: اے نبی اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکالیا کریں، اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی، اور اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔

۲-نوجوانوں کو یہ تربیت دی جائے کہ وہ اپنی مردانہ ترنگ کو باقی رکھیں، سرعت انفعال سے بچیں اور لباس وپوشاک اور زیب وزینت اور چال ڈھال اور انداز گفتگو میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے سے پرہیز کریں، جب وہ ان چیزوں کے عادی ہو جائیں گے تو ان کے اندر نسوانیت کی خو پیدا ہو جائے گی، انجام کار وہ لواطت جیسی جنسی بے راہ روی کے شکار ہو جائیں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت بھیجی جو عورتوں جیسا چال چلن اختیار کریں اور ان عورتوں پر لعنت بھیجی جو مردوں جیسا چال چلن اختیار کریں"(۱)۔

۳- نگاہیں پست رکھنے کی تربیت دی جائے اور اس کے فوائد اور عوائد سے باخبر کیا جائے، ہم یہاں غض بصر کے چند فوائد رقم کر رہے ہیں:

أ- ایمان کی حلاوت اور اس کی قوت کا احساس پیدا ہوتا ہے جس کے سبب انسان کو اطمنان قلب اور سکون دل حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ جب انسان اللہ کے لئے کسی چیز کو ترک کرتا ہے تو اللہ اس کا بہتر بدلا عطا کرتا ہے، اللہ فرماتا ہے: "بد نگاہی ابلیس کا ایک زہریلا تیر ہے، جو انسان اللہ کے خوف سے اس کو ترک کرتا ہے، اللہ اس کو ایمان کی ایسی چاشنی عطا کرتا ہے جسے وہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے"(۲)۔

ب- دل کا نور اور فراست کی روشنی حاصل ہوتی ہے، جس طرح انسان بد نگاہی سے بچ کر اپنی نظر کے نور کو محرمات سے محفوظ رکھتا ہے، اسی طرح اللہ اس کے نور بصیرت اور چشم دل کو کشادہ کر دیتا ہے، چناں چہ وہ اس نور کی بدولت وہ چیز بھی دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے جس کو دیکھنے سے وہ انسان محروم رہتا ہے جو نگاہیں

---

(۱) بخاری: ۴/ ۷۱، حدیث نمبر: ۵۸۸۵

(۲) احاکم، المستدرک علی الصحیحین: ۴/ ۳۱۴، حاکم کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن صحیحین میں نہیں ہے، امام ذہبی نے التلخیص میں حاکم کی موافقت کی ہے۔

پھاڑ کر ہر چیز کو گھورتا اور محرمات سے اجتناب نہیں کرتا ہے، یہ ایسی چیز ہے جسے انسان خود اپنے دل میں محسوس کر سکتا ہے۔

ت- دل کی قوت وبہادری، جس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اسے اپنی قوت سے نصرت وفتح کی طاقت عطا کرتا ہے، نیز اس کو حجت ودلیل کی قوت سے بھی نوازتا ہے، اس طرح اسے دو دو قوتیں حاصل ہوجاتی ہیں(۱)۔

ث- نگاہ نیچی رکھنے سے انسان کی اپنی تربیت ہوتی ہے، کیوں کہ نگاہ سے دل تک پہنچنے کی راہ ہموار ہوتی ہے، جس طرح بخار کو موت تک لے جانے والا قائد مانا جاتا ہے، اللہ نے فرمایا: ﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٣٠﴾﴾ [سورة النور: ۳۰].

ترجمہ: مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں، یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالی سب سے خبردار ہے۔

ج- جنسی ہیجان پیدا کرنے والی محرکات سے دور رہے، جیسے حیاباختہ تصاویر نہ دیکھے، بری صحبت سے دور رہے، میوزک سننے سے اجتناب کرے جسے زنا کا رقیہ سمجھا جاتا ہے، اس سے جنسی برائی کی طلب شعلہ کی طرح بھڑکتی ہے، اس لئے کہ وصال محبوب اور جماع کی محبت اور تڑپ کو دل میں زندہ کرنے میں میوزک کا بڑا سنگین کردار ہے، نیز میوزک سننے سے اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنا بھی لازم آتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہوجائیں گے جو زناکاری، ریشم کا پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے "(۲)۔

ح- شراب نوشی کے خطرات اور مضرات سے آگاہ کیا جائے، کیوں کہ شراب نوشی جنسی بے راہ روی کا ایک بنیادی سبب ہے، اس لئے کہ مدہوشی کے عالم میں انسان کی عقل ماؤوف ومعطل ہوجاتی ہے اور وہ اپنے کسی کام کو انجام دینے کے قابل نہیں رہتا، چنانچہ نشہ میں دھت انسان تصورات کی دنیا میں جس بدخوابی سے

---

(۱) دیکھیں: ابن قیم الجوزیہ، إغاثۃ اللہفان: ۱/ ۵۹-۶۱ مع اختصار

(۲) بخاری: ۴/ ۱۳، حدیث نمبر: ۵۵۹۰

لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے، نشہ کے دھت میں مگن ہو کر اپنی بد خوابی کو نافذ العمل کرنے میں ذرا بھی باک نہیں کرتا۔

خ- اس طرح کی جنسی بے راہ روی کے شکار مریضوں کا علاج اسلام کے پیش کردہ مختلف تربیتی نسخوں کے ذریعہ کیا جائے، جیسے بھلے کاموں کی رغبت دلانا اور برے کاموں سے خائف کرنا، قرآنی آیات اور نبی ﷺ کی احادیث میں ایسے بھٹکے ہوئے لوگوں کے دلوں کی اصلاح کے لئے بڑی تاثیر رکھی گئی ہے، قرآن میں مثال پیش کر کے جنسی بے راہ روی سے ڈرا گیا ہے جیسے قوم لوط کا واقعہ، قصہ گوئی کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت وپاکدامنی کا وہ واقعہ جس میں عزیز مصر انہیں دعوت گناہ دیتی ہے، حدیث میں قناعت بخش گفتگو کا نمونہ بھی پیش کیا گیا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے اس شخص کے ساتھ گفتگو کی جو آپ سے زنا کی اجازت طلب کرنے آیا تھا(۱)۔

د- حسب موقع ومناسبت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عملی نمونہ پیش کیا جائے جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت فضل بن العباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو قربانی کے دن اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا، وہ خوبصورت گورے مرد تھے، نبی کریم ﷺ لوگوں کو مسائل بتانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران میں قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت بھی نبی کریم ﷺ سے مسئلہ پوچھنے آئی۔ فضل بھی اس عورت کو دیکھنے لگے، اس کا حسن وجمال ان کو بھلا معلوم ہوا، نبی کریم ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو فضل اسے دیکھ رہے تھے، نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے لے جا کر فضل کی ٹھوڑی پکڑی اور ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا۔(۲)"

اسلامی تربیت کا عملی نمونہ ہمیں نبی ﷺ کے اس اسوہ میں بھی نظر آتا ہے کہ جب بھی آپ کے سامنے کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جس میں نصیحت ورہنمائی اور تنبیہ کی ضرورت ہوتی تو آپ فورا تنبیہ کرتے، مذکورہ واقعہ میں آپ نے حضرت فضل کو اجنبی عورت کی طرف اپنی نگاہ دوڑاتے ہوئے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ انہیں فورا یہ درس دیا کہ اجنبی خواتین کے ساتھ کس طرح پیش آنا ہے، فورا آپ نے اس کی تنبیہ اس لئے کی کہ

---

(۱) احمد: ۵/ ۲۵۷،۲۵۶، اسے امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۳۷۰

(۲) بخاری: ۴/ ۱۳۵-۱۳۶ حدیث نمبر: ۶۲۲۸

بد نگاہی بڑی خطرناک چیز ہے، حضرت جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ: "میں نے رسول اللہ ﷺ سے کسی اجنبیہ عورت پر اچانک پڑ جانے والی نظر سے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم اپنی نگاہ پھیر لیا کرو"[۱]۔

جب کوئی انسان کسی اجنبیہ کو گھور کر دیکھے یا محرمات پر پہلی نگاہ پڑنے کے بعد دوبارہ نگاہ ڈالے تو اسے فوراً اس سے روکا جائے تاکہ اس کے اندر عفت وحیا بازی کی صفت راسخ ہو سکے اور اسے یہ معلوم ہو کہ لوگوں کی نگاہ بھی اس پر رہتی ہے اور اس کی بد فعلی پر اس کا مؤاخذہ ہو سکتا ہے۔

۹-لواطت اور سحاق کا ایک سبب یہ ہے کہ مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ پر نظر ڈالے، اور عورت دوسری عورت کی شرمگاہ پر نظر ڈالے، اس لئے ضروری ہے کہ انسان اس کا حریص رہے کہ اس کی نگاہ کسی دوسرے کی شرمگاہ پر نہ پڑے، آپ ﷺ کی حدیث ہے: "عورت دوسری عورت اور مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے"[۲]۔

جانگ بھی انسان کی شرمگاہ میں داخل ہے کیوں کہ آپ ﷺ کی حدیث ہے کہ: "جانگ شرمگاہ ہے"[۳]۔ لیکن کچھ لوگوں کو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا کہ لوگوں کے سامنے جانگ کھولے، بہ طور خاص مختلف قسم کے کھیل کود مین حصہ لینے والے لوگ، اس لئے اس نسل کی تربیت اسلامی نظام تربیت کے مطابق کرنا اور ان کی بہتر رہنمائی کرنا ضروری ہے، تاکہ حقیر اور رذیل چیزوں اور ان کے اسباب سے ان کے اخلاق بلند اور ہمتیں عالی رہیں۔

۱۰-لواطت کے جو اثرات افراد اور سماج پر مرتب ہوتے ہیں، انہیں بیان کیا جائے، قوم لوط کا واقعہ بیان کیا جائے کہ کس طرح اللہ نے انہیں ہلاک وبرباد کر دیا، نیز اس پروپیگنڈے سے ہوشیار رہا جائے جو مغربی دنیا لواطت کو عام کرنے کے لئے کر رہی ہے، اس مرض کا علاج دو طریقے سے ممکن ہے:

---

(۱) مسلم: ۳/۱۶۹۹، حدیث نمبر: ۴۵/۲۱۵۹

(۲) ابن ماجہ: ۱/۲۱۷، حدیث نمبر: ۶۶۱، اس حدیث کو امام البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ میں ذکر کیا ہے: ۵۳۸-۶۶۱

(۳) ابوداؤد: حدیث نمبر: ۴۰۱۴، ترمذی: حدیث نمبر: ۲۷۹۵، امام البانی نے اس حدیث کو صحیح سنن ترمذی میں ذکر کیا ہے: ۲۲۴۵، ۲۹۵۹

۱-واقع ہونے سے پہلے اس کے سبب کو ہی ختم کر دیا جائے، نگاہ نیچی رکھی جائے، حکم الہی کی تنفیذ کی جائے، اس سے دل تک شیطان کی رسائی کا راستہ مسدود ہو جائے گا، ساتھ ہی اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ دل اپنی مصلحت ومفاد کے کاموں میں مصروف رہتا ہے۔

۲-واقع ہونے کے بعد اسے جڑ سے اکھیڑ دیا جائے، اس کا طریقہ کار یہ ہو کہ اس کے ذہن ودل کو ایسی چیزوں میں مشغول رکھا جائے جو اسے مصروف رکھے، اور اس برائی میں پڑنے کا اسے موقع ہی نہ مل سکے، یا تو اس کے دل میں بے چین کرنے والا خوف پیدا کر کے یا تکلیف دہ محبت ڈال کر۔ کیوں کہ نفس کسی پسندیدہ چیز کو اس سے زیادہ پسندیدہ چیز کے لئے ہی چھوڑتا ہے، یا اس خوف سے اسے ترک کرتا ہے کہ کوئی ایسی ناپسندیدہ چیز نہ واقع ہو جائے جو اس کے لئے اس پسندیدہ چیز کے ناحاصل ہونے سے زیادہ نقصان کا باعث ہو، نیز اس کے اندر قوت عزیمت پیدا کی جائے اور ایسا صبر پیدا کیا جائے جس سے وہ اس فعل بد کو ترک کرنے کے قابل ہو سکے[۱]۔

۱۱- میڈیا، مدارس وجامعات اور سماج کے تربیتی اداروں کا جو کردار ہے جنسی بے راہ روی کو دور کرنے اور اس کا علاج پیش کرنے میں، اس کردار کو اجاگر کیا جائے۔

۱۲-ذرائع ابلاغ کا استعمال اخلاق واقدار کی تعمیر کے لئے کیا جائے، اخلاق سوز اور حیاباختہ محرکات وعناصر میڈیا کو دور رکھا جائے، بطور خاص ذرائع ابلاغ کو میوزک، گانے بجانے اور ایسی تمام تصاویر کی نشر واشاعت سے پاک کیا جائے جن سے سماج ومعاشرہ میں فساد وبگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

---

(۱) ابن قیم الجوزیۃ: الداء والدواء: ۳۰۶-۳۱۰ مع اختصار

منشیات

جو اخلاقی انحرافات اسلامی اخلاقیات سے متصادم ہیں، ان میں شراب نوشی اور نشہ خوری بھی شامل ہے، کیوں کہ دین ومال، جسم وجان، اخلاق وبرتاؤ اور سماج ومعاشرہ پر اس کے بڑے سنگین نقصانات اور نتائج مرتب ہوتے ہیں، اس موضوع پر گفتگو کرنے سے منشیات کی وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے:

شراب: ہر وہ چیز جو عقل پر پردہ ڈال دے وہ (خمر) شراب کہلاتی ہے، اسے خمر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ عقل کو ڈھک ڈیتی ہے (۱)۔ (اس میں ہر وہ جوس اور نبیذ وغیرہ شامل ہے جو نشہ آور ہو) (۲)۔

شراب ایک ایسامادہ ہے جو کھجور، جو، انگور، سیب اور پیاز وغیرہ جیسے نشہ آور نباتات کے اندر خمیر کی کیفیت پیدا ہونے سے تیار ہوتا ہے.... الخ (۳)۔

نشہ: ایک ایسی لذت اور سرشاری ہے جس کی وجہ سے عقل وفہم غائب ہو جاتی ہے، اور نشہ میں مدہوش انسان کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا بک رہا ہے (۴)۔

منشیات: وہ تمام چیزیں جس میں نشہ پائی جاتی ہو (۵)۔

نشہ آور اشیاء: ہر وہ مادہ جو انسان تناول کرے تو اس کے جسم کا کوئی ایک نظام یا کئی ایک نظام بگڑ جائے (٦)۔

)۱ (شوکانی، نیل الاوطار: ۷/ ۱۳۹

)۲ (الصنعانی، سبل السلام: ۴/ ۱۳۱۱

)۳ (صالح بن عبد العزیز آل منصور، موقف الاسلام من الخمر: ۲۷

)۴ (ابن قیم الجوزیۃ، مدارج السالکین: ۳/ ۳۱۹

(۵) عبد اللہ بن احمد قادری، الإسلام وضروریات الحیاۃ: ۱۱۹

(٦) سعود بن عبد العزیز الترکی، العوامل المؤدیۃ إلی تعاطی المخدرات والمنظور الاسلامی لمواجہتھا، مجلۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ: ۴۳۷، منقول از: محمد محمود الہواری، المخدرات من القلق إلی الاستعباد، عمادۃ البحث العلمی، شمارہ ایک رجب ۱۴۰۹ھ، فروری ۱۹۸۹ء

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ شراب، نشہ، منشیات کے درمیان بڑا گہرا رشتہ اور ربط ہے، اور وہ یہ کہ انسان کی صحیح سالم عقل ان چیزوں سے ماؤوف ہو جاتی ہے، نشہ اس حالت کو کہتے ہیں جو نشہ خوری یا منشیات کے نتیجے میں انسان کو لاحق ہوتی ہے، اور وہ خارجی تاثیر کے نتیجے میں ایک غیر فطری طرب ونشاط یا سستی واضمحلال یا بے ہوشی کے عالم میں چلا جاتا ہے، نشہ اور منشیات دوایسے عوامل ہیں جن کے ذریعہ یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

شراب نوشی اور منشیات کے استعمال کے اسباب:

انسان جب کوئی عمل کرتا ہے تو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی سبب اور محرک ہوتا ہے، خواہ وہ اپنے ارادہ اور چاہت سے یہ کام کر رہا ہو، یا اس کے پیچھے کوئی خارجی سبب کار فرما ہو، مثلا کوئی شخص زور و جبر سے یہ کام کرنے پر مجبور کر رہا ہو، یا وہ انسانی زندگی کے اخلاقی پہلوؤں کی رعایت کرتے ہوئے اسے انجام دے رہا ہو، اسباب: ایسی چیز ہے جو انسان کے ارادہ سے جنم لیتی ہے، کیوں کہ یہ انسان کے جذباتی اور شخصی رجحان کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے، تاہم اگر اسباب خارجی ہوں تو انسان بسا اوقات کوئی کام کرنے پر اس لئے مجبور ہوتا ہے کہ وہ اسے ٹالنے کی قدرت نہیں رکھتا، کیوں کہ وہ اس حال میں بے اختیار ہوتا ہے، شراب نوشی اور منشیات کے استعمال کے انہی اسباب میں سے چند کو ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے:

ا-خواہش نفس کی پیروی اور-انجام سے بے خبر ہو کر- وقتی لذت کی تلاش، یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو منشیات کی جستجو کرنے، اس سے شاد کام ہونے اور اس کے ذریعہ طرب و مستی حاصل کرنے پر برانگیختہ کرتی ہیں، عام طور پر یہ صفت ان لوگوں کے اندر پائی جاتی ہے جن کے اندر نفع ونقصان کی تمیز کم ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ وہ عقل و بصیرت سے بے بہرہ ہوتے ہیں، بلکہ اصل سبب یہ ہوتا ہے کہ خواہش نفس عقل پر غالب ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ اپنی شہوت کی تسکین کے لئے خواہش کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں، اسی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن قیم الجوزیۃ کہتے ہیں کہ: (نشہ کے اندر دو معانی پائے جاتے ہیں: لذت اور مدہوشی، نشہ کرنے والا بسا اوقات یہ دونوں معانی حاصل کرنا چاہتا ہے، جب کہ کبھی اس کا مقصد ان میں سے کوئی ایک بھی ہوتا ہے، کیوں کہ نفس کے اندر خواہش اور شہوت پائی جاتی ہے جس کو حاصل کر کے وہ لذت محسوس کرتا ہے، جب کہ اگر وہ اس کے ان لذتوں کے نتیجے میں جو دنیوی اور اخروی مفاسد ہیں، ان کی معرفت وواقفیت انسان کو اس سے باز رکھتی ہے اور عقل کا وجود اسے منشیات کے استعمال اور شراب نوشی سے روکتی ہے، لیکن راہ دکھانے والا اور حق وباطل

کے درمیان فرق کرنے والا علم ہی نہ ہو اورامر ونہی کا فریضہ انجام دینے والی عقل ہی معدوم ہو تو نفس کے لئے خواہش کا دروازہ کھل جاتا ہے اور اس کے سامنے بد اعمالیوں کے لئے بڑا کشادہ میدان ہوتا ہے)(۱)۔

۲-نشہ آور اشیاء اور منشیات کی نقصانات سے بے آگاہی اور (نو آبادی کے اس مقصد سے ناواقفیت کہ وہ اسلامی معاشرہ کو ان زہروں میں ڈبو کر ہلاک کر دینا چاہتی ہے)(۲)، اس قسم کے زہر کو عام کر کے کمزور عقل وبصیرت کے حاملین کو وہ اپنے دام میں پھنسا کر انہیں تباہ وبرباد کر دینا چاہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ استعمار کے علمبرداران مسلم سماج میں اسے رواج دینے کے لئے پورا زور صرف کر رہے ہیں، تاکہ جب یہ سماج نشہ دہت میں آکر کمزور پڑ جائیں اور نڈھال ہو جائیں تو وہ نو آباد کاری کی نیت اور ان کی معاشیات پر قابض ہونے کے غرض سے ان کے ملک میں آدھمکیں۔

۳-یہ غلط فہمی کہ منشیات سے جنسی تقویت ملتی ہے، جن کے اندر یہ خرابی پائی جاتی ہے وہ اس کی تلاش میں رہتے ہیں، جب کہ سچائی یہ ہے کہ جدید طب نے منشیات کے تعلق سے جو سچائی ثابت کی ہے وہ اس کے برخلاف ہے، وہ یہ کہ منشیات سے جنسی کمزوری پیدا ہوتی ہے، مادہ منویہ ہلاک ہو جاتا ہے اور بہت سی بیماریاں جنم لیتی ہے[۳]۔

۴-اقتصادی ترقی اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والی مادی ومالی فراوانی۔

۵-مغربی ممالک اور دیگر ملکوں کا سفر کرنے کا رواج، جو معاشرہ میں پھیل چکا ہے۔

۶-غیر مملکی خادمہ کو بڑی تعداد میں برآمد کرنا، جس سے بے راہ روی کو رواج دینے اور بری عادتوں کو نشر کرنے میں خاصہ مدد ملی ہے، منشیات اور نشہ آور اشیاء کی ترویج واشاعت میں بھی اس کا بڑا کردار ہے، خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ خادمائیں ان منشیات کے بارے میں باتیں کرتی ہیں، اپنے ملکوں میں ان کے پائے جانے کے اماکن کے بارے میں بتاتی ہیں یا انہیں دیگر ممالک میں رائج کرنے کے سلسلے میں گفتگو کرتی ہیں۔

---

(۱) ابن قیم الجوزیۃ، مدارج السالکین: ۳/ ۳۲۰

(۲) فرج زهران، المسكرات واضرارها وأحكامها، دراسة مقارنة في الشريعة الاسلامية: ۲۲۸

(۳) مرجع سابق، مع اختصار

نشہ آور اشیاء اور منشیات کے نقصانات:

نشہ آور اشیاء اور منشیات کے بہت سے نقصانات ہیں اور ان کی تباہ کاریاں شمار سے باہر ہیں، ان کے مضرات بیان کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے، کیوں کہ ان کے نقصانات دین، مال ودولت، عقل ودماغ اور نفس وجان کو شامل ہے، منشیات سے سماج میں تہلکا پیدا ہوتا ہے اور امن غارت ہو جاتا ہے، یہاں پر منشیات کے صرف اہم اور نمایاں نقصانات بیان کئے جارہے ہیں:

۱-منشیات اخلاق کو بگاڑ دیتے ہیں، کیوں کہ شراب کا نشہ شرابی کی رگوں میں سرایت کرتی ہے، جس کے دھت ہونے سے اس کے اخلاق بگاڑ کے شکار ہو جاتے ہیں، وہ اپنے راز اور غیروں کے راز بھی افشا کرتا پھرتا ہے، دشمنوں کے جاسوس قدیم زمانے میں سنگین معلومات حاصل کرنے کے لئے نشہ اور شراب کا سہارا لیا کرتے تھے۔

۲-منشیات عقل اور جسم کی نشو ونما کو روک دیتی ہیں، جب کہ عقل اور جسم اخلاق کے اہم ترین لوازم اور ارکان میں سے ہیں، کیوں کہ جب عقل چلی جائے تو لازمی طور پر اخلاق بھی فساد کا شکار ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ اس کے پاس اپنے اعمال کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی۔

۳-منشیات کے عادی انسان کو متعدی امراض اپنی چپیٹ میں لے لیتی ہیں، اس کی صحت وتندرستی اور جسمانی نظام کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔

۴-شرابی اور نشہ میں دھت انسان کو حیوانیت اور بہیمیت کے درجہ تک پہنچا دیتی ہے۔

۵-نشہ خور اور شرابی کو ذکر الٰہی اور اقامت صلاۃ سے باز رکھتی ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴿٩١﴾﴾ [سورة المائدة: ٩١].

ترجمہ: شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالی کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آجاؤ۔

گویا منشیات انسان کو قرآن کی تلاوت کرنے، علمی مجالس میں حاضر ہونے، نیک کاروں کی صحبت سے فیض اٹھانے اور ان کی مجلس سے مستفید ہونے سے محروم کر دیتا ہے، کیوں کہ طبیعت اور رائے کے اختلاف کی وجہ سے ایسے لوگوں سے شرابی متنفر ہو جاتا ہے۔

٦- منشیات، حسن طبیعت، حسن اخلاق اور عقل مندی کے بر خلاف انسان کو غیظ وغضب، حماقت اور کم عقلی سے دوچار کرتی ہیں، چنانچہ وہ صرف ناپسندیدہ اور بے ہودہ باتیں ہی سنتا ہے، گھٹیا حرکتوں کا مشاہدہ کرتا ہے، کیوں کہ اس کی عقل معطل ہو چکی ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں طبیعت، تخیلات کی تابع ہو کر رہ جاتی ہے، انجام کار اس سے پہلے کہ وہ اپنے کام کے انجام کو سمجھے، اس کا ارادہ اس سے سرزد ہو جاتا ہے، چنانچہ یا تو وہ کسی اور کا قتل کر دیتا ہے، یا خود قتل کر دیا جاتا ہے، کسی دوسرے پر ظلم وتعدی کرتا ہے یا خود ہی ظلم وتعدی کا شکار ہو جاتا ہے (١)۔

اس نفسیاتی اور اخلاقی گراوٹ کے معاملے میں کم اور زیادہ کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی ہے، کیوں کہ مونوپولی، جزائر اور لیون یونیورسٹیز کے علم وظائف الاعضاء کے لیبارٹری میں تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بسا اوقات نشہ اور شراب کی مقدار بہت کم بھی ہو تو انسان کے نفسیاتی توازن کو بگاڑنے کے لئے کافی ہو سکتی ہے[٢]۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نشہ کو مطلقا حرام قرار دیا ہے، خواہ کم مقدار میں ہو زیادہ، اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: (جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے)[٣]۔

٧- تمباکو کے پیڑ کے قریب جانور اور پرندے نہیں جاتے، کیوں کہ وہ اپنی طبیعت کے بموجب اس کے نقصان سے واقف ہوتے ہیں[٤]، جب حیوان اپنی فطرت سے یہ سمجھ جاتے ہیں کہ یہ درخت ان کے لئے خطرناک ہے تو کیا وجہ ہے کہ عقل وخرد سے مالا مال انسانی مخلوق اس کی تلاش میں لگی ہوئی ہے، اس میں اپنے لئے سامان لذت محسوس کرتی ہے، اس کی خاطر اپنے دین اور مال کا سودہ کرتی ہے؟ کیا حیوان اپنی فطرت کے اعتبار سے اس انسان سے

---

(١) محمد الخضر حسین، رسائل الإصلاح: ٢/ ٢٣-٣٥ مع اختصار

(٢) توفیق الخضر عزالدین، دلیل الانفس بین القرآن الکریم والعلم الحدیث: ٤١٢

(٣) أبو داؤد: ٤/ ٨٧، حدیث نمبر: ٣٦٨١، سنن ترمذی: ٤/ ٢٥٨، حدیث نمبر: ١٨٦٥، مسند احمد: ٢/ ٩١. امام البانی نے اسے حسن صحیح کہا ہے، دیکھیں: صحیح سنن الترمذی: ١٥٢٠-١٩٤٣

(٤) محمد جمیل زینو، التوجیہات الاسلامیۃ لاصلاح الفرد والمجتمع: ٤٠٠

زیادہ عقل مند اور زیرک ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ منشیات کی عادی اور نشہ خوری کے شکار ان حضرات کی فطرت، سماج اور خاندان میں ان کی بری تربیت کی وجہ سے بے راہ روی کی شکار ہو چکی ہے۔

۸-منشیات کے استعمال سے جنسی کمزوری پیدا ہوتی ہے کیوں کہ اس سے عورت کی بچہ دانی اور مرد کا خصیہ سکڑ جاتا ہے، ایک رسرچ اسکالر کا بیان ہے کہ نشہ کے عادیوں کا پوسٹ مارٹم کرتے ہوئے ان میں سے ۸۶٪ کے اندر یہ مشاہدہ کیا کہ ان کے اندر مادہ منویہ نہیں پایا جاتا ہے(۱)۔

مشاہدہ میں یہ بھی آیا ہے کہ سگریٹ نوشی اور انوریسم (aneurysm) بیماری کے درمیان بڑا گہرا ربط پایا جاتا ہے، یہ بیماری خون کی شریانوں کے پھیل جانے سے واقع ہوتی ہے، جو کہ عام طور پر دل کی شریان میں لاحق ہوتی ہے، نیز اس سے کینسر کی بیماری بھی جنم لیتی ہے جو اب تک دنیا کی پیچیدہ بیماری مانی جاتی ہے(۲)۔

مدہوشی: ایک سنگین بیماری ہے جو شراب نوشی کے عادیوں کو لاحق ہوتی ہے، ان کے اندر سخت قسم کی جسمانی اور نفسیاتی بے چینی پیدا کر دیتی ہے، اس کے علاوہ یہ ایک خطرناک سماجی بیماری بھی ہے جو سماج کے افراد کو ہلاک کر دیتی ہے، ان کے جسم تباہ ہو جاتے ہیں، ان کے عقلیں ماؤف ہو جاتی ہیں اور سماج کی اخلاقی قدر و قیمت ناپید ہو کر رہ جاتی ہے، بالآخر یہ بیماری شراب نوشوں کو انسانی سماج کے لئے نقصاندہ عناصر کی طرح بنا دیتی ہے(۳)۔

۹- نشہ کی عادت سے مایوسی وناامیدی، بے قراری، عدم استحکام اور معمولی چیزوں سے خوف جیسے بہت سے نفسیاتی امراض جنم لیتے ہیں، جس کے سبب اخلاقی اقدار وروایات کافور ہو جاتے ہیں اور جنونیت پیدا ہوتی ہے، یہ بھی مشاہدہ میں آیا ہے کہ جنون کے شکار مریضوں میں ۵۰٪ ایسے لوگ ہیں جو شراب کے عادری رہے ہیں(۴)۔

۱۰-منشیات دماغ کے لئے شدید خطرہ ہے جو کہ عقل کا مرکز ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شرابی انسان دماغی خلل کی وجہ سے جرائم کا ارتکاب کرنے لگتا ہے، رسرچز سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ نشہ کرنے والے نوجوان جرائم

---

(۱) صالح بن عبد العزیز آل منصور، موقف الإسلام من الخمر: ۲۵

(۲) احمد المبارک الحربی، اثر المخدرات والمسکرات والتدخین فی الصحۃ والدین: ۹۲

(۳) صالح عبد العزیز آل منصور، موقف الإسلام من الخمر: ۳۴

(۴) سابق مرجع: ۳۵-۳۶ مع اختصار

کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں لیکن انہیں اس کا شدبد نہیں رہتا۔ فرانس کے اندر نشہ خوروں کے جانب سے ہونے والے جرائم کی تعداد ٦٦٪ ہے، جب کہ ان میں سے ٨٢٪ لوگوں نے پر تشدد جرم کیا، ٥٢٪ لوگوں نے سرکاری عملاء پر ظلم وتعدی کی، اس میں کوئی شک نہیں کہ قتل وخوں ریزی اور تشدد پسند جرائم کا ارتکاب ایسی گھٹیا حرکتیں ہیں جنہیں اسلامی نظام تربیت میں قابل مذمت قرار دیا گیاہے اور مختلف اسباب ووسائل کے ذریعہ ان کی خلاف ورزی کی گئی ہے ، مثلا:

أ- دینی جذبہ کو پروان چڑھانا۔

ب- جرائم سے باز رکھنے کے لئے حدود اور سزائیں متعین کی گئی ہیں۔

ج- مختلف انداز واسلوب میں اسلامی تربیت کے ذریعہ ترغیب وترہیب اور نصح وخیر خواہی کا درس دیا گیا۔

١١- منشیات کا استعمال کرنے والا ایک حرام کام کا ارتکاب کرتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: (ہر نشہ آور چیز شراب ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے، جس نے دنیا میں شراب پی اور وہ پیتے پیتے مر گیا لیکن توبہ نہیں کیا، تو آخرت میں شراب سے محروم رہے گا)(١)۔

١٢- شرابی انسان خود اپنے اوپر حد نافذ کرنے کے لئے اپنی ذات کو خطرات میں ڈالتا ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: (نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی، آپ نے اسے کھجور کی دو چھڑیوں سے چالیس کے قریب مارا، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں ایسا ہی کیا، پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس سلسلے میں لوگوں سے مشورہ کیا، چنانچہ عبد الرحمن بن عوف نے کہا: حدوں میں سب سے ہلکی حد اسی کوڑے ہیں، چنانچہ عمر نے اسی کا حکم دیا)(٢)۔

١٣- شارب خمر خود کو آخرت میں عذاب الہی سے دوچار ہونے کے لئے پیش کرتا ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں آیاہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اللہ تعالی نے یہ طے کر دیاہے کہ جو نشہ لانے والی چیز پیئے گا تو

---

(١) مسلم: ٣/ ١٥٨٧، حدیث نمبر: ٧٣/ ٢٠٠٣

(٢) بخاری: ٤/ ٢٤٦، حدیث نمبر: ٦٧٧٩، مسلم: ٣/ ١٣٣٠، حدیث نمبر: ٣٥/ ١٧٠٦، الفاظ مسلم کے ہیں۔

اللہ تعالی اسے طینۃ الخبال پلائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا: یہ طینۃ الخبال کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا: جہنمیوں کا پسینہ، یا فرمایا: جنہمیوں کا مواد)(۱)۔

۱۴- شراب نوش انسان اپنے آپ کو آخرت کی شراب سے محروم کرلیتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (....جو شخص دنیا میں شراب پیتا ہے، یہاں تک کہ پیتے پیتے مر جاتا ہے اور توبہ نہیں کرتا، تو وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا)(۲)۔

علاج کے تربیتی طریقے:

شراب نوشی اور منشیات کے عادیوں کے علاج کے لئے تربیتی رہنمائیاں:

۱- منشیات اور نشہ آور چیزوں کو استعمال کرنے اور ان کی خرید وفروخت کے سلسلے میں اسلام کا حکم بیان کیا جائے، ساتھ ہی اس وباء سے متنبہ کرنے والے قرآن وحدیث کے نصوص بھی ذکر کئے جائیں، کیوں کہ اس سے منشیات سے بچنے کی تربیت ملتی ہے، اور انسان کے اندر خوف الہی پیدا ہوتا ہے، اللہ کے دردناک عذاب کا ڈر جنم لیتا ہے اور نفس کو ایذاء دینے اور اسے مکدر کرنے والی چیزوں سے انسان باز رہتا ہے۔

۲- شراب نوشی کے عادی اور منشیات کا استعمال کرنے اور اسے رواج دینے والے کے خلاف سماجی سطح پر نفد کا اظہار کیا جائے، ان کے ساتھ نصح وخیر خواہی کا معاملہ کیا جائے اور ان کی بہتر رہنمائی کی جائے۔

۳- منشیات کے جو نقصانات انسان کے صحت پر مرتب ہوتے ہیں اور اس سے انسان کے نظام ہاضمہ اور نظام تناسل پر جو اثر پڑتا ہے اور اس کا دماغی توازن متاثر ہوتا ہے، اس سے لوگوں کو باخبر کیا جائے، ساتھ ہی اقتصادی، معاشی، امن وسکون اور سماجی سطح پر جو اس کے نقصانات ظاہر ہوتے ہیں، انہیں بھی اجاگر کیا جائے۔

۴- جو لوگ زندگی کے مشاکل سے چھٹکارا پانے، مصائب اور غم واندوہ کی کیفیت سے نجات حاصل کرنے کے لئے منشیات کا استعمال کرتے ہیں، انہیں منشیات کا بہتر بدل دیا جائے، انہیں نبی ﷺ کی یہ حدیث یاد دلائی جائے کہ:(

(۱) مسلم: ۳/ ۱۵۸۷، حدیث نمبر: ۷۲/ ۲۰۰۲

(۲) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے

جب بھی کسی بندہ کو کوئی مصیبت یا غم لاحق ہو اور وہ یہ دعا پڑھے تو اللہ کا اس کا غم دور کر دیتا ہے اور اسے غم کی جگہ خوشی عطا کرتا ہے:"اللہم إنی عبد ک و ابن عبدک، ابن أمتک، ناصیتی بیدک ، ماض فی حکمک، عد ل فی قضاءک، أسألک بکل اسم ھو لک ، سمیت بہ نفسک ، أو علمتہ أحدا من خلقک، أو استأثرت بہ فی علم الغیب عندک أن تجعل القرآن العظیم ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذھاب ھمی ")(۱)۔

آج بہت سے اس طرح کی دعاؤں سے ناواقف ہیں، کیوں کہ ان کی نشر واشاعت میں کوتاہی درآئی ہے، ہر انسان کو حزن وملال اور غم وافسردگی لاحق ہوتی ہے، جب اسے مشکلات کا سامنا ہوتا ہے یا جب حالات اس کی توقعات اور کوششوں کے موافق نہیں واقع ہوتے، کچھ لوگ صبر سے کام لیتے ہوئے اللہ سے اجر کی امید رکھتے ہیں، جب کہ کچھ لوگ صبر کرنے کے ساتھ شرعی طریقوں سے اپنے غم واندوہ کا علاج بھی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاہم کچھ تھوڑے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو جبریہ انداز میں اس کا علاج کرتے ہیں، وہ یہ کہ کچھ دیر کے لئے اپنے عقل کو ہی معطل کر دیتے ہیں تاکہ ان حالات اور غم واندوہ کو بھول جائیں پھر اس کے بعد اپنے حالات پر لوٹ آتے ہیں۔

۵-ایسے لوگوں کو نصیحت کی جائے جو اپنے مہمان کی ضیافت سگریٹ اور شیشہ (منشیات) سے کرتے ہیں، اور اس بدگمانی میں رہتے ہیں کہ یہ بھی سخاوت وفیاضی ہے، وہ اس سے غفلت برتتے ہیں کہ وہ کسی گناہ کے ارتکاب کا موجب بن رہے ہیں اور ایک ایسی خطرناکی کو پیش کر رہے ہیں جو سماج میں پھیل رہی ہے، جسم وجان کو خاکستر کر دینے والی آگ کو ہوا دے رہے ہیں، جب کہ ان کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ نصح وخیر خواہی اور توجیہ وارشاد کے ذریعہ اس آگ کو بجھا سکیں۔

۶-اسلامی ممالک کے اندر شراب، سگریٹ جیسے منشیات کے کارخانوں کو بند کرایا جائے، انہیں خارجی ممالک سے برآمد کرنے پر پابندی لگائی جائے، ان کو رواج دینے اور پھیلانے والوں پر سخت سزائیں نافذ کی جائیں کیوں کہ لوگوں کے درمیان ان چیزوں کو پھیلانے کے اصل ذمہ دار یہی لوگ ہیں۔

---

(۱)مسند احمد:۱/۴۵۲

۷-اس قسم کے جان لیوا زہر کے خلاف تمام مساجد، میڈیا ہاؤس، مدارس وجامعات، عام سماجی اور تربیتی ادارے مل کر اپنا حقیقی کردار ادا کریں، خواہ گفتگو اور بات چیت کے ذریعہ ہو، یا خالص دینی جذبہ کے تحت خط ومراسلت کے ذریعہ، کیوں کہ دل پر اس کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔

بے پردگی اور عریانیت

عریانیت کا مفہوم:

عریانیت یہ ہے کہ عورت اپنی زینت کا برملا اظہار کرے اور مردوں کے سامنے اپنے محاسن کی نمائش کرے، اپنی گردن اور چہرے کے حسن کو مردوں کے سامنے عریاں رکھے(۱)۔

عریانیت اپنی تمام تر شکلوں میں فتنہ وفساد اور اخلاقی برائیوں کے لئے ایک کشادہ دروازہ ہے، خواہ یہ بناوٹی آواز اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے ہو، یا شفاف وباریک یا چھوٹے لباس کے ذریعہ، یا گردن کے بعض حصوں کی نمائش کے ذریعہ، یا لچک دار چال کے ذریعہ، عریانیت ہر صورت میں ایک خطرناک مرض اور بڑی فساد انگیز برائی ہے۔

اسلام نے اپنی تربیت میں عریانیت کا خاص علاج پیش کیا ہے، انسانی طبیعت اور مزاج کے مطابق زجر وتوبیخ اور ترغیب وتشویق پیش کر کے اس سلسلے میں عمدہ توجیہ اور بہتر رہنمائی فرمائی ہے۔

عریانیت کے اسباب:

عریانیت کے پیچھے جو خاص اسباب کار فرما ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱-دینی تربیت کا فقدان اور اس کی خستہ صورت حال، جس کے سبب سماجی اور خاندانی سطح پر انحراف اور خواہش پسندی کو رواج ملتا ہے۔

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب: ۲/ ۲۱۲۰، مادة: برج

۲- حسن وجمال کی نمائش کی چاہت، تاکہ عریاں خاتون کے حسن وجمال سے لوگ شاد کام ہوں، بالوں کی تزیین وتجمیل کے بعد عریاں رکھ کر، شفاف، باریک، تنگ اور چھوٹے لباس زیب تن کرکے عریانیت کا مظاہرہ کیا جاتاہے، تاکہ لوگوں کی نگاہیں ان چیزوں پر پڑیں جنہیں چھپانے اور ر پردہ کرنے کا حکم دیا گیاہے۔

۳- عریانیت کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ: انسان کے دل میں اس لذت کی چاہت اور طلب ہوتی ہے جو مرد وعورت کی باہمی گفتگو سے ملتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آواز کو خوبصورت بناکر بناوٹی شکل میں پیش کیا جاتاہے، لہجہ پر کشش اور گفتگو کو شیریں رکھا جاتاہے، جب کہ قرآن نے اس سے منع فرمایاہے، اللہ کا فرمان ہے: ﴿يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٖ مِّنَ ٱلنِّسَآءِۚ إِنِ ٱتَّقَيۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِٱلۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ ٱلَّذِي فِي قَلۡبِهِۦ مَرَضٞ وَقُلۡنَ قَوۡلٗا مَّعۡرُوفٗا ٣٢﴾ [سورة الأحزاب: ٣٢].

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم تمام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ: یہ ایک ایسا ادب ہے جس کا حکم اللہ نے نبی ﷺ کی بیویوں کو دیاہے، امت کے کی دیگر تمام خواتین اس حکم میں ان کی تابع ہیں(۱)۔

۴- دوسروں کے دیکھا دیکھی جب عریانیت کا مظاہرہ کیا جاتاہے تو اس وقت تقلید اس کا سبب ہوتی ہے، بہ طور خاص اس وقت جب اس تقلید کے ساتھ احساس ہزیمت بھی کارفرما ہو، کیوں مغلوب انسان غالبا اپنے تمام تر شعار، لباس، طریقہ کار اور دیگر تمام احوال اور امور میں اپنے اسوہ اور آئیڈیل کی اقتداء وپیروی کا دلدادہ ہوجاتاہے، ایسا کوئی قاعدہ کلیہ کے تحت نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ لازمی ہے کہ ہمیشہ یہ صورت حال ہی ہو، لیکن جس انسان کے اپنے خاص اصول ومبادئ نہ ہو، اس کی روش یہی ہوتی ہے۔

۵- نقد وجائزہ کی کمی: جب اندھی تقلید سماج کی اکثریت کے اندر اپنا جال پھیلا چکی ہوتی ہے، تو سماج سے نقد وتبصرہ کا ماحول اٹھ جاتاہے، پھر عورت عریانیت میں کوئی حرج اور مضائقہ محسوس نہیں کرتی، کیوں نقد وتبصرہ کی زبان تقلید کی گرہ میں بندھی ہوتی ہے، جب کہ اسلام نے ہمیں نصح وخیر خواہی کا حکم دیاہے، اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد

---

(۱) تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ۴۹۰/۳

ہے:(دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے دریافت کیا: کس کے لئے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے ائمہ اور عوام کے لئے)(۱)۔ اسلامی منہج میں نصح و خیر خواہی کا اصول وضابطہ بھی واضح کر دیا گیا ہے، وہ یہ کہ:

زور بازو سے برائی کو دور کیا جائے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان کی طاقت سے اسے ختم کیا جائے، سب سے کم تر درجہ یہ ہے کہ دل سے برا جانا جائے، جیسا کہ نبی ﷺ سے اس کی رہنمائی فرمائی ہے:(جو شخص تم میں سے کسی منکر-خلاف شرع-کام کو دیکھے تو اس کو مٹادے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی-دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار رہو-یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے)(۲)۔

عریانیت کی تباہ کاریاں:

عریانیت کی تباہ کاریاں درج ذیل ہیں:

۱-عورت اپنے تنگ وباریک لباسوں، اپنی پر کشش آواز، عریاں بدن، اور زیب وزینت اور عطر وخوشبو کے ذریعہ فتنے کی آگ بھڑکاتی اور مردوں کی شہوت ابھارتی ہے، اس لئے اسلام نے عورت کے فتنہ سے متنبہ فرمایا ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے:(میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں کے فتنہ سے زیادہ بڑھ کر نقصان دینے والا اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے)(۳)۔

۲-عورتوں کی عریانیت میں اللہ تعالی کے ان اوامر کی صریح خلاف ورزی ہے جن اوامر کا تقاضہ یہ ہے کہ عورت اپنی گفتگو میں بناوٹ اور نرمی نہ لائے، اپنی بات کو خوبصورت بنا کر نہ پیش کرے کہ بیمار دل انسان اس کے بارے میں برا خیال کرنے لگے، نیز یہ عورت اپنے گھر کو لازم پکڑے، بے پردہ نہ نکلے، اجنبی مردوں کے سامنے اپنے حسن وجمال کا مظاہرہ نہ کرے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٖ مِّنَ ٱلنِّسَآءِۚ إِنِ ٱتَّقَيۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِٱلۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ ٱلَّذِي فِي قَلۡبِهِۦ مَرَضٞ وَقُلۡنَ قَوۡلٗا مَّعۡرُوفٗا ٣٢ وَقَرۡنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ ٱلۡجَٰهِلِيَّةِ ٱلۡأُولَىٰۖ

---

(۱) مسلم: ۱/ ۷۴، حدیث نمبر: ۹۵/ ۵۵

(۲) مسلم: ۱/ ۶۹، حدیث نمبر: ۷۸-۴۹

(۳) بخاری: ۳/ ۳۱۶، حدیث نمبر: ۵۰۹۶، مسلم: حدیث نمبر: ۹۷-۲۷۴۰

وَأَقِمْنَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتِينَ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَطِعْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ [سورۃ الأحزاب:٣٢-٣٣].

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے، اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔ اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اُنچے بناؤ کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو، اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ ہر قسم کی گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

٣- عریانیت زنا کے اسباب میں سے ہے، کیوں کہ عورت جب اپنے حسن وجمال اور فتنہ آمیز جگہوں کی نمائش کرتی ہے تو مرد اس سے متاثر ہوتا ہے اور اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے، بہ طور خاص اس زمانے میں جب کہ زیب وزینت کی نمائش، شفاف وباریک کپڑوں اور خیرہ چشم کریم اور جاذب نظر پاؤڈر کے متنوع قسموں کے ذریعہ حسن وجمال کا کھلے عام مظاہرہ کیا جاتا ہے، ایسی عریانیت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد کسی اور عریانیت کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ "ہر طرف فتنے کا دور دورا ہے، شہوت کی آگ بھڑک رہی ہے اور حرص وطمع کا چلن ہے"[١]۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عریانیت اپنی تمام تر ہیجان انگیزیوں کے ساتھ زناکاری کا سبب بنتی ہے، جس سے اسلام انسانی سماج ومعاشرہ کو پاک کرنا چاہتا ہے، اسی لئے اسلام نے عورت کو عطر لگا کر مردوں کے مجلس سے گزرنے سے منع فرمایا ہے، تاکہ ان کی شہوت کو آگ نہ لگے اور نہ ان کی خواہش بھڑکے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (ہر آنکھ زناکار ہے اور عورت جب خوشبو لگا کر مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ بھی ایسی ایسی ہے یعنی وہ بھی زانیہ ہے)[٢]۔ اللہ نے عورت کو اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر کرنے کے لئے چلتے ہوئے اپنے

---

(١) سید قطب، فی ظلال القرآن: ٥/ ٢٨٥٩

(٢) اکتب الحاشیۃ ھنا

پاؤں زمین پر زور سے مارے جس سے اس کی پازیب کی جھنکار اور کپڑے کے نقش نگار نمایاں ہوں، اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا يَضۡرِبۡنَ بِأَرۡجُلِهِنَّ لِيُعۡلَمَ مَا يُخۡفِينَ مِن زِينَتِهِنَّۚ﴾ [سورة النور: ٣١].

ترجمہ: اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔

۴- بے پردگی اور عریانیت زمانہ جاہلیت کی پہچان اور صفت ہے، جو نبی ﷺ کی بعثت سے قبل رائج تھی، وہ ایسے ہر سماج میں نمایاں رہتی ہے جہاں اسلامی تعلیمات پر عمل نہ ہوتا ہو، آج مغرب میں جس جاہلانہ زندگی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے اس کے اندر بدکاری کی طرف دعوت دینے، صحافت اور میڈیا کے ذریعہ آواز اور تصویر کی مدد سے برائی کو عام کرنے کے جو طریقے اور اسالیب اختیا کئے جارہے ہیں اور مغرب کی برہنہ عورتوں کی اندھی تقلید کے لئے مسلم خواتین کو آمادہ کرنے کے لئے جو اثر انگیز زہر پھیلائے جارہے ہیں، وہ اسلام سے ماقبل کی جاہلیت سے زیادہ سنگین اور خطرناک ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ ٱلۡجَٰهِلِيَّةِ ٱلۡأُولَىٰۖ﴾ [سورة الأحزاب: ٣٣].

ترجمہ: اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔

عریانیت کے علاج کی تربیتی رہنمائیاں:

عریانیت کے علاج کی کچھ تربیتی رہنمائیاں ذیل میں ذکر کی جارہی ہیں:

۱- عریانیت اور بے پردگی کا شرعی حکم بیان کیا جائے، اور عورت کو فسق وفساد سے دور رکھنے کی پیچھے جو حکمت پوشیدہ ہے اس سے باخبر کیا جائے مربیہ اور اہل خانہ کی معلمہ کی حیثیت سے سماج میں اس کے مقام ومرتبہ اور شہرت وناموری کو محفوظ رکھا جائے۔

۲- ان کے سامنے یہ آشکارا کیا جائے صحابیات رضی اللہ عنھن حجاب وپردہ اور عفت وپاکدامنی کا مکمل التزام کرتی تھیں، اسلامی احکام کو بغیر کسی کوتاہی اور احساس شرمندگی کے اپنی زندگی میں نافذ کرتی تھیں، ہوسکتا ہے کہ اس سے ان کے اندر عظیم المرتبت صحابیات کی اقتدا کرنے اور عفت وحشمت کے معاملے میں ان کے نقش پا کی پیروی کرنے کا جذبہ اجاگر ہو۔

۳- عریانیت کے تباہ کاریوں اور اس کے نتیجے میں پنپنے والے فساد و بگاڑ اور فحاشی و بدکاری کو اجاگر کیا جائے، نیز یہ بھی واضح کیا جائے کہ مغربی خواتین عریانیت کے سبب تباہی کے کس دہانے پر پہنچ چکی ہیں، اور وہ اس قدر حقیر ہو چکی ہیں کہ ان کی حیثیت اس سامان تجارت کی طرح ہو چکی ہے جو اگر قابل استعمال ہو تو خرید کر اسے استعمال کر لیا جاتا ہے، اور جب ضرورت ختم ہو جاتی ہے تو اسے کوڑے دان کے حوالے کر دیا جاتا ہے، پھر انہیں سماجی نگہداشت اور عاجز و درماندہ لوگوں کی جائے پناہ میں پہنچا دیا جاتا ہے، بطور انجام اطمنان بخش اور پر سکون ازدواجی زندگی ضائع ہو جاتی ہے، بچوں کی تربیت اور نگہبانی کا جذبہ مر جاتا ہے، عورتوں کی جھوٹی آزادی کے علمبر داران کو اس حقیقت سے آگاہ ہو جانا چاہیئے، ہو سکتا ہے کہ اب بھی وہ اپنی مدہوشی سے ہوش میں آئیں اور رشد و ہدایت کی طرف لو جائیں۔

۴- سماج و معاشرہ کے اندر عفت و پاکدامنی اور شرم و حیاداری کی بیج بونے میں تربیتی اداروں، ذرائع ابلاغ، گھر کے اندرونی ماحول اور مساجد کا جو کردار ہے اسے نمایاں کیا جائے، بہ طور خاص میڈیا اور وسائل ابلاغ پر زیادہ توجہ دی جائے کیوں کہ صلاح و فساد کی نشر و اشاعت میں میڈیا کا بڑا اثر اور اہم کردار ہے، اس لئے کہ دنیا کے ہر گوشے میں میڈیا کے مختلف وسائلِ ابلاغ، ذرائعِ تشہیر اور اسبابِ نشر و اشاعت پھیلے ہوئے ہیں۔

۵- ہاسپیٹل اور اس جیسے دیگر عوامی ادارے جہاں عورتیں بحیثیت کارندہ کے موجود ہوتی ہیں، ان اداروں کو عریانیت اور اختلاط کو روکنے میں اپنی حصہ داری پیش کرنی چاہیئے تاکہ عفت و پاکدامنی کے جوہر کو عام کرنے میں اس حصہ داری سے بہتر حوصلہ ملے اور ان کا یہ عمل اس سلسلے میں مؤثر عنصر بن کر سامنے آئے۔

۶- انسان اپنے دین کی سنہری تعلیمات اور بلند اخلاق پر فخر محسوس کرے اور دینی احکام واوامر پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہمہ وقت کمربستہ اور آمادہ رہے۔

بخیلی

بخل کا مفہوم

اصطلاحی معنی:

بخل: یہ ہے کہ خرچ کرنے سے باز رہا جائے، اور ہر حال میں کنجوسی کو ہی ترجیح دی جائے[1]۔

بخل ایک قابل مذمت اور نامبارک صفت ہے، کیوں کہ اس کے اندر کنجوسی اور خرچ نہ کرنے اور مال اکھٹا کرنے اور اسے جمع کر کے رکھنے کا وصف پایا جاتا ہے، بسا اوقات یہ صفت انسان کو فقر کا اظہار کرنے پر آمادہ کرتی ہے تا کہ لوگ اس سے قرض نہ مانگیں اور اسے دوسروں کی مدد نہ کرنی پڑے، یہ وصف اسے مہمان کی ضیافت کرنے اور اولاد پر خرچ کرنے سے بھی باز رکھتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کے بچے ہاتھ پھیلانے اور کنجوسی میں اپنے والد کی روش پر چلنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔

بخل و کنجوسی کبھی مال کے سلسلے میں ہوتی ہے تو کبھی علم میں، اور مختلف اخلاقی نمونوں میں بھی اس کے مظاہر نظر آتے ہیں۔

بخل کے اسباب:

بخل کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں، جنہیں ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے:

۱- کنجوسی: یہ بخل کی ایسی شکل ہے جس میں مال کی حرص بھی ہوتی ہے[2]۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس قسم کی کنجوسی سے منع فرمایا ہے اور اس کے خطرناک نتائج سے آگاہ فرمایا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (ظلم سے بچو کیں کہ ظلم قیامت کی تاریکیوں میں سے ایک تاریکی ہے، اور تم بخیلی سے بچو کیوں کہ بخلیلی نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ

---

(۱) احمد محمد جاد المولی، الخلق الکامل: ۴/ ۴۶۹

(۲) الأصفہانی، المفردات فی غریب القرآن: ۲۵۶

کیا۔ بخیلی کی وجہ سے انہوں نے خون کئے اور حرام کو حلال کیا)(١)۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ مَا ٱسۡتَطَعۡتُمۡ وَٱسۡمَعُواْ وَأَطِيعُواْ وَأَنفِقُواْ خَيۡرٗا لِّأَنفُسِكُمۡۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفۡسِهِۦ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ١٦﴾ [سورة التغابن: ١٦].

ترجمہ: اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے۔

۲- بخل کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ مال بذات خود بخیل کی نظر میں محبوب بن جاتا ہے(٢)، جو اسے مال جمع کرنے اور ضروری کام میں بھی بقدر ضرورت اور حسب حاجت اسے خرچ نہ کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

۳- خرچ کرنے اور سخاوت وفیاضی کا مظاہرہ کرنے کی جو فضیلت آئی ہے، اس سے نا آشنائی بھی اس کا ایک سبب ہے، اور اس سے ناواقفیت کہ خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے اور اس میں برکت پیدا ہوتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے حدیث قدسی میں فرمایا: (اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے: اے ابن آدم تم خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا)(٣)۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: (صدقہ مال کو کم نہیں کرتا)(٤)۔

بخیلی کی تباہ کاریاں:

١- بخیلی انسان ے لئے دینی اعتبار سے ضرر اور نقصان کا باعث ہے، کیوں کہ وہ اسے زکاۃ وصدقہ اور مہمان وپڑوسی کے اکرام اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے روکتی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلَا يَحۡسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبۡخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦ هُوَ خَيۡرٗا لَّهُمۖ بَلۡ هُوَ شَرّٞ لَّهُمۡۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُواْ بِهِۦ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِۗ وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٞ ١٨٠﴾ [سورة آل عمران: ١٨٠].

---

(١) مسلم: ۴/ ١٩٩٦، حدیث نمبر: ۵٦-٢۵٧٨

(٢) احمد محمد جاد المولی: الخلق الکامل: ۴٦٩

(٣) بخاری: ٣/ ۴٢۴، حدیث نمبر: ۵٣۵٢، مسلم: ٢/ ٦٩٠-٦٩١، حدیث نمبر: ٣٦-٩٠٩٣، الفاظ امام مسلم کے ہیں۔

(۴) اس کا حوالہ گزر چکا ہے

ترجمہ: جنہیں اللہ تعالی نے اپنے فضل سے کچھ دیا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے، عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے، آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالی ہی کے لئے اور جو کچھ تم کر رہے ہو، اس سے اللہ تعالی آگاہ ہے۔

یعنی: بخیل یہ ہرگز وہم نہ رکھے کہ وہ مال جسے وہ جمع کر رہا ہے، وہ اسے کچھ فائدہ پہنچائے گا، بلکہ اس کے لئے دینی اعتبار سے نقصان کا باعث ہوگا، ہوسکتا ہے کہ اسے دنیا میں بھی اس مال کی وجہ سے گھاٹے کا سامنا کرنا پڑے، پھر اللہ نے قیامت کے روز پیش آنے والے مال کے انجام سے باخبر فرماتے ہوئے کہا: (عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے)[١]۔

زکاۃ نہ ادا کرنے والے کو سخت ترین سزا دی جائے گی، اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں: (جسے اللہ تعالی نے مال دیا اور پھر اس نے اس کی زکوۃ ادا نہیں ادا کی تو آخرت میں اس کا مال نہایت زہریلے سانپ بن کر جس کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے، اس کی گردن میں طوق کی طرح پہنا دیا جائے گا، پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا کہ میں ہی تیرا مال ہوں، میں ہی تیرا مال ہوں، میں ہی تیرا خزانہ ہوں)[٢]۔

٢- بخیلی ہلاکت کا سبب اور قتل وغارت اور لوٹ مار کا سبب بنتی ہے: زکاۃ نہ ادا کرنے سے محتاجوں کی فقیری و حاجت برداشت سے باہر ہوسکتی ہے، اور اگر دینی ممانعت نہ ہو تو وہ قتل وغارت اور مار پیٹ اور لوٹنے اور غصب کرنے کے درپے آسکتے ہیں، اور اہل ثروت کے تیئں ان کے اندر عداوت پیدا ہوسکتی ہے، نبی ﷺ نے ہمیں اسی لئے بخیلی سے منع فرمایا ہے، اور ہمیں اس کے مضرات سے آگاہ بھی فرمایا ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: (ظلم سے بچو کیں کہ ظلم قیامت کی تاریکیوں میں سے ایک تاریکی ہے، اور تم بخیلی سے بچو کیوں کہ بخلیلی نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کیا۔ بخیلی کی وجہ سے انہوں نے خون کئے اور حرام کو حلال کیا)[٣]۔

---

(١) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم: ١/ ٤٤٢

(٢) بخاری: ١/ ٤٣٣، حدیث نمبر: ١٤٠٣، مسلم: ٢/ ٦٨٥

(٣) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے

۳- بخیلی مال کی بربادی کا دروازہ ہے، جب کہ سخاوت وفیاضی مال میں بڑھوتری اور اضافہ کا راستہ ہے، اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: (کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں، ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے، اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! ممسک اور بخیل کے مال کو تلف کردے)(۱)۔

۴- بخیلی کی تباہ کاریوں میں سے یہ بھی ہے کہ بخیل انسان اپنی بخیلی کے سبب فقیر وقلاش کی شکل وشباہت اور محتاج ومسکین کی ہیئت میں نظر آتا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے احوص صحابی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے مال کے اثرات ظاہر کریں، ابوالاحوص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: (میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھے خستہ حالت میں دیکھا، تو فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ مال ودولت ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، اللہ تعالی نے مجھ ہر طرح کا مال دے رکھا ہے، آپ نے فرمایا: جب تمہارے پاس مال ہو تو اس کے آثار بھی نظر آنے چاہئیں)(۲)۔

۵- بخیلی اہل کتاب کے اوصاف میں سے ہے: اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ٱلَّذِينَ يَبۡخَلُونَ وَيَأۡمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلۡبُخۡلِ وَيَكۡتُمُونَ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦۗ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ عَذَابٗا مُّهِينٗا ۝٣٧﴾ [سورة النساء:۳۷].

ترجمہ: جو لوگ خود بخیلی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخیلی کرنے کو کہتے ہیں اور اللہ تعالی نے جو اپنا فضل انہیں دے رکھا ہے اسے چھپا لیتے ہیں ہم نے ان کافروں کے لئے ذلت کی مار تیار کر رکھی ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بعض اسلاف نے اس آیت کو اس پر محمول کیا ہے کہ یہودی اس علم کو ظاہر کرنے میں بخیلی سے کام لیتے تھے جو محمد ﷺ کی صفت کے تعلق سے ان کی کتاب میں موجود تھا اور اسے چھپا لیتے تھے، اس لئے اللہ نے کہا کہ: (ہم نے ان کافروں کے لئے ذلت کی مار تیار کر رکھی ہے)(۳)۔

---

(۱) مسلم: ۲/ ۷۰۰، حدیث نمبر: ۵۷-۱۰۱۰

(۲) نسائی: ۸/ ۱۹۶، حدیث نمبر: ۵۲۹۴، امام البانی نے اسے صحیح کہا ہے، دیکھیں: صحیح سنن النسائی: ۴۸۸۸

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم: ۱/ ۵۰۸

چنانچہ اللہ نے ان یہودیوں کو مال اور علم دونوں قسم کی بخیلی سے موصوف کیا ہے، اگرچہ کہ اس کا سیاق اس بات دلالت کرتا ہے کہ یہاں پر بخیلی سے مراد علم میں بخیلی کرنا ہے، علم کی نسبت رکھنے والا ایک طبقہ بھی اس بخیلی کا شکار ہے، جو بسا اوقات علم میں بخیلی کرتے ہوئے علم کو چھپالیتے ہیں، تو کبھی اس غرض سے کہ کہیں دوسروں کو بھی وہ اہمیت وفضیلت حاصل نہ ہو جائے جو انہیں حاصل ہوا ہے، جب کہ کبھی اس کا سبب جاہ ومنصب کی چاہ اور مال ودولت کی حرص ہوتا ہے، اور بعض دفعہ وہ اس خوف سے اپنا علم ظاہر نہیں کرتے کہ کہیں ان کا منصب اور مال چھن نہ جائے (۱)۔

علاج کے تربیتی نسخے:

علاج کے چند تربیتی نسخے ذیل میں ذکر کئے جارہے ہیں:

۱- انسان بخیلی سے اللہ کی پناہ طلب کرے، نبی کریم ﷺ بخل سے پناہ طلب کرتے تھے، جب کہ آپ ﷺ سب سے سخی وفیاض اور داتا وکریم انسان تھے، آپ دعا کرتے تھے: (اللھم إنی أعوذ بک من الھم والحزن والعجز والکسل والبخل والجبن وضلع الدین وغلبۃ الرجال) (۲)۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر وسوچ اور پریشانی سے، عاجزی وکاہلی سے، کنجوسی وبزدلی سے، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غالب آنے سے۔

۲- تربیتی ادارے انفاق فی سبیل اللہ کے اجر وثواب کو بیان کرنے اور یہ واضح کرنے میں اپنا تعلیمی اور قائدانہ کردار ادا کریں کہ انفاق سے مال میں برکت اور نمو پیدا ہوتی ہے اور اس کے اندر اضافہ ہوتا ہے، نیز یہ بھی بیان کریں کہ بخیلی سے نفرت وعداوت جنم لیتی ہے، باہمی تنافر پیدا ہوتا ہے، سماج میں بگاڑ کی راہ ہموار ہوتی ہے اور چوری، ڈاکہ زنی اور خوں ریزی کے دروازے کھلتے ہیں، اور اس کی خطرناک تباہی سے بخیل انسان کے ساتھ اس کا سماج اور معاشرہ بھی دوچار ہوتا ہے۔

---

(۱) ابن تیمیہ: اقتضاء الصراط المستقیم: ۷ مع اختصار

(۲) بخاری: ۲/ ۲۳۹-۳۳۰، حدیث نمبر: ۲۸۹۳، مسلم: ۴/ ۲۰۸، حدیث نمبر: ۵۲-۱۷-۶

۳-انسان خود کو خرچ کرنے کا عادی بنانے کے لئے اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے اور اپنے آپ کو سخاوت کا خوگر بنائے، تاکہ خرچ کرنے کا جذبہ مال جمع کرنے کی چاہت پر غالب آجائے، اپنے عزیمت اور قوت ارادی کے ساتھ جذبہ بخیلی کا دفاع کرے، اور اس جنت کی امید سے بخیلی کو دور کرے جس کی وسعت آسمان وزمین کی کشادگی کو محیط ہے۔

۴-والدین اور مربی حضرات اپنی تربیتی ذمہ داری کماحقہ ادا کریں اور اسراف وتبذیر سے بچتے ہوئے انفاق کا درست نمونہ اور آئیڈیل اپنے بچوں کے سامنے پیش کریں۔

۵-صحابہ کرام کی سخاوت وفیاضی کو پیش نظر رکھیں اور ان کا یہ جذبہ نہ بھولیں کہ کس طرح وہ دوسروں کو اپنی ذات اور ضروریات پر ترجیح دیتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالی نے انصار کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [سورة الحشر:۹].

ترجمہ: بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں، گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو۔

چوری اور ڈاکہ زنی

چوری کا معنی ومفہوم

اصطلاحی معنی:

پوشیدہ طور پر کسی چیز کو ہڑپنے کا نام چوری ہے[۱]۔

اسلامی اصول ومبادی کے مطابق تربیت نہ کرنے کے نتیجے میں جو اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں ان میں غیر شرعی طریقے سے دوسروں کے حقوق غصب کر لینا بھی شامل ہے، جس سے خوف وہراس، بدامنی، اور بے قراری کا ماحول پیدا ہوتا ہے، اسلامی احکام واوامر پر غور کرنے والا انسان یہ جانتا ہے کہ اسلام نے اس طرح کے اخلاقی جرائم کی شدید نکیر کی ہے، تاکہ اس کی تباہ کاریوں سے معاشرہ کو محفوظ رکھا جا سکے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

---

(۱) سید سابق: فقہ السنۃ (۴۸۶/۲)

﴿ وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓاْ أَيْدِيَهُمَا جَزَآءَۢ بِمَا كَسَبَا نَكَٰلٗا مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٞ ﴿٣٨﴾ ﴾ [سورة المائدة:٣٨].

ترجمہ: چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔ د یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا، عذاب اللہ کے طرف سے اور اللہ تعالی قوت و حکمت والا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے، آپ فرماتے ہیں: "اللہ تعالی کی لعنت نازل ہو چوری کرنے والے پر، انڈا چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے، رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے"(١)۔

چوری کے اسباب وعوامل:

١- اسلامی طور طریقے کے مطابق تربیت نہ کرنا، بہ طور مثال ماں باپ جب اپنے بچے کے ہاتھ کوئی ایسی چیز دیکھتے ہیں جو انہوں نے اسے نہیں دیا، تو یہ نہیں سوال کرتے کہ تم نے یہ کہاں سے حاصل کیا؟ اور نہ ہی وہ اس کی چھان بین کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، اس معاملہ میں پیہم کوتاہی برتی جاتی ہے، یہاں تک کہ بچہ اسی روش پر نشوونما پاتا ہے اور اس قدر اس کا عادی ہو جاتا ہے کہ پھر ماں باپ کے لئے اس کی تربیت کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے، بسا اوقات والدین اپنے بچے کو چوری کی شہ بھی دیتے ہیں اور اس کے طور طریقے سے بھی آگاہ کرتے ہیں، ایک عدالت کا واقعہ ہے کہ قاضی نے کسی چور کو جب سزا سنائی اور حکم الہی کے بموجب اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور حکم نافذ ہونے کا وقت آیا تو ملزم نے بآواز بلند یہ کہا کہ: میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے آپ یہ جان لیں کہ جب پہلی دفعہ میں اپنے پڑوسی کا انڈا چوری کیا تھا تو میری ماں نے اس پر میری زجر و توبیخ نہیں کی اور نہ ہی مجھے اسے واپس کرنے کا حکم دیا، بلکہ یہ کہا کہ: میری بیٹا اب بڑا ہوشیار ہو گیا ہے، اگر ماں اس وقت یہ نہ بولی ہوتی جس میں انہوں نے میرے جرم پر خوشی کا اظہار کیا تھا تو آج سماج میں کوئی چور نہ ہوتا(٢)۔

---

(١) بخاری (٤/٧/٢٤٧) حدیث نمبر: ٦٧٨٣، مسلم: ٣/١٣١٤، حدیث نمبر: ٧/١٦٨٧

(٢) مصطفی السباعی، اخلاقنا الاجتماعیۃ: ١٦٢

۲- چوری کی جو اسلامی سزا ہے اسے نافذ کرنے میں کوتاہی کرنا یا بالکلیہ نافذ ہی نہ کرنا ایسا جرم ہے جس سے کمزور ایمان والوں کو چوری کرنے کی شہ ملتی ہے، نبی کریم ﷺ نے چوری کی سزا نافذ کرنے پر کافی زور دیا ہے، آپ کا فرمان ہے: "اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا"(۱)۔

۳- دوسروں کے مال پر گندی نگاہ رکھنا اور انہیں جو نعمتیں حاصل ہیں ان کی حرص کرنا بھی چوری کا ایک سبب ہے، کیوں لالچ اور حرص ایسی بیماری ہے جو اسے بلاواسطہ طور پر چوری کے لئے آمادہ کرتی ہے(۲)۔

چوری کی تباہ کاریاں:

۱- یہ ایسا جرم ہے جس کی پاداش میں مجرم کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓاْ أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَٰلًا مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾ ﴾ [سورة المائدة:٣٨].

ترجمہ: چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔ د یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا، عذاب اللہ کے طرف سے اور اللہ تعالی قوت وحکمت والا ہے۔

۲- چوری مجرم کو لعنت الہی کا حقدار بنا دیتی ہے، جیسا کہ صحیحین میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی لعنت نازل ہو چور پر، انڈا چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے، اور رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے"(۳)۔

۳- سماج میں جب چوری، ڈاکہ زنی، اور لوٹ مار کے حوادث بکثرت رونما ہوتے ہیں، تو معاشرہ سے امن وامان کافور ہو جاتا ہے، جیسا کہ ان ممالک میں ہو رہا ہے جہاں اسلامی شریعت کو نافذ نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اسلام کی عمدہ اور کارگر اصول تربیت کو اپنایا جاتا ہے۔ ولایت متحدہ امریکہ میں جرائم کے اعداد وشمار نشر کئے گئے تو ان میں چوری کی یہ

---

(۱) البخاری: ۴/ ۲۴۸-۲۴۹ حدیث نمبر: ۶۷۸۸، مسلم: ۳/ ۱۳۱۵، حدیث نمبر: ۸/ ۱۶۸۸، حدیث کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

(۲) خلیفہ ابراھیم الزرزیر، مکافحۃ السرقۃ فی الإسلام: ۲۱۶

(۳) اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

تفصیل بھی درج تھی کہ ہر دو منٹ پر وہاں چوری کا واقعہ رونما ہوتا ہے، ہر بیس سکنڈ میں گھروں پر حملہ کیا جاتا ہے، ہر چالیس سکنڈ میں گاڑی غصب کی جاتی ہے، گویا ایک سال میں ۲۸۵ ملین چوری کے واقعات پیش آتے ہیں[۱]۔

۴- چوری کی ایک تباہ کاری یہ بھی ہے کہ چوری کرنے والا حکومت کے زیر عتاب آجاتا ہے اور اسے جیل کی کالی کوٹھری کے حوالہ کر کے سزا سے دوچار کیا جاتا ہے۔

۵- معاشرہ میں چوری کرنے والے کے تعلق سے بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور وہ کسی کی نظر میں بھروسہ مند نہیں رہ جاتا، اس کے شر سے کوئی مامون نہیں رہتا، بطور انجام اس کا شناسا انسان بھی اس سے گریزاں رہنے لگتا ہے، اس کے ساتھ تعاون اور برتاؤ کے جذبات اگر ختم نہیں ہوتے تو کم ضرور پڑ جاتے ہیں، اور وہ اپنے قریبی لوگوں کی نگاہ سے بھی گر جاتا ہے۔

٦- وہ چوری کا مال کھاتا ہے جو اس پر حرام ہے۔

علاج کے تربیتی نسخے:

۱- چوری کی حد اور سزا نافذ کی جائے، کیوں کہ سزا نافذ کرنے سے ہی فساد انگیزی رک سکتی ہے، چوری کا علاج ممکن ہو سکتا ہے، اور ایسے لوگوں کے لئے سامان عبرت فراہم کیا جا سکتا ہے جن کا نفس انہیں لوگوں کا مال ہڑپنے پر ورغلاتے ہیں، حدود کی تنفیذ میں اسلام کی تربیتی رہنمائی کے ساتھ علاج اور بچاؤ کا راستہ بھی ہے۔ اس سے چور کو چوری سے باز رکھا جاتا ہے اور جس کا مال چوری کیا جاتا ہے اس کے حق کی حفاظت کی جاتی ہے۔

۲- سرپرست حضرات، تربیتی اور سماجی اداروں کے ذمہ داران اس بیماری کی سنگینی سے آگاہ رہیں، اپنے بچوں او رماتحتوں کو دوسروں کے حقوق کا احترام کرنے اور ان پر زیادتی نہ کرنے کی تربیت اور تعلیم دیں، بچپن سے ہی انہیں اس بات کا عادی بنائیں کہ وہ لوگوں کی جائداد کو چرانے اور ان کا مال ہڑپنے سے باز رہیں اور اللہ کا خوف کھاتے ہوئے لوگوں کے مال و منال کو احترام کی نظر سے دیکھیں۔

---

(۱) عبد الرحمن واصل: مشکلات الشباب الجنسیۃ: ٦۴-۷۴ مع اختصار

۳- والدین کے لئے بھی ضروری ہے کہ دوسروں کے حقوق کا احترام کریں اور کسی طرح بھی ان پر زیادتی نہ کریں، والدین اپنے بچوں کے لئے نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۴- نیز والدین کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی چیزوں کا احترام کریں، والدین مخفی طور پر بچوں کے سامان کو ہاتھ نہ لگائیں، بلکہ اپنے بچوں میں یہ شعور پیدا کریں کہ کسی کی چیز کو بغیر اجازت کے ہاتھ نہ لگایا جائے تاکہ وہ اس کے عادری ہو سکیں اور چوری سے گریزاں رہیں۔

۵- ذرائع ابلاغ اور تربیتی اداروں کے ذریعہ اسلام کے تئیں ایسی بیداری پیدا کی جائی جس میں اسلامی اخلاقیات، جرائم پر مرتب ہونے والے دنیاوی حدود و تعزیزات سے آگاہی، ہر برائی پر مرتب ہونے والی اخروی سزا اور نیکی پر مرتب ہونے والے ثواب کی تفصیلات بھی شامل ہوں، اس سے لوگوں میں یہ بیداری پیدا ہوگی کہ اسلامی اخلاق سے لیس ہونے کی کیا اہمیت و فضیلت ہے، چنانچہ وہ ان اخلاق کو اپنائیں گے، نیز انہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ برائیوں اور بد اخلاقیوں کی کیا سزا اور شناعت ہے، چنانچہ وہ ان سے باز رہیں گے، کیوں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو جرائم کا ارتکاب اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں ان جرائم کے تعلق سے اسلام کے احکام سے آگاہی نہیں ہوتی اور ساتھ ہی ان کے اندر دین داری کی بھی کمی ہوتی ہے۔

دھوکادھڑی اور خیانت

دھوکادھڑی: نصح وخیر خواہی کی ضد ہے۔

خیانت: بھی نصح وخیر خواہی کی ضد ہے، القاموس المحیط میں آیاہے کہ: خیانت یہ ہے کہ انسان کو امانت سونپا جائے لیکن وہ اس میں نصح وخیر خواہی سے کام نہ لے(۱)۔ رشوت لینا بھی اس میں شامل ہے کیوں کہ اسے اس شخص کے حق میں خیانت شمار کیا جاتاہے جو اسے کسی خاص کام کا امین بنائے۔

رشوت: اسے کہتے ہیں کو انسان قاضی وغیرہ کو دیتاہے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کرے یا اس سے اپنی مرضی کا کام لے۔ اس کی جمع رشا آتی ہے(۲)۔

خیانت چاہے جس چیز میں بھی ہو وہ ایک قبیح اور قابل شناعت عمل ہے، یہ ہر شکل میں ایک بدترین فعل ہے، جو انسان معمولی پیسے کے سلسلے میں آپ کے ساتھ خیانت کا معاملہ کرتاہے وہ اس شخص کی طرح نہیں جو آپ کے اہل خانہ، مال ودولت کے تئیں آپ کے ساتھ خیانت کرتاہے اور بڑے جرائم کا ارتکاب کرتاہے(۳)۔

دھوکہ دھڑی اور خیانت کی قسمیں:

ذیل میں دھوکہ وفریب اور خیانت کی چند قسمیں ذکر کی جارہی ہیں:

۱-راز فاش کرنا: کتنی ہی راز افشانی ایسی ہے جس کے سبب راز افشا کرنے والے کا خون لے لیا گیا، اپنے مقاصد سے اسے محروم کردیا گیا، جب کہ وہ اگر راز کو راز ہی رہنے دیتا تو ظلم وزیادتی سے محفوظ رہتا اور اس کے عقاب سے بھی مامون رہتا، اور اپنے مقاصد میں اسے کامیابی بھی حاصل ہوتی(٤)۔

---

(۱) القاموس المحیط: ۲/ ۲۸۱، مادۃ: غش

(۲) الفیومی، المصباح المنیر: ۱/ ۳۱۰، مادۃ: رشا

(۳) الذھبی، الکبائر: ۱۱۹

(۴) الماوردی: أدب الدنیا والدین: ۳۰۷

اس لئے مسلمان پر یہ واجب بنتا ہے کہ لوگوں کے راز افشانہ کرے، کیوں کہ اس سے انہیں نقصان کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے: راز کی حفاظت کرنے کا بیان، اس میں آیا ہے کہ معمر بن سلیمان نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا کہ انس بن مالک نے کہ کہ نبی ﷺ نے مجھے راز کی کوئی بات بتائی جسے میں نے آپ کی وفات کے بعد بھی کسی سے نہیں بتایا، ام سلیم نے مجھ سے اس راز کے تعلق سے پوچھا بھی، لیکن میں نے انہیں بھی نہیں بتایا(١)۔

٢-حاکم کا اپنے محکوم کے تئیں دھوکہ اور فریب سے کام لینا: حاکم کا اپنے محکومین پر ظل وزیادتی کرنا، ان کے اموال پر قبضہ جمانا، ان کا خون بہانا، ان کی عزتیں پامال کرنا، ان کے روبرو آنے اور ان کی ضروریات سننے سے گریز کرنا، اللہ نے ان کے لئے جو مال ومنال حاکم وقت کے ہاتھوں میں سونپا ہے، اسے ان کی دسترس سے دور رکھنا، دین ودنیا کے واجبات سے انہیں بے خبر رکھنا، حدود وتعزیرات کی تنفیذ میں غفلت برتنا، فساد انگیزوں کو بے لگام چھوڑنا، جہاد کو ضائع کر دینا وغیرہ جیسے وہ اعمال بھی فریب اور خیانت میں شامل ہیں جن کا تعلق مفاد عامہ سے ہے....(٢)۔

نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ: "جس بندہ کو بھی اللہ تعالیٰ رعیت دے پھر وہ اس حالت میں مرے کہ وہ اپنی رعیت کے حقوق میں خیانت کرتا ہو تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا"(٣)۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "جو مسمانوں کا حاکم ہو پھر ان کی بھلائی میں کوشش نہ کرے اور خالص نیت سے ان کی بہتری نہ چاہے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا"(٤)۔

٣- بیع وشراء میں دھوکہ اور فریب سے کام لینا بھی مسلمانوں کے تئیں خیانت ہے: کوئی سامان کی نوعیت اور معیار میں خیانت کرتا ہے، چنانچہ اوپر تو اچھا سامان رکھتا ہے لیکن بیچ میں اور نچلے حصہ میں ردی مال رکھ کر خیانت کا ارتکاب کرتا ہے، جب کہ کوئی ناپ تول میں خیانت کرتا ہے، کوئی ایسا ہے جو قسم کھانے میں فریب کاری کرتا ہے

---

(١) ابن حجر، فتح الباری: ١١/ ٨٢

(٢) الصنعانی، سبل السلام: ٤/ ١٥٧٩

(٣) بخاری: ٤/ ٣٣١، حدیث نمبر: ١٥١٧، مسلم: ٣/ ١٤٦٠، حدیث نمبر: ٢١-١٤٢، الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

(٤) مسلم: ٣/ ١٤٦٠، حدیث نمبر: ٢٢-١٤٢

تا کہ اپنے سامان کے تئیں لوگوں کا اعتماد حاصل کرسکے، لیکن جب آپ اس سے خریداری کریں گے تب آپ کے سامنے وہ عیوب ظاہر ہوں گے جنہیں وہ اپنی جھوٹی قسم کے خول میں چھپا رہا تھا۔

دھوکہ اور فریب سے باز رکھنے کے لئے اسلام نے بڑی عمدہ تعلیمات اور رہنمائیاں پیش کی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝١ ٱلَّذِينَ إِذَا ٱكْتَالُوا۟ عَلَى ٱلنَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝٢ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝٣﴾ [سورۃ المطففین:۱-۳].

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿فَأَوْفُوا۟ ٱلْكَيْلَ وَٱلْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا۟ ٱلنَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَٰحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝٨٥﴾ [سورة الأعراف:٨٥].

ترجمہ: تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو اور روئے زمین میں، اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی، فساد مت پھیلاؤ، یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "جو ہم مسلمانوں پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں اور جو ہم مسلمانوں کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں"(١)۔

ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ غلہ کے ایک ڈھیر سے گزرے، تو آپ نے اس کے اندر اپنا ہاتھ داخل کر دیا، آپ کی انگلیاں تر ہو گئیں تو آپ نے فرمایا: "غلہ والے! یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! بارش سے بھیگ گیا ہے، آپ نے فرمایا: "اسے اوپر کیوں نہیں کر دیا تا کہ لوگ دیکھ سکیں؟ پھر آپ نے فرمایا: جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں"(٢)۔

---

(١) مسلم:١/٩٩ حدیث نمبر:١٦٤-١٠١

(٢) مسلم:١/٩٩ حدیث نمبر:١٠٢-١٦٤

۴-لوگوں کے معاملات کو سہل اور حل کرنے کے لئے یا کسی حق کو باطل کرنے یا کسی باطل کو حق کرنے کے لئے رشوت لینا بھی خیانت ہے، حق کو باطل ثابت کرنے کے لئے رشوت لیناخیانت ہے، رشوت سے نظام سے گر بڑی پیدا ہوتی ہے، ظلم وزیادتی کی راہ ہموار ہوتی ہے، بیع وشراء میں رشوت کے در آنے سے لوگوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے رشوت لینے اور دینے والے کو ملعون قرار دیا ہے، عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ کی لعنت نازل ہو)(١)۔

۵- جو آدمی کسی معاملہ میں امین سمجھ کر آپ سے مشورہ طلب کرے اور آپ اس کے ساتھ نصح وخیر خواہی کا معاملہ نہ کریں تو یہ بھی خیانت ہے کیوں کہ اس حالت میں ناصح اپنی نصیحت میں اخلاص کو بحال نہیں رکھتا ہے، کیوں کہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ جو نصیحت پیش کر رہا ہے اس سے بھی بہتر نصیحت ہے جو وہ پیش کر سکتا ہے، لیکن غیرت اور حسد کے سبب وہ اسے مخلصانہ مشورہ اور نصیحت نہیں دے پاتا، جب کہ رسول ﷺ کا ارشاد ہے: (مشیر جس سے مشورہ لیا جاتا ہے اسے امانت دار ہونا چاہئے)(٢)۔

٦- مفاد عامہ سے متعلق معاملات میں فریب کرنا عوام کے ساتھ اس کو وکیل اور امین بنانے والے کے حق میں بھی خیانت ہے، آپ ﷺ نے دھوکہ اور فریب سے منع کرتے ہوئے فرمایا: "جس نے ہم مسلمانوں پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں "(٣)۔

۷- کچھ لوگ مال ودولت اور اہل وعیال کے سلسلے میں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں، مثال کے طور پر آپ نے کسی کو کچھ مال بطور قرض دیا تاکہ وہ اپنی دنیاوی پریشانی اور مصیبت باہر آسکے لیکن اس نے وہ مال آپ کو واپس نہیں کیا، ایسا کرنا امانت میں خیانت کرنا ہے، جب مصر کے بادشاہ عزیز نے صدق وصفا کے پیکر حضرت یوسف کے سامنے خزانہ کے وکالت پیش کی تو انہیں مضبوط اور امین سے موصوف کیا جو کہ دھوکہ اور فریب اور خیانت کے منافی

---

(١) أبو داؤد: ۴/ ۹-۱۰، حدیث نمبر: ۳۵۸۰، ابن ماجہ: حدیث نمبر: ۲۳۱۳، ترمذی: حدیث نمبر: ۱۳۳٦، امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، امام البانی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھیں: صحیح سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر: ۱۸۷۱-۲۳۱۳

(٢) أبو داؤد، حدیث نمبر: ۵۱۲۸، ترمذی: حدیث نمبر: ۲۸۲۲، ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے، امام البانی نے صحیح سنن ابی داؤد میں اسے صحیح کہا ہے، حدیث نمبر: ۴۲۷۷-۵۱۲۸

(٣) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے

ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اس کا بیان ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَقَالَ ٱلۡمَلِكُ ٱئۡتُونِي بِهِۦٓ أَسۡتَخۡلِصۡهُ لِنَفۡسِيۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُۥ قَالَ إِنَّكَ ٱلۡيَوۡمَ لَدَيۡنَا مَكِينٌ أَمِينٞ ﴿٥٤﴾﴾ [سورة يوسف: ٥٤].

ترجمہ: بادشاہ نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے خاص کاموں کے لئے مقرر کرلوں۔ پھر جب اس سے بات چیت کی تو کہنے لگا کہ آپ ہمارے ہاں آج سے ذی عزت اور امانت دار ہیں۔

۸- کچھ لوگ اپنے اہل خانہ اور پڑسی اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ خیانت کرتے ہیں، جو کہ اسلامی اخلاق واقدار کے بالکل منافی ہے، یوسف علیہ السلام کے قصہ میں یہ پیش کیا گیا ہے کہ انہوں نے عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ کس قدر امانت داری، عفت وپاکدامنی اور خیانت سے دوری کا مظاہرہ کیا تھا۔

دھوکہ اور فریب کے اسباب وعوامل:

۱- تنگ دلی اور بے صبری، جس کی وجہ سے نہ تو انسان کسی راز کو راز رکھتا ہے اور نہ ہی صبر کرنے کی استطاعت رکھتا ہے(۱)۔

۲- عقل مندوں کی ہوشیاری اور زیرکوں کی ذہانت سے غفلت وبے نیازی(۲)۔

۳- امانت داری کی تحقیر۔

۴- لوگوں کے راز کو کمتر سمجھنا اور ان کے راز کو پوشیدہ رکھنے میں لاپرواہی برتنا۔

۵- خود کو بڑا سمجھنا اور لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا، لوگوں کے احترام اور ان کے حقوق کی ادائگی میں کوتاہی برتنا۔

۶- مال کی بے حد چاہت اور اس کی اتنی حرص کہ مال ہی اس کے دل ودماغ پر حاوی رہے، ناپ تول میں نا انصافی کرنے، سامان تجارت میں فریب کرنے اور رشوت قبول کرنے کے سبب تباہی وبربادی کا شکار ہو جائے۔

---

(۱) الماوردی، أدب الدنیا والدین: ۳۰۷

(۲) سابق مرجع: ۳۰۷

دھوکہ وفریب اور خیانت کی تباہ کاریاں:

۱- بندہ جب اپنی رعیت کے دھوکہ اور خیانت کرتا ہے تو درحقیقت وہ اپنے آپ کو اللہ کی غیظ وغضب اور عذاب وعقاب کے حوالے کرتا ہے، جیسا کہ صحیحین میں آیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (جس بندہ کو بھی اللہ تعالی اپنی رعیت کی نگہبانی سونپتا ہے پھر اس کی موت اس حالت میں ہوتی ہے کہ وہ رعیت کے ساتھ خیانت کر رہا ہوتا ہے تو اللہ تعالی اس کے اوپر جنت کو حرام قرار دیتا ہے)(۱)۔ آپ ﷺ کا مزید ارشاد ہے کہ: "جو مسلمانوں کا حاکم ہو پھر ان کی بھلائی کی کوشش نہ کرے اور خالص نیت سے ان کی بہتری نہ چاہے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا"(۲)۔

۲- جو شخص ناپ تول میں دھوکہ وفریب سے کام لے وہ اللہ کے غضب اور عذاب کا سزاوار ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَيۡلٞ لِّلۡمُطَفِّفِينَ ۝١ ٱلَّذِينَ إِذَا ٱكۡتَالُواْ عَلَى ٱلنَّاسِ يَسۡتَوۡفُونَ ۝٢ وَإِذَا كَالُوهُمۡ أَو وَّزَنُوهُمۡ يُخۡسِرُونَ ۝٣﴾ [سورة المطففين:۱-۳].

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

۳- اسلام کے جن ارشادات اور احکام میں دھوکہ اور خیانت کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اس سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے، ان ارشادات سے پہلو تہی کرتے رہنا انسان کو دنیا میں نفسیاتی شقاوت وبے قراری میں مبتلا کر دیتا ہے، کیوں کہ ایسا کرنے والا اپنے کئے ہوئے جرم پر خائف رہتا ہے اور آنے والے عذاب کے انتظار میں جوجھتا رہتا ہے، نیز یہ احساس بھی اسے اندر سے کھوکھلا کرتا رہتا ہے کہ اسے جو جاہ ومنصب اور مال دولت حاصل ہوئی ہے وہ اس کی

---

(۱) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے

(۲) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے

امانت داری اور مخلصانہ محنت کی وجہ سے نہیں، بلکہ خیانت اور دنائت کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے، چنانچہ وہ مخلص وامانت دار مسلمانوں کے سامنے احساس کمتری اور شعور کہتری کا شکار رہتا ہے۔

۴- دھوکہ دھڑی کرنے والے انسان سے اس کے آس پاس رہنے والے لوگ نفرت کرنے لگتے ہیں، اس سے دور رہنے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں، اور جو اس سے دوستی بھی کرتا ہے تو وقتی طور پر کرتا ہے، ضرورت پوری ہوتے ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

فریب اور خیانت سے لوگوں کے درمیان تباہی اور بربادی پیدا ہوتی ہے، اگر اس کا سبب راز افشانی ہو تو اس سے افتراق اور لڑائی کا ماحول پیدا ہوتا ہے، اگر خیانت خرید وفروخت میں ہو تو اس سے بغض ونفرت جنم لیتی ہے، اگر خیانت حکومت وامارت میں ہو تو اس سے برائی اور تباہی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

علاج کے تربیتی نسخے:

دھوکہ اور خیانت کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے علاج کے چند تربیتی نسخے ذیل میں ذکر کئے جارہے ہیں:

۱- ایسے لوگوں کو وعظ ونصیحت کی جائے جن کے اندر امانت داری کا وصف کم ہو گیا ہو، یا ان کے اندر فریب کاری آگئی ہو اور وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگے ہوں، لوگوں کی ساتھ تحقیر اور ان کی امانت کے تئیں خیانت کا معاملہ کرتے ہوں، جو دراصل اللہ کے ساتھ اور خود ان کا اپنی ذات کے ساتھ خیانت کرنا ہے، کیوں کہ خیانت ایک گناہ کبیرہ ہے، یہ بڑی عظیم شیئ ہے، اس کے تباہ کاری افراد اور سماج دونوں پر مرتب ہوتی ہے، اللہ تعالی نے اس سے باز رہنے کی تلقین فرمائی ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَخُونُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓاْ أَمَٰنَٰتِكُمۡ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ٢٧ ﴾ [سورة الأنفال:٢٧].

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے حقوق میں جانتے ہوئے خیانت مت کرو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خیانت مت کرو۔

﴿ ذَٰلِكَ لِيَعۡلَمَ أَنِّي لَمۡ أَخُنۡهُ بِٱلۡغَيۡبِ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي كَيۡدَ ٱلۡخَآئِنِينَ ٥٢ ﴾ [سورة يوسف:٥٢].

ترجمہ: (یوسف علیہ السلام نے کہا) یہ اس واسطے کہ (عزیز) جان لے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی اور یہ بھی کہ اللہ دغا بازوں کے ہتھکنڈے چلنے نہیں دیتا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "جس کے اندر امانت داری نہ پائی جاتی ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا اور جو عہد و پیمان کا پابند نہ ہو وہ دیندار نہیں ہو سکتا"(١)۔ آپ ﷺ کی یہ بھی حدیث ہے کہ: "منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے"(٢)۔

٢- صبر کرنے کا عادت ڈالے اور خود کو اس کا خوگر بنائے، کیوں کہ صبر ہی سے راز و نیاز محفوظ رہتے ہیں، اس کے ذریعہ انسان فقر و فاقہ کو برداشت کرتا ہے، زندگی کے نشیب و فراز کو قبول کرتا ہے اور کسب معاش میں خیانت اور فریب کاری سے باز رہتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَٱسۡتَعِينُواْ بِٱلصَّبۡرِ وَٱلصَّلَوٰةِۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى ٱلۡخَٰشِعِينَ ٤٥﴾ [سورة البقرة:٤٥].

ترجمہ: صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، یہ چیز شاق ہے مگر ڈر رکھنے والوں پر۔

٣- زندگی کی تنگی، معاش کی کمی، فقر و فاقہ کی شدت اور مصیبت کی تپش پر صبر کرنے والوں سے اللہ تعالی نے جس اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے، اسے یاد رکھا جائے اور یہ یقین ہو کہ پیش آمدہ پریشانیاں اللہ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَلَنَبۡلُوَنَّكُم بِشَيۡءٍ مِّنَ ٱلۡخَوۡفِ وَٱلۡجُوعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ ١٥٥ ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَٰبَتۡهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوٓاْ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيۡهِ رَٰجِعُونَ ١٥٦ أُوْلَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٌ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُهۡتَدُونَ ١٥٧﴾ [سورۃ البقرۃ:١٥٥-١٥٧].

---

(١) احمد، المسند: ٣/ ١٣٥ ع ١٤٥، ٢١٠، ٢٥١

(٢) اس کا حوالہ گزر چکا ہے

ترجمہ: اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک اور پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔ جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۵- چوں کہ تنقید و تبصرہ بھی خیانت اور رشوت کے مرتکبین کے لئے ایک مؤثر رکاوٹ ہے، اس لئے بات چیت کے ذریعہ اور انہیں تنقیص و تحقیر کا احساس دلا کر معاشرہ میں اجتماعی نقد و تبصرہ کا ماحول بنایا جائے، اس کے لئے ضروری ہے کہ معاشرہ کے نیک حضرات محفلوں کے اندر، خطبات کے دوران، میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے توسط اور سماجی اداروں کے اسٹیج سے ان مذموم اوصاف کی مذمت بیان کریں، اس سے اجتماعی نقد و تبصرہ کی تاثیر میں اضافہ ہوگا جس کی بنیاد بلاواسطہ طور پر منکر کی نکیر کرنے اور بھلائی کی نصیحت کرنے پر رکھی جائے۔

چوتھا مبحث:
دلی برائیاں

اس میں کوئی شک نہیں کہ دل حیات انسانی کا محور و مرکز ہے، اسی پر انسان کی درستگی کا انحصار ہے اور اس کے بگڑنے سے انسان کے رویے بگڑ جاتے ہیں اور اس کے اخلاق ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: سنو! بے شک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست رہتا ہے تو پورا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ اتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، سنو! وہ دل ہے [۱]۔

دلی برائیوں سے مقصود ہر وہ بے راہ روی ہے جس کا تعلق دل ہو۔ کبھی کبھار ان برائیوں کا اثر انسانی رویے پر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر حسد، غصہ اور بدگمانی، یہ وہ رویہ ہیں جن کا مرکز دل ہے، بسا اوقات ان اخلاق کا مالک انہیں عملی میدان میں اتار دیتا ہے، اور کبھی کبھی انہیں چھپائے رکھ کر دائرہ میں قید رکھ دیتا ہے، اس کی مثالیں درج ذیل:

۱- حسد: امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس شخص سے نعمت کے ختم ہو جانے کی تمنا کرنا جس کو نعمت سے نوازا گیا ہو، حسد کہلاتا ہے [۲]۔ اور امام دمشقی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ جسد کئے گئے شخص سے نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنا حسد ہے اور یہ وہ لاعلاج بیماری ہے جس میں بہت سارے لوگ مبتلا ہیں [۳]۔

یعنی کہ حسد وہ بیماری ہے جس کے لاحق ہوتے ہی انسان کو اس بات سے بھی درد محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو نعمت ربانی سے محفوظ ہوتا دیکھے، پھر انعام یافتگان اور فیضان باری تعالی سے لطف اندوز ہونے والوں کے ساتھ اس کے رویے پر بھی الٹا اثر پڑنے لگتا ہے اور جب آہستہ آہستہ یہ حسد عروج کو جا پہنچتا ہے تو حاسد محسود کی نعمت کی تمنا کر بیٹھتا ہے بلکہ بسا اوقات اس کے ازالے کی کوشش تک کرنے لگتا ہے۔ پھر نفس پر اس کا بہت برا اثر مرتب ہوتا ہے اور معاشرہ برائیوں کے گھیرے میں آجاتا ہے اور اس کا انجام بہت بڑے خسارے کی شکل میں ہاتھ

(۱) صحیح بخاری: ۱/ ۳۴، حدیث نمبر: ۵۲

(۲) فتح الباری لابن حجر: ۱/ ۱۴۴

(۳) ادب الخلق في الإسلام لمحمود دمشقي: ۱۵۷

لگتا ہے۔ غرض کہ یہ حسد لوگوں کے مابین موجود تعلقات، رشتہ داریاں اور دوستی ومحبت کو ختم کرنے کرنے اور کپٹ اور بغض کو جنم دینے کا اہم راستہ ہے۔

حسد کے حدود:

یقینا حسد انسانی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے (۱)۔ چنانچہ یہ انسان کو منافسہ اور مسابقہ پر آمادہ کرتا ہے، جب تک اشک کے دائرے میں ہو اور احدی سے متجاوز نہ ہو۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حسد کی ایک حد ہے، حس میں انسان کمال اور بڑائی کی طلب میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، مگر جب وہ اس حد سے آگے بڑھ جائے تو اس کا شمار ظلم وتعدی میں ہونے لگتا ہے اور وہ محسود سے نعمت کے ختم ہو جانے کی آرزو کرنے لگتا ہے اور اسے تکلیف پہنچانے کے راستے پر چل پڑتا ہے اور جب وہ اس حد سے پیچھے رہ جاتا ہے تو اس کی یہ صفت تنگ ظرفی، پست ہمتی اور کم ظرفی کہلاتی ہے (۲)۔ چنانچہ یہ صفت جب اپنی حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو حسد، جب اس حد سے پیچھے رہ جاتی ہے تو بزدلی اور جب اپنے دائرے میں رہتی ہے تو رشک سمجھی جاتی ہے۔

حسد کے اقسام:

دلوں میں حسد کی آگ جس قدر شعلہ زن ہوتی ہے اور پھر ان کے سلوک وکردار پر جس قدر منفی اثر پڑتا ہے، اس کے اعتبار سے لوگوں کی مختلف قسمیں بنتی ہیں۔ حسد کو چار قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱- انسان اپنے مسلمان بھائی پر نعمت دیکھنا ناپسند کرے اور اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

أ- حاسد یہ پسند کرے کہ محسود سے نعمت الٰہی ختم ہو جائے۔ اس لئے کہ اسے یہ پسند نہیں کہ اس شخص کے پاس یہ نعمت رہے اور وہ اس سے مستفیض ہو، البتہ حاسد کی یہ تمنا نہیں ہو کہ وہ نعمت اپنی طرف منتقل ہو جائے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ آپ کو وہ نعمت ناپسند ہو اور آپ اس کے خاتمہ کی آرزو کریں اور اسی کا نام حسد ہے (۳)۔

---

(۱) جامع العلوم والحکم لابن رجب حنبلی: ۳۱۸

(۲) الفوائد لابن القیم: ۱۵۷

(۳) سبل السلام للصنعاني: ۴/ ۱۵۴۵

ب-	بسا اوقات کچھ لوگ ایسے اسباب اور طریقے کا استعمال کرتے ہیں جو اس کی نعمت کو ختم کر دے، ان میں کچھ محسود کی نعمت کے خاتمہ کی قول و عمل کے ذریعے کوشش بھی کرتے ہیں[1]۔

ت-	کچھ لوگوں کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ محسود سے نعمت ختم ہو کر ان کی طرف منتقل ہو جائے۔ اور اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بعض اس نعمت کو اپنی طرف منتقل کرنے کی کوشش میں ہوتے ہیں[2]۔

حسد کی یہ مذموم اور ممنوع صورتیں ہیں۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انسان دوسرے کے پاس کوئی ایسی چیز دیکھے جو اس کی اپنی نہیں ہے۔ پھر وہ چاہے کہ وہ ختم ہو جائے تاکہ وہ برتر رہے یا یوں ہی تاکہ وہ برابر رہیں تو ایسا شخص قابل مذمت ہے جب وہ ایسا عزم، قول یا عمل سے ظاہر کرے[3]۔

۲-انسان اپنے بھائی کے پاس کوئی نعمت دیکھے، مگر اس کے ختم ہونے کی آرزو نہ کرے، بلکہ وہ یہ آرزو کرے کہ اس جیسی نعمت اس کے پاس بھی ہو تو اسے غبطہ یعنی رشک کہا جاتا ہے۔ غبطہ (رشک): نفس کے اندر کسی ایسی چیز کی رغبت کا پیدا ہونا جو اس کے پاس موجود نہ ہو، اسے غبطہ (رشک) کے نام سے جانتے ہیں اور یہ ایک قابل تعریف شے ہے اس لئے کہ عام طور پر مقابلہ سے یہ چیز اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب عمل کی محبت اور عزیمت کا حصول ہوتا ہے[4]۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کو یہ بات ناپسند ہو کہ دوسرے شخص کی فضیلت و برتری اس پر ثابت ہو جائے، چنانچہ وہ یہ خواہش کرے کہ یہ بھی اس جیسا ہو جائے یا اس سے بہتر ہو جائے تو یہ حسد ہے، اور اسی چیز کو لوگ غبطہ (شک) کا نام دیتے ہیں[5]۔ اور امام ابن حجر رقم طراز ہیں کہ: غبطہ یہ ہے کہ انسان تمنا کرے کہ اس کے پاس بھی اسی طرح کی نعمت ہو، جس طرح دوسرے کے پاس ہے اور نیت یہ نہ ہو کہ دوسرے کی نعمت ختم ہو جائے۔

---

(۱) جامع العلوم والحکم: ۳۰۸

(۲) سابق مرجع: ۳۰۸

(۳) فتح الباری: ۱/ ۱۴۴

(۴) الخلق الکامل لمحمد أحمد جاد المولی: ۴/ ۴۲۰

(۵) فتاوی ابن تیمیۃ: ۱۱/ ۱۱۲

اس معاملے کی حرص کو منافسہ (مقابلہ) کہا جاتا ہے۔ اگر اس کا تعلق امور طاعت میں ہو تو یہ قابل تعریف امر ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾ [سورة المطففين: ٢٦].

ترجمہ: سبقت لے جانے والوں کو اسی میں سبقت کرنی چاہئے۔

اور اگر اس امر کا تعلق معصیت سے ہے، تو یہ قابل مذمت ہے، جیسا کہ فرمان نبوی ہے: "اور دوسرے سے آگے نہ بڑھو" اور اگر جائز امور میں تو مباح ہے [1]۔

مطلوبہ حسد:

یہ وہ حسد ہے جو انسان کو طاعت الہی میں سبقت لے جانے پر آمادہ کرے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "حسد صرف دو معاملے میں جائز اور مستحسن ہے: ایک وہ شخص جسے اللہ پاک نے شغف قرآن سے نوازا ہو چنانچہ وہ رات اور دن کے مخصوص حصے میں اس کی تلاوت کرتے رہتا ہو، تو کوئی حسد کرتے ہوئے یہ بولے: اے کاش! مجھے بھی اللہ تعالی اس نعمت سے نوازتا تو میں بھی اس شخص کی طرح کرتا۔ اور دوسرا شخص وہ ہے جسے باری تعالی نے مال و منال سے بہرہ ور کیا ہو، چنانچہ وہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا ہو، تو یہ حاسد بولے: اے کاش! مجھے بھی اس طرح کی دولت حاصل ہوتی، تو میں بھی اس شخص کی طرح عمل کرتا" [2]۔

آپ ﷺ نے اس شے کو بہ طور استعارہ حسد سے تعبیر فرمایا ہے [3]۔ اور اسے مجازا بھی حسد بولا گیا ہے [4]۔ یہ تو حسد منافست ہے یعنی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں حسد، اس میں حاسد کی آرزو یہ ہوتی ہے کہ وہ محسود جیسا بن جائے، اسی طرح کا حسد، ایک دوسرے کو حقیر اور ذلیل دیکھنے والا حسد نہیں ہے، جس میں حاسد محسود کی نعمت کے برباد ہو جانے کی تمنا کرتا ہے [5]۔ صدقہ و خیرات میں سیدنا عمر بن الخطاب نے سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے سبقت لے جانے کی کوشش فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مال صدقہ کرنے کا حکم صادر فرمایا تو میں نے (دل ہی دل میں) کہا کہ اگر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاسکوں تو آج ہی کے دن ہو سکتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

---

(۱) فتح الباری: ۱/ ۱٦۷

(۲) صحیح بخاری: ۴/ ۴۱۱، حدیث نمبر: ۷۵۲۸

(۳) جامع العلوم والحکم: ۳۰۹

(۴) فتح الباری: ۱/ ۱٦۷

(۵) الفوائد: ۱۵۷

نے فرمایا: پھر میں اپنا آدھامال لے آیا۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اپنے اہل وعیال کے لئے کتنا باقی رکھا؟ میں نے کہا: اسی کے برابر۔ اور ابو بکر ﷺ اپنے پاس موجود سارا سامان لے آئے، تو آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابو بکر ﷺ! اپنے اہل وعیال کے لئے آپ نے کتنامال چھوڑ آیا؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیاہے۔ تو میں (عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس (ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے کسی چیز میں کبھی سبقت نہیں لے جاسکتا[1]۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے دل میں پیدا ہونے والے حسد کو دور کرنا چاہتے ہیں اور پھر محسود کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں، دل میں حسد ہے مگر بوقت مصیبت اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور اس کے لئے دعائیں بھی کرتے ہیں۔ امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جب وہ اپنے نفس میں حسد کو دیکھتے ہیں تو اس کے ازالے کی کوشش کرتے ہیں اور محسود کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں، اس کے لئے دعائیں مانگتے ہیں، اس کی خوبیوں کو عام کرتے ہیں اور اپنے دل کے حسد کو دور کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں حتی کہ اس حسد کو محبت سے بدل دیتے ہیں، تو ایسی صورت میں حاسد محسود سے بہتر اور افضل ہو جاتا ہے اور یہ ایمان کے اعلی درجوں میں سے ایک ہے[2]۔

حسد کے اسباب:

۱- روزی روٹی کی تقسیم میں اللہ پاک کی حکمت اور مشیت پر ایمان کا کمزور ہونا اور اللہ سبحانہ وتعالی کے انعام واکرام سے خوش نہ ہونا۔ یہ وہ چیز ہے جو انسان کو بسا اوقات دوسرے شخص کی نعمت ختم ہو جانے کی تمنا کی طرف لے جاتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ چیز اللہ تعالی کی کمال محبت پر ایمانی کمزوری کے ساتھ ساتھ اس شخص کی خود غرضی اور خود پسندی کی دلیل ہے[3]۔

۲- کبھی کبھار محسود کی ناپسندیدگی اس کی نعمت کی ناپسندیدگی کا سبب بن جاتی ہے۔ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ فرمایاہے، ان کا ماننا ہے کہ اسباب حسد میں سے ایک، محسود کے تئیں دل میں موجود بغض اور کینہ ہے۔ حاسد کو

---

(۱) سنن ترمذی: ۵/ ۵۷۶، حدیث نمبر: ۳۶۷۵، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، امام البانی نے اسے حسن قرار دیا، صحیح سنن ترمذی: ۲۹۰۲-۳۹۳۹

(۲) جامع العلوم والحکم: ۳۰۹

(۳) الأخلاق الإسلامية وأسسها لعبد الرحمن الميداني: ۱/ ۷۸۹

یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ محسود کسی عمدہ اخلاق سے متصف ہو یا یہ کہ وہ صاحب منقبت ہو۔ چنانچہ یہ چیز حسد پر جوش دلاتی ہے بلکہ بغض تک لے جاتی ہے۔ یہ قسم سب سے خطرناک ہے، مگر اس قدر عام نہیں ہے، اس لئے کہ ہر شخص کے دل میں کینہ نہیں ہوتا[1] ۔

۳-حاسد پر محسود کو ایسی برتری حاصل ہونا جو حاسد کو نہیں حاصل ہو سکتی۔ پھر محسود کی برتری اور اس کی خصوصیت حاسد کو ناگواری گزرتی ہے اور یہ چیز اسے حسد پر برانگیختہ کرتی ہے، اور اگر یہ ایسا نہ بھی ہو تو وہ اس کی برتری کی راہ میں رکاوٹ بننے کی کوشش ضرور کرتا ہے[2] ۔

اور یہ کی اس کی عدم رضا اور اس بات کے عدم اعتراف کی دلیل ہے کہ ہر شخص کی اپنی خصوصیات، صلاحیتیں اور خاص لیاقتیں ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالی علم طب سے نوازتا ہے، جب کہ اسی کے ہم عمر کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کی تقدیر میں اللہ سبحانہ نے مصائب جھیلنا اور مشقتیں برداشت لکھا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہونا یہ چاہئے کہ پہلی قسم کے لوگ طب میں کے میدان میں آئیں اور دوسری قسم کے لوگ زراعت یا اس جیسی دوسری چیزوں سے متعلق کوئی پیشہ اختیار کرلے۔ دوسری قسم کے لوگ پہلی قسم والوں سے حسد کرے، نہ پہلی قسم والے دوسری قسم والے کو حقارت کی نظر سے دیکھے، کیوں کہ حسد اور حقارت دونوں قابل مذمت شے ہے۔

۴-ایک ہی مقصد کے پیچھے بھیڑ لگانا۔ چنانچہ حاسد کو ایسی صورت میں اپنے مقصد کے فوت ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ جیسا کہ ایک ہی کام یا ایک ہی منصب کے حصول کے لئے لوگ ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرے[3] ۔

۵-عدل وانصاف کو بالائے طاق رکھ کر بعض جذباتی اسباب کی بنیاد پر والدین یا سرپرست حضرات کا اپنے بعض بچے یا ماتحتی افراد کو بعض پر فوقیت عطا کرنا۔ یہ چیز ان کے مابین حسد کا باعث بنتی ہے۔ جیسا کہ بعض مدیر اور رئیس حضرات کچھ خاص افراد کو رشتے اور ذاتی فائدے کی بنیاد پر برتری عطا کرتے ہیں۔ جو درحقیقت برتری کا کوئی معیار نہیں ہوتا، پھر نتیجہ کے طور پر آپس میں بغض، کینہ اور حسد جنم لے لیتے ہیں۔

حسد کے نقصانات:

---

(۱) ادب الدنیا والدین: ۲۷۰-۲۷۱

(۲) سابق مرجع: ۲۷۱

(۳) الخلق الکامل: ۴/ ۴۲۲، تربیۃ الإسلام وإداعات التحریر لعبد الرحمن الدوسري: ۳۳۱

۱- حسد نفسیاتی مصائب اور معاشرتی انتشار کا سبب ہے۔ وہ اس طور پر کہ انسان کی زندگی بے مزہ ہو جاتی ہے۔ وہ بقدر حسد غم والم کا شکار ہو جاتا ہے، چوں کہ اس کے مضبوط اور سخت اعصاب محرومی اور غیرت کے مصائب کے دلدل میں پھنس جاتے ہیں[۱] ۔ مزید یہ کہ حسد کرنے والا حسد کی حسرتوں اور جسمانی بیماریوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے، پھر اسے اپنی حسرت کی انتہا دکھائی دیتی ہے، نہ اپنی بیماری کی شفا نظر آتی ہے[۲] ۔ گویا کہ حسد سکون نفس کو ختم، دل کو اندھا اور سوچ و فکر کی راہ مسدود کر دیتی ہے[۳] ۔

۲- حسد کرنا، اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے وارد ممانعت کی مخالفت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بدگمانی سے بچو، اس لئے کہ یہ سب سے جھوٹی بات ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو اور نہ ہی ٹوہ میں لگو، نہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، نہ حسد کرو، نہ کینہ رکھو، نہ پیچھے پڑو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو[۴] ۔

۳- مذموم حسد، تقسیم رزق میں اللہ کی مخالفت ہے، وہ جسے چاہتا ہے نوازتا ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے روک دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے دیر سے عطا کرتا ہے۔ نیز یہ حسد حقیقت ایمان کے بھی مخالف ہے، یہی وجہ ہے کہ حسد اور ایمان دونوں اکھٹے نہیں ہوسکتے، جیسا کہ فرمان نبوی ہے: "اور کسی مومن کے دل میں اللہ کے راستے کے گردوغبار اور جہنم کی آگ یکجا نہیں ہوسکتے اور نہ ہی کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد جمع ہوسکتے ہیں"[۵] ۔

۶- حسد یہود کے صفات میں سے ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے انہیں حسد کے وصف سے متصف فرمایا ہے، ارشاد ہے: ﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾ ﴾ [سورۃ البقرۃ:۱۰۹].

---

(۱) سابق مرجع: ۱/ ۸۰۵

(۲) ادب الدنیا والدین: ۲۷۳

(۳) ادب الخلق فی الإسلام لمحمود حمد دمشقی: ۱۵۹

(۴) صحیح بخاری: ۴/ ۱۰۳، حدیث نمبر: ۶۰۶۴، صحیح مسلم: ۴/ ۱۹۸۵، حدیث نمبر: ۲۸/ ۲۵۶۳

(۵) سنن ابن ماجہ: ۲/ ۹۲۷، حدیث نمبر: ۲۷۷۴، امام البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے: صحیح سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۲۳۸/ ۲۷۷۴

"ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد وبغض کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں، تم بھی معاف کرو اور چھوڑو یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنا حکم لائے، یقینا اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

۵- حسد سابقہ امتوں کی ایک بیماری رہی ہے، ارشاد نبوی ہے: "تم سے پہلے کی قوموں کی بیماری تمہاری طرف سرایت کر آئی ہے، یہ حسد اور کینہ ہیں۔ کینہ مونڈ دینے والی ہے، بالوں کو نہیں بلکہ دین کو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے تم لوگ کامل مومن نہیں بن سکتے یہاں تک کہ آپس میں محبت والفت سے رہو، اور کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز کی خبر نہ دے دوں جس کو انجام دینے سے آپس میں محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام کو عام کرو"[1]۔

۶- حسد معاشرے میں حاسد کے مقام ومرتبہ کے گھٹنے کا سبب بنتا ہے، اور یہ اس قدر ہوتا ہے جتنا کہ نعمت یافتگان کی ناپسندیدگی نمایاں ہوتی ہے۔ لوگ اس حاسد سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگتے ہیں اور اس کی اس بری عادت اور بدترین خصلت کے باعث اشارے کنائے میں بات کرنے لگتے ہیں اور وہ ایسا اس سے دور رہنے اور اس کی گھٹیا حرکت کی کراہت کو ظاہر کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جانب اپنی باتوں سے اشارہ فرمایا ہے: "حسد قدر وقیمت کے گھٹنے اور مقام ومرتبے کی پستی کے باعث بنتا ہے۔ چوں کہ لوگ حاسد سے منہ موڑنے اور اس سے متنفر ہونے لگتے ہیں۔ حکیمانہ قول مشہور ہے: "حاسد قائد نہیں ہو سکتا"[2]۔

۷- حسد کے نقصانات میں سے سماج پر رونما ہونے والے اس کے اثرات بھی ہیں۔ چوں کہ حسد اور ناراضگی حاسد کو بسا اوقات محسود کی نعمت ختم کرنے پر بھی آمادہ کرتی ہے، پھر وہ اس کے لئے قولی یا عملی یا دونوں جرائم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ نیز یہ حسد محسود کی غیبت اور چغلی کا بھی سبب بنتا ہے۔ چنانچہ حاسد محسود کی غیبت کرتا ہے حتی کہ اس کے مقام ومرتبہ کو کم کرے اور اسے حقیر بنا کر پیش کرے، علاوہ ازیں محسود کے تئیں حاسد کے دل میں موجود حسد کے نتیجے میں کبھی کبھی آپس میں بغض اور کینہ بھی جنم لے لیتے ہیں۔

علاج کے تربیتی تدابیر:

---

(۱) سنن ترمذی: ۴/ ۵۷۳، حدیث نمبر: ۲۵۱۰، امام البانی نے اسے حسن کہا ہے: صحیح سنن ترمذی: حدیث نمبر: ۲۰۳۸/ ۲۶۴۱

(۲) ادب الدنیا والدین: ۲۷۳

حسد کی تباہی سے بچنے کے بعض تربیتی تدابیر مندرجہ ذیل ہیں:

۱- انسان علم نافع حاصل کرے، یعنی کتاب وسنت کا علم جو دلوں کو صاف کرتا ہے اور حسد کی آلودگیوں سے نفوس کو پاک کرتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ دلوں میں پرہیز گاری، دوسرے سے محبت، اللہ تعالی کی جانب سے انہیں ملنے والی نعمتوں پر خوشی کا اظہار اور رب العزت کی طرف سے خود کو حاصل ہونے والی نوازشات پر قناعت اور رضامندی کو پروان چڑھاتا ہے، نیز خیر کو ڈھونڈ کر اسے مختلف طریقے سے میدان عمل میں پیش کرنے کا جذبہ موجزن کرتا ہے۔ یہ خاندان، نظام تعلیم اور مختلف معاشرتی وتربیتی ادارے کی ذمہ داری ہے کہ وہ نسلوں اور عام لوگوں کی تربیت اسلامی اخلاقی اقدار پر کرے اور اسے ان کے دلوں راسخ کردے۔

۲- معاشرہ حسد کے نقصانات، اس کی سنگینیوں اور ان ہلاکت خیزیوں سے آگاہ کرے جو لوگوں کی نیکیوں کو تباہ کرکے انہیں بدترین حالات کا شکار بنادیتے ہیں، بہت سارے لوگ ایسے ہیں جنہیں یہ تو معلوم ہے کہ حسد ایک بدترین صفت ہے، مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ یہودیوں کا اخلاق ہے اور گزشتہ قوموں کی ایک بیماری ہے اور نہ ہی انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے کس قدر سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ حسد اور ایمان ایک دل میں اکھٹے نہیں ہوسکتے، جیسا کہ ہم نے حسد کی نقصانات کے باب پڑھا۔

۳- لوگوں کو حاصل ہونے والی اچھی چیز کی محبت پر انسان صبر کرنے کی عادت ڈالے، چنانچہ جب کبھی وہ اپنے دل میں کسی کے تئیں حسد محسوس کرے تو چاہئے کہ وہ اس کے ساتھ حسن سلوک کرے، اس کے لئے دعا کرے اور اس سلسلے میں اپنے نفس سے مقابلہ کرے۔ بار بار ایسا کرنے اور کرتے رہنے سے یقینا دل کا حسد جاتا رہے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ [سورة الرعد:۱۱].

ترجمہ: کسی قوم کی حالت اللہ تعالی نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص اپنے دل میں کسی اور کے لئے حسد کی بو محسوس کرے، اس پر لازم ہے کہ وہ تقوی اور صبر کا مظاہرہ کرے اور اس حسد کو اپنے دل میں ناپسندیدہ سمجھے[1]۔ اور وہ حسد کو رشک میں بدلنے

(۱) فتاوی ابن تیمیہ: ۱۰/ ۱۲۵

کی کوشش کرے، اس طور پر کہ وہ محسود کے پاس موجود نعمتوں جیسی نعمت کی تمنا کرے، دل میں اس کی نعمت ختم ہونے کا خیال نہ لائے اور اسے خیر کے راستے میں استعمال کرنے کی نیت سے مزید تقویت بخشے۔

۴- دعا اور استغفار سے مدد طلب کرے، اللہ تعالی سے دعا کرے کہ وہ اسے حسد کی بیماری سے نجات دے اور اس سے چھٹکارا عطا فرمائے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ ﴾ [سورۃ البقرۃ:۱۸۶].

ترجمہ: جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔ اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

اور لوگوں کے تئیں دل میں پیدا ہونے والے حسد کے باعث سرزد ہونے والے گناہوں سے اللہ تعالی کی بخشش طلب کرے۔ فرمان الہی ہے: ﴿ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٩٩﴾ ﴾ [سورۃ البقرۃ:۱۹۹].

ترجمہ: اور اللہ تعالی سے بخشش طلب کرتے رہو، یقیناً اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔

۵- انسان ڈھونڈے اور مطالعہ ومشاہدہ کرے ایسے لوگوں کی عادت، اخلاق اور سیرت کی رعنائی اور پاکیزگی کا جن کے دل حسد سے پاک صاف ہوتے ہیں، وہ دیکھے کہ ایسے لوگوں سے دوسرے لوگ کس قدر محبت والفت کا رشتہ بنائے رکھتے ہیں، اور وہ کتنی زیادہ آسودگی اور طمانینت نفس کی نعمت سے محظوظ ہوتے ہیں۔ کیوں کہ یہ وہ چیزیں ہیں جو حسد سے خالی دل کے نصیب میں ہی آتی ہیں۔ ہمارے لئے انصار رضی اللہ عنہم کی سیرت وکردار میں اعلی نمونے موجود ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾ ﴾ [سورۃ الحشر:۹].

ترجمہ: اور (ان کے لئے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی اور اپنی طرف ہجرت کرکے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں، اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں، گو خود کتنی ہی سخت حاجت ہو، بات یہ ہے کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب اور بامراد ہے۔

٦- حسد تک پہنچانے والے اسباب جیسے ظلم اور ناانصافی کا خاتمہ۔ چنانچہ گارجین، سرپرست، مدیر اور اعلی ذمہ دار حضرات اپنے ماتحتوں کے مابین عدل وانصاف سے کام لیں، تاآنکہ محبت اور اتحاد واتفاق کا دور دورہ ہو جائے۔ انصاف محبت اور خوشنودی پیدا کرتا ہے، تو ناانصافی سے حسد اور کینہ جنم لیتے ہیں۔ کسی مربی، والدین یا سرپرست کو جب ایسا لگے کہ کوئی اپنی کمزوری، ضرورت، شرافت یا ذکاوت وغیرہ کے باعث مزید توجہ اور دھیان کا حقدار ہے تو ایسی صورت میں وہ بصیرت اور حکمت عملی سے کام نکالیں، دوسرے کو اس کا احساس نہ ہونے دیں اور معاملہ کو مناسب وقت اور جگہ دیکھ کر حل کریں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصے میں ہمارے لئے عبرت اور نصیحت آموز باتیں موجود ہیں[1]۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ إِذْ قَالُوا۟ لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰٓ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٨﴾ ﴾ [سورۃ یوسف:٨].

ترجمہ: جب کہ انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی بسبت ہمارے، باپ کو زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم (طاقت ور) جماعت ہیں، کوئی شک نہیں کہ ہمارے ابا صریح غلطی میں ہیں۔

غصہ:

غصہ کا مفہوم:

اما ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: غصہ، خون جگر کے جوش اور ابال کا نام ہے خواہ وہ کسی تکلیف دہ چیز سے بچاو کی حالت میں پیدا ہو یا کسی سے بدلہ لیتے وقت[2]۔ اور غصہ نفس کی اس حرکت کو بھی کہا جاتا ہے جس سے کسی بدلہ لینے کی چاہت میں خون جگر جوش مارنے لگتا ہے[3]۔

غصہ کے اسباب:

١- اپنے سے کم تر کی جانب سے بار بار کسی ایسے کام کا انجام پانا جو ناگوار گزرے[4]۔

---

(١) یوسف علیہ السلام کے قصے میں حسد تعلق سے مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: الاخلاق الاسلامیۃ لعبد الرحمن المیدانی:١٨٠٩

(٢) جامع العلوم والحکم:١٣٨

(٣) الخلق الکامل:١/٣٦٧

(٤) ادب الدنیا والدین:٢٥٨

۲- ظلم یا محرومی کا احساس، اسی طرح مزاج کا خارج فطرت امور سے متاثر ہونا جیسے آب ہوا میں عدل سے متاثر ہونا۔ یہ ساری چیزیں غصہ کو مشتعل کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں[۱]۔

۳- جن اسباب کی بنیاد پر غصہ آتا ہے، ان میں بیماری، کام میں برابر لگے رہنا، مسلسل رات جاگنا یا خود کو حرص وطمع والی چیزوں سے جوڑ لینا بھی شامل ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو جسم اور نفس میں اختلاف پیدا کر دیتی ہیں اور پھر یہی چیز غصہ کی بنیاد، بلکہ غصہ کے عادی بن جانے کی سب سے بڑی وجہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ جسم کو لاحق ہونے والی خرابیوں کو دور کرکے ان اسباب کو ختم کیا جائے گا تاکہ غبار خاطر نہ جنم لے اور پھر اس کے بعد یکے بعد دیگرے ان اسباب کا قلع قمع کیا جائے گا[۲]۔

غصہ کی فطرت:

غصہ انسان کی فطرت میں ڈال دیا گیا ہے، اگر غصہ نہ رہا تو احساس مر جائے گا۔ اسے دینی حمیت اور اخلاقی غیرت برانگیختہ نہ کرپائے گی۔ اس کی بہادری کا جنازہ اٹھ جائے گا اور وہ بزدلی کا شکار ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ یہ غصہ دو دھاری ہتھیار ہے۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: غصہ کی ایک حد ہے، یہ اپنی حد میں قابل تعریف بہادری اور اوچھی حرکتوں اور خامیوں سے دوری کا سبب ہے، اور یہ اس کا کمال ہے، لیکن جب وہ اس حد سے آگے بڑھ جائے تو سامنے والے پر ظلم وزیادتی کرتا ہے اور اگر اس سے پیچھے رہ جائے تو بزدل بن جاتا ہے اور برے اخلاق سے اجتناب بھی نہیں کرپاتا[۳]۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: بردباری یہ ہے کہ انسان غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے[۴]۔

غصہ کے اقسام:

غصہ کی فطرت سے واضح ہے کہ اس کی تین قسمیں ہیں:

---

(۱) الأسس النفسية للنمو لفؤاد السيد: ۲۹۴

(۲) الخلق الكامل: ۴/ ۳۸۷ مع اختصار

(۳) الفوائد: ۱۵۶

(۴) ادب الدنيا والدين: ۲۵۲

۱-وہ غصہ جو انسان کو بہادری، دینی حمیت، مسلمانوں کی عزت وناموس کے معاملے میں غیرت اور برے کاموں سے اجتناب پر ابھارے، اس قسم کا غصہ قابل تعریف ہونے کے ساتھ ساتھ مطلوب بھی ہے، سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اپنے پردے کی آڑ میں رہنے والی کنواری دوشیزہ سے بھی زیادہ شرم وحیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی چیز کو دیکھتے جو آپ کو ناپسند ہوتی تو اس کی علامت ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ میں دیکھ لیتے[۱]۔ اور جب سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی کہنے والے کی یہ بات پہنچائی کہ: "یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ کی خوشنودی مطلوب نہیں ہے" تو یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزری، آپ کے چہرے کی رنگت بدل گئی اور آپ پر غصہ طاری ہو گیا، مگر آپ نے اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا: "بلاشبہ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی تھی، مگر انہوں نے صبر سے کام لیا"[۲]۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے یا سنتے، آپ کو اس پر غصہ آتا اور اس سلسلے میں بتلاتے، خاموش نہیں رہتے، ایک بار آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے ایک پردہ دیکھا جس میں تصویر بنی تھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک لال ہو گیا اور آپ نے اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا: "یقیناً بروز قیامت سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا، ان میں یہ تصاویر بنانے والے بھی ہوں گے"[۳]۔ اور سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو تلوار سے اس کی گردن اڑادوں گا، تلوار کے باہری حصہ سے نہیں (بلکہ اس کی اصل دھار سے اس کی گردن الگ کر دوں گا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ سعد کی غیرت سے تعجب کر رہے ہو۔؟ بلاشبہ میں اس سے اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے"[۴]۔

۲-غصہ کا جاتا رہنا اور اس کے نتیجے میں بزدلی، بے غیرتی اور برے کاموں اور ذلت ورسوائی پر خاموشی کا اظہار -یہ مذموم اور ناپسندیدہ خصلت ہے۔

۳-انسان کا غصہ حد سے بڑھ جائے، تو انسان اپنا توازن کھو بیٹھتا ہے، اس کی رگیں پھولنے لگتی ہیں اور اسے خود پر کنٹرول نہیں ہوتا، اس کی زبان اول فول بکنے لگتی ہے، اس کے ہاتھ غلط جگہ تک جا پہنچتے ہیں، غصہ کے باعث اپنے

---

(۱) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے

(۲) صحیح بخاری: ۴/ ۱۱۰، حدیث نمبر: ۴۱۰۰، صحیح مسلم: ۲/ ۷۳۹، حدیث نمبر: ۱۴۱/ ۱۰۶۲

(۳) صحیح بخاری: ۴/ ۱۱۱

(۴) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

فیصلے میں انصفاف باقی نہیں رکھ پاتا، پھر اس کی بردباری بھی جاتی رہتی ہے، نیز وہ ایسی ایسی باتیں بولنے لگتا ہے جو وہ خود بھی نہیں سمجھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: طاقت ور وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے، طاقت وہ تو وہ ہے جو غصہ کے وقت خود پر کنٹرول رکھ لے"[1]۔ اور سیدنا اَبو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ سے عرض کیا: مجھے وصیت کیجئے! آپ ﷺ نے فرمایا: غصہ مت کرو۔ اس شخص نے کئی بار اپنا سوال دہرایا، آپ ﷺ نے ہر بار یہی جواب دیا: غصہ مت کرو"[2]۔

غصہ کی تباہیاں:

۱- غصہ مختلف معاملات میں ناسمجھی کا دروازہ کھولتا ہے۔ کیوں کہ غصہ کی حالت میں معاملے کے انجام کی بابت غور وفکر کرنے اور سوچنے کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور پھر ناسمجھی انسان کو اپنے آغوش میں لے لیتی ہے، پھر وہ اس کے بہکاوے اور خونی جوش وجذبہ کی رو میں بہ کر اپنا کام کرنے لگتا ہے، بطور انجام کبھی کسی کو جان سے مار دیتا ہے تو کبھی کسی کے ساتھ زبردستی کر کے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، جب کہ بسا اوقات زبان کا لگام کھل جاتا ہے اور وہ ایسی باتیں کر جاتا ہے، جن پر غصہ کے ختم ہونے کے بعد شرمندگی کا اظہار کرتا ہے۔ مگر اس وقت ندامت کسی فائدے اور کام کی نہیں ہوتی۔

۲- غیر مناسب جگہ میں غصہ کا تاو انسان کی عظمت، سنجیدگی اور ہیبت کو کم کر دیتا ہے، چوں کہ بوقت غصہ اس کی رگیں پھڑکنے لگتی ہیں، اس کی آنکھیں لال پیلی ہونے لگتی ہیں اور اس کے بدن سے کئی ایسی حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں جو بالکل مناسب نہیں ہوتی نیز وہ کئی بار بدزبانی پر بھی اتر آتا ہے۔

۳- غصہ کے وقت خود پر قابو نہ رکھنے سے غصہ پی جانے والے کو فضیلت اور ثواب سے محرومی ہاتھ لگتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "استطاعت کے باوجود بدلہ نہ لے کر غصہ کو جو شخص پی لیتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالی اسے ساری مخلوقات کے سامنے بلائے گا، یہاں تک کہ اسے یہ اختیار عطا فرمائے گا کہ وہ حوروں میں جن کو چاہے اپنے لئے پسند اور اختیار کرے"[3]۔

---

(۱) صحیح بخاری:۴/ ۱۱۲، حدیث نمبر:۶۱۱۴، صحیح مسلم:۴/ ۲۰۱۴، حدیث نمبر:۱۰۷/ ۲۶۰۹

(۲) صحیح بخاری:۴/ ۹۱۲، حدیث نمبر:۶۱۱۶

(۳) سنن ابی داؤد:۵/ ۱۳۷-۱۳۸، حدیث نمبر:۴۷۷۷، جامع ترمذی:۴/ ۳۲۶-۳۲۷، حدیث نمبر ک ۲۰۲۱، الفاظ سنن ترمذی کے ہیں، امام البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، صحیح سنن ترمذی، حدیث نمبر:۱۶۴۵/ ۲۱۰۷

علاج کے تربیتی تدابیر

غصہ کے علاج کے بعض تربیتی تدابیر درج ذیل ہیں:

۱- انسان شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ طلب کرے، جیسا کہ اس صحابی کی حدیث میں ہے جسے سخت غصہ آ گیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر وہ اسے کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا، اگر وہ کہے: "أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" یعنی: میں شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں"(۱)۔

۲- انسان اپنی موجود حالت سے دوسری حالت میں چلا جائے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو چاہئے کہ بیٹھ جائے، اگر اس سے غصہ ختم ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ چاہئے کہ وہ لیٹ جائے"(۲)۔

۳- مسلمان غصہ پی جانے والوں کو یاد کرے۔ جیسا کہ باری تعالی نے ایسے لوگوں کی تعریف کی ہے: ﴿ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي ٱلسَّرَّآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا۟ فَـٰحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا۟ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلُوا۟ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ ﴾ [سورۃ آل عمران: ۱۳۴-۱۳۵].

ترجمہ: جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے، اللہ نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے، جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ فی الواقع اللہ تعالی کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص غصہ پی جائے، اس کے باوجود کہ وہ اسے عملی تطبیق میں بدلنے کی صلاحیت اپنے اندر پاتا ہو، تو ایسے شخص کو اللہ تعالی بروز قیامت ساری مخلوقات کے مابین بلائے گا، یہاں تک کہ اسے یہ اختیار

(۱) صحیح بخاری: ۴/ ۱۱۲، حدیث نمبر: ۶۱۱۵

(۲) مسند احمد: ۵/ ۱۲۵، اور امام البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے: صحیح الجامع الصغیر، حدیث نمبر: ۶۹۴

عطا فرمائے گا کہ حور میں جسے چاہے منتخب کرے "(۱)۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک اجر وثواب کے اعتبار سے غصہ سے بڑھ کر کوئی غذا اور خوراک نہیں ہے، جسے انسان اللہ کی خوشنودی کی خاطر پی جاتا ہے "(۲)۔

۴- غصہ کے وقت، بردباری اور غصہ والا دونوں کے احوال کو یاد کرے اور ان کا جائزہ لے- پہلے شخص سے لوگوں کے دل جڑے ہوتے ہیں اور اس کی طرف طبیعتیں مائل ہوتی ہیں، جب کہ دوسرے شخص سے عقل مند انسان دور بھاگتے ہیں، اور لوگ اس کے کاموں سے گریز کرتے ہیں۔

بدگمانی:

بدگمانی کا مفہوم:

وہ شک جو کسی معاملہ میں پیدا ہو جائے، پھر آپ اسے سچ ثابت کریں اور اس کی بنیاد پر حکم لگا دیں، بدگمانی کہلاتی ہے (۳)۔ بدگمانی، یہ تہمت اور اہل وعیال، اقارب واعزا یا لوگوں پر غلط معاملے میں خیانت کا الزام لگانے کا نام ہے (۴)۔ اسلام نے بدگمانی سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں منع فرمایا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجۡتَنِبُواْ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٞۖ ﴿١٢﴾﴾ [سورۃ الحجرات:۱۲].

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔

نیز فرمایا: ﴿وَمَا لَهُم بِهِۦ مِنۡ عِلۡمٍۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّۖ وَإِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغۡنِي مِنَ ٱلۡحَقِّ شَيۡـٔٗا ﴿٢٨﴾﴾ [سورۃ النجم:۲۸].

ترجمہ: حالانکہ انہیں اس کا علم نہیں وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بے شک وہم وگمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: بدگمانی سے بچو، بے شک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے (۵)۔ چنانچہ بدگمانی جس کی بنیاد محض وہم پر ہوتی ہے اور بلا کسی تحقیق اور جانچ پرکھ کے دوسرے پر تہمت لگانا اور الزام باندھنا جائز نہیں ہے۔ اما خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: "اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس ظن پر عمل کرنا ترک کر دیا جائے جس کے ساتھ احکام جڑ

---

(۱) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے

(۲) سنن ابن ماجہ: ۲/۱۴۰۱، حدیث نمبر: ۴۱۸۹، اسے امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے: صحیح سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۳۷۷-۴۱۸۹

(۳) النہایۃ فی غریب الحدیث: ۳/۱۶۳

(۴) تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۲۷

(۵) صحیح بخاری: ۴/۱۰۳، حدیث نمبر: ۶۰۶۴

ے ہوئے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ اس گمان کو سچ ثابت کریں جو دوسرے کے لئے باعث نقصان ثابت ہو۔ اسی طرح ہر اس خیال کو جو دل میں آئے بلا کسی ثبوت کے عملی تطبیق دیں۔ ظن کا پہلا مرحلہ انسان کا فطری احساس ہوتا ہے، جس کو خود سے الگ نہیں رکھا جا سکتا اور جو چیز انسان کے بس میں نہیں ہوتی، وہ اس کا مکلف نہیں ہوتا ہے"(۱)۔

بدگمانی کے اسباب:

۱- کسی شخص کا خوف: یہ خوف انسان کو بسا اوقات اس شخص کے تئیں تہمت اور شک میں ڈال دیتا ہے، پھر وہ اس کے قول یا عمل کو غلط مفہوم پر محمول کرتا ہے۔

۲- کسی انسان کے تعلق سے پرانا تصور باقی رکھنا اور وہ بھی ان حکایات اور گفتگو کی بنیاد پر جو کبھی کبھی درست بھی نہیں ہوتی۔ پھر وہ اس کے عام معاملات کو بھی غلط ہی سمجھتا ہے۔

۳- کسی انسان کا ایسے ماحول میں غلط تربیت حاصل کرنا، جو لوگوں کے معاملات کو غلط طریقے سے بیان کرتا ہو، پھر وہ انسان اپنے معاشرے اور دوستوں کے مابین زندگی بسر کرنے کے باعث ان بدگمانیوں کو بھی اپنے اندر داخل ہونے کا دروازہ کھول دیتا ہو۔ چنانچہ اس کے اخلاق اس برے سلوک پر سمٹ رک رہ جاتے ہوں۔

۴- دوسرے کے لئے بغض وحسد سے دل کا بھرا ہونا، یہ چیز انسان کو ہر اس شخص کے سلسلے میں بدگمانی مبتلا کر دیتی ہے جو اس کے آس پاس ہوتے ہیں۔

۵- کسی شخص کا شک اور تہمت کی جگہ پر موجود ہونا اگرچہ یہ قصدا نہ ہو، دوسرے لوگوں کو بدگمان بنا دیتا ہے، کیوں کہ وہ تو اسباب اور حقائق سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اسی لئے اسلام نے شک اور شبہ والی جگہوں سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان دونوں کے مابین بعض مشتبہ چیزیں ہیں جن سے بہت سارے لوگ ناآشنا ہیں، چنانچہ جس نے مشتبہ امور سے کنارہ کشی اختیار کی اس نے اپنے دین اور آبرو کی حفاظت کر لی"(۲)۔

---

(۱) فتح الباری: ۱۰/ ۴۸۱

(۲) صحیح بخاری: ۱/ ۳۴، حدیث نمبر: ۵۲

۶- جہالت ونادانی یا ان اثرات بد سے غافل اور بے خبر ہونا جو بد گمانی کے باعث مرتب ہوا کرتے ہیں، جیسے: گناہ، آپسی رشتے میں دوری اور سماجی انتشار۔

ہلاکتیں اور تباہ کاریاں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بد گمانی کے کئی ایسے برے اثرات ہیں جو بد گمانی رکھنے والے اور جس کے بارے میں رکھی جاتی ہے، ان پر مرتب ہوتے ہیں، بلکہ بسا اوقات ان سے معاشرہ بھی نہیں بچ پاتا۔ ان کا مختصر بیان درج ذیل ہے:

۱- بد گمانی رکھنے والا گناہ کی زد میں آجاتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٌ﴾ [سورة الحجرات:۱۲].

ترجمہ: یقین مانو کہ بعض بد گمانیاں گناہ ہیں۔

چنانچہ وہ شخص جس کے بارے میں بد گمانی رکھی جاتی ہے وہ ایسا شخص ہوتا ہے جس میں خیر وخوبی ہوتی ہے اور بظاہر اس کی امانت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے فساد وبگاڑ خیانت کا گمان رکھنا حرام ہے[1]۔

۲- لوگوں کا اس قسم کے صاحب اخلاق کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنا، اس کے شک وشبہ اور بد گمانی سے خوف کھانا، اس سے گفتگو کرنے سے کترانا اس ڈر سے کہ کہیں بلا قصہ وارادہ کے کوئی غلطی صادر ہوجائے اور وہ اسے غلط مفہوم پر محمول کرلے، حتی کہ کبھی کبھار اس کی بد گمانیوں کے باعث لوگ اس کے ساتھ بیٹھنے اور سفر ساتھ چلنے کو بھی پسند نہیں کرتے۔

۳- بعض اوقات یہ بد گمانی کسی کے پیچھے پڑنے اور اس کے ٹوہ میں لگنے پر بھی آمادہ کرتی ہے، چنانچہ وہ شخص ایسی صورت میں دیگر اخلاقی برائیوں کے دلدل میں جا پھنستا ہے۔

۴- بسا اوقات بد گمانی تہمت کی نشر واشاعت کا باعث بن جاتی ہے، یہ ظاہر کرنے اور بتلانے کے لئے کہ یہ حقیقت یا حقیقت سے قریب ہے، چنانچہ یہ چیز اس شخص کو جس کے تعلق سے بد گمانی رکھی جارہی ہے اسے تہمت کے دائرے میں لا کھڑا کردیتی، حالانکہ اس کا اس سے دور دور تک کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا، پھر کبھی کبھار لوگ اسی کو ہی سچ ماننے لگتے ہیں اور اس شخص کی عزت وآبرو داؤ پر لگ جاتی ہے۔

---

(۱) الجامع لأحكام القرآن للقرطبی: ۱۶/ ۲۱۷

۵- جن کے بارے میں بدگمانی رکھی جاتی ہے ان کے تعلق سے بے بنیاد تہمتوں کو ہوا دینے سے کبھی کبھی بدگمانی رکھنے والے اور جن کے تعلق سے بدگمانی ہے ان کے اور ان کے علاوہ معاشرہ کے دوسرے افراد کے مابین بغض وکینہ اور قطع تعلق جیسی بیماری جنم لیتی ہے، پھر بہ طور نتیجہ سماج افتراق اور انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔

٦- بے چینی وبے قراری، جو بدگمانی رکھنے والے شخص کو لاحق ہوتی ہے، اس لئے کہ ایسا شخص دوسرے لوگوں کے کاموں کو غلط طور پر دیکھتا ہے، جس کی بنیاد پر وہ شک کرنے لگتا ہے اور غلط معنی پر محمول کرنے لگتا ہے، جس کی وجہ سے وہ پریشانی اور نفسیاتی بے چینیوں میں گھر جاتا ہے۔

علاج کے رہنما اصول:

۱- عقیدہ راسخ کیا جائے، یہ انسان کو اچھے اخلاق اختیار کرنے اور برے اخلاق سے بچنے کی طاقت بخشتا ہے، نیز دل کو پاک صاف رکھتا ہے۔

۲- انسان بدگمانی کے گناہ کو جانے، تاکہ اس سے دور رہ سکے۔

۳- دوسرے کی مراد کو بلا کسی تاویل کے خیر پر محمول کرے، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ اپنے مومن بھائی کی زبان سے نکلنے والی ہر بات میں صرف خیر ہی کا گمان رکھیں، پھر آپ اس کے لئے خیر ہی کا راستہ پائیں گے"[۱]۔

تکبر:

تکبر کا مفہوم:

تکبر کا مفہوم آپ ﷺ کے اس قول سے واضح ہے: "جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا۔ ایک شخص نے کہا: انسان کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے چپل اچھے ہوں (تو کیا یہ بھی تکبر میں شامل ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے"[۲]۔

---

(۱) تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ۴/ ۲۲۷

(۲) صحیح مسلم: ۱/ ۹۳، حدیث نمبر: ۱۴۶/ ۹۱

تکبر باطنی اخلاق کا نام ہے، جس کے ثمرات اور نتیجے اس کے اعمال ہوا کرتے ہیں[۱]۔

یہی وجہ ہے کہ اس کا منبع خود پسندی ہوا کرتی ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: "تکبر جو مشہور ہے وہ یہ کہ انسان اپنے آپ کو بڑا اور دوسرے کو حقیر جانے اور حق کا انکار کرے"[۲]۔

تکبر کے اسباب:

۱-انسان کی ایمانی کمزوری اور اس سلسلے میں کم جانکاری کہ تکبر صرف اللہ تعالی کو زیب دیتا ہے، بندے کو نہیں۔

۲-خود پسندی اور عشق نفس کے برے اثرات اور بھیانک انجام ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ غرور و تکبر کی کھائی میں داخل ہونے کی راہ ثابت ہوتی ہے[۳]۔ خود پسندی کے کچھ اسباب یہ ہیں: ان میں سے مضبوط سبب قربت حاصل کرنے والوں کی کثرت سے مدح سرائی اور ان کی چاپلوسی کی مبالغہ آمیزی، جنہوں نے منافقت کو اوڑھنا بچھونا بنالیا ہو[۴]۔

عقل جس قدر کم ہو گی سوچنے، سمجھنے اور غور وفکر کا معیار اسی قدر پست ہو گا اور ایسے ہی قسم کے لوگ خود کو سب سے زیادہ عقل مند اور ہوشیار سمجھتے ہیں[۵]۔ بسا اوقات گھمنڈ انسان کے اندر چھپا ہوا ہوتا ہے۔ مگر جوں ہی تھوڑی سی دولت یا کوئی منصب ہاتھ لگ جاتا ہے، وہ گھمنڈ سامنے آجاتا ہے اور اس کی عقل اسے ختم کرنے یا چھپانے کی صلاحیت نہیں رکھتی[۶]۔

عقل میں کمال شرعی علم سے آتا ہے جو حلال و حرام کے مابین تفریق کرتا ہے۔

---

(۱) الخلق الکامل: ۴/۳۷۸

(۲) شرح مسلم للنوی: ۲/۹۱

(۳) آفات علی الطریق للسید محمود نوح: ۱/۱۲۸

(۴) ادب الدنیا والدین: ۲۳۹

(۵) الاخلاق والسیر لابن حزم: ۶۷، مع اختصار

(۶) سابق مرجع: ۶۷

۳- اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے بیچ بلند مقام یا معاشرے میں حاصل شدہ حیثیت سے دھوکا کا شکار ہو جانا[۱]، اپنے اندر موجو صفت تکبر کی علامت ہے۔

۴- تکبر کے شکار انسان کی یہ چاہت کہ ہر وہ چیز جو اس کی ذاتی کمی یا عملی کوتاہی پر دلالت کرے، اسے لوگوں سے مخفی رکھا جائے، کیوں کہ اس کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ لوگوں کے سامنے بڑا بنا رہے اور اس کی کوتاہی سے لوگ آشنا نہ ہو سکے[۲]۔ اپنے اندر موجود خامیاں اخلاق ورویے میں ایسے اثرات رونما کرتی ہیں جنہیں بہ آسانی قابو میں لایا جاسکتا ہے، نہ ان کا اعتراف بن پاتا ہے، چنانچہ بسا اوقات ایسا شخص خود کو ایسے پیش کرتا ہے کہ گویا وہ لوگوں میں سب سے اعلی مقام کا حامل ہو۔ پھر یہی اسے خود پسندی سے آگے بڑھا کر تکبر تک پہنچا دیتی ہے۔

۵- تکبر اس کا ایک سبب اپنے ساتھیوں سے کم ملنا جلنا اور شخصیت کی اثر انگیزی بھی ہے[۳]۔

تکبر کے اقسام:

۱- اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں خود بڑا ظاہر کرنا اور تکبر کا اظہار کرنا۔ یہ تکبر کی سب سے گھٹیا اور بری قسم ہے، کیوں کہ یہ فطرت انسانی سے بغاوت اور مخلوق کے احسان کا انکار ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ أَفَكُلَّمَا جَآءَكُمۡ رَسُولُۢ بِمَا لَا تَهۡوَىٰٓ أَنفُسُكُمُ ٱسۡتَكۡبَرۡتُمۡ ﴾ [سورۃ البقرۃ:۸۷].

ترجمہ: لیکن جب کبھی تمہارے پاس رسول وہ چیز لائے جو تمہاری طبیعتوں کے خلاف تھی، تم نے جھٹ سے تکبر کیا۔

اور فرمایا: ﴿ وَقَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرۡجُونَ لِقَآءَنَا لَوۡلَآ أُنزِلَ عَلَيۡنَا ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ أَوۡ نَرَىٰ رَبَّنَاۗ لَقَدِ ٱسۡتَكۡبَرُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمۡ وَعَتَوۡ عُتُوّٗا كَبِيرٗا ﴿٢١﴾ ﴾ [سورۃ الفرقان:۲۱].

ترجمہ: اور جنہیں ہماری ملاقات کی توقع نہیں انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے ؟ یا ہم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیتے، ان لوگوں نے اپنے آپ کو بہت ہی بڑا سمجھ رکھا ہے اور سخت سرکشی کر لی ہے۔

---

(۱) الاخلاق الإسلامیۃ وأسسھا: ۱/۷۱۸

(۲) سابق مرجع: ۱/۷۲۰

(۳) ادب الدنیا والدین: ۲۳۹

اور ابلیس کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ تکریمی، سجدہ عبادت نہیں، ادا کرنے سے تکبر نے ہی روک دیا تھا ۔پھر وہ سرکشوں میں سے ہو گیا۔ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ وَإِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلَٰٓئِكَةِ ٱسۡجُدُواْ لِأٓدَمَ فَسَجَدُوٓاْ إِلَّآ إِبۡلِيسَ أَبَىٰ وَٱسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴿٣٤﴾﴾ [سورۃ البقرۃ:۳۴].

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سے نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔

۲- بندوں کے سامنے تکبر کا اظہار کرنا اور لوگوں کو حقیر و معمولی تصور کرنا، چوں کہ اس کے پاس کوئی جسمانی، مالی یا عملی خصوصیت موجود ہوتی ہے، اس لئے اسے لگتا ہے کہ وہ بڑا اور بلند و بالا ہے اور باقی سب اس سے کم تر، اگر چہ دوسرے لوگ اس سے فیضانات باری سبحانہ کے باعث زیادہ فضیلت کا ہی حامل کیوں نہ ہو، یہ نسلی مادیت پرستی کی بنیاد ہے اور اسلام اس سے روکتا ہے، رسول پاک ﷺ کے ارشادات سے یہ واضح ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اور یقینا اللہ پاک نے میری جانب وحی فرمائی کہ تم لوگ خاکساری کو اختیار کرو، حتی کہ کوئی دوسرے پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی سے کام لے"[1]۔

اور بندوں پر تکبر اس صورت میں سب سے برا ہو جاتا ہے کہ جب انسان اپنے علم اور ذاتی خوبی کا تکبر دکھائے ۔بلاشبہ اس کا علم نفع بخش نہیں ہو سکتا، کیوں کہ جو شخص بھی آخرت کمانے کے لئے علم حاصل کرتا ہے۔ وہ خاکسار، متواضع اور محاسب نفس ہوتا ہے۔ اس میں وہ کوتاہی نہیں برتتا، بلکہ برابر محاسبہ اور اصلاح میں لگا رہتا ہے اور اگر وہ اس سے غفلت برتنے لگے تو راہ راست سے دور ہو نا طے ہے[2]۔

۳- نفسیاتی تکبر: وہ یہ ہے کہ انسان لباس کے معاملے میں بڑائی و برتری کا خیال دل و دماغ میں لائے، بسا اوقات وہ خود کو بڑا تصور نہیں بھی کرتا ہے بلکہ اس کا مقصد صرف دل لگی ہوتا ہے، لیکن اپنے کپڑے کی خوبصورتی کے باعث مغرور چال چلتا ہے اور یہی چیز کبھی کبھی اسے اس بات کا احساس دلا جاتی ہے کہ وہ سب سے برتر ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمہا اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس درمیان کہ ایک شخص ایک جوڑے میں ملبوس چل رہا تھا، وہ جوڑا اسے کافی اچھا لگ رہا تھا، اپنے لمبے لمبے بالوں کو شانوں پر لہراتے ہوئے چل رہا تھا

---

(۱) صحیح مسلم:۴/۲۱۹۸-۲۱۹۹، حدیث نمبر:۴۶/۲۸۶۵

(۲) الکبائر للذھبی:۷۶

کہ اچانک اللہ تعالی نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ تا قیامت دھنستا رہے گا"[1]۔ اور حق تعالی شانہ ہے اس خصلت سے روکتے ہوئے فرمایا:﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ ﴾ [سورۃ لقمان:۱۸] .

ترجمہ: لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اکڑ کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔

اس کا مطلب بلا کسی کام اور ضرورت کے اٹھلاتے اور اتراتے ہوئے چلتے پھرتے رہنا ہے۔ اس اخلاق کے حال افراد فخر ومباہات کے وصف سے متصف ہوا کرتے ہیں، چنانچہ بے حد شاداں وفرحاں شخص اپنی چال میں تکبر کا اظہار کئے دیتا ہے[2]۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اچھے کپڑے زیب تن کرنے کی ممانعت ہے، بلکہ منع یہ ہے کہ اس سے فخر ومباہات اور افضلیت وبرتری کا خیال دل میں نہ لایا جائے۔

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو گا۔ تو ایک شخص نے کہا: انسان یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اور اس کے جوتے اچھے ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالی خوبصورت ہے، وہ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر حق کے انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے"[3]

۔

اس بے اخلاق سے اسلام نے منع کرنے کے بعد، اس کی جگہ پر اپنی چال ڈھال میں عمدہ اخلاق کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿١٩﴾ ﴾ [سورۃ لقمان:۱۹] .

ترجمہ: اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست کر، یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۴/ ۵۴، حدیث نمبر: ۴۹/ ۲۰۸۸

(۲) الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۱۴/ ۴۸

(۳) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یعنی رفتار میں توسط واعتدال اختیار کرو، اس کا مطلب یہ ہے کہ سست رفتاری اور تیز رفتاری کے مابین رفتار کو اختیار کرنا ہے، یعنی کہ ایسے لوگوں کی طرح رینگتے ہوئے چلیں جو خود کا شمار مردوں میں کر بیٹھے ہوں، نہ شطار نامی جانور کی مانند اچھل اچھل کر چلیں[1]۔

اور رہی بات اس روایت کی جس میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو تیز گام چلتے اور سیدہ عائشہ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ قول کہ جب آپ چلتے تو تیز چلتے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رینگتے ہوئے چلنے کے مقابلے میں تیز گام چلتے تھے۔ واللہ اعلم[2]۔

تکبر کی تباہیاں:

۱- حق سے محرومی اور آیات الٰہیہ کی معرفت اور اس کے احکام کی سمجھ سے دل کا اندھا ہو جانا۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ سَأَصْرِفُ عَنْ ءَايَٰتِيَ ٱلَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَإِن يَرَوْاْ كُلَّ ءَايَةٍ لَّا يُؤْمِنُواْ بِهَا وَإِن يَرَوْاْ سَبِيلَ ٱلرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْاْ سَبِيلَ ٱلْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَا وَكَانُواْ عَنْهَا غَٰفِلِينَ ﴿١٤٦﴾ ﴾ [سورة الأعراف:۱۴۶].

ترجمہ: میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں، جس کا ان کو کوئی حق نہیں اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی وہ ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنا لیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے۔

نیز فرمایا: ﴿ ٱلَّذِينَ يُجَٰدِلُونَ فِيٓ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَٰنٍ أَتَىٰهُمْ ۖ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ ٱللَّهِ وَعِندَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ ﴾ [سورة غافر:۳۵].

ترجمہ: جو بغیر کسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک یہ تو بہت بڑی ناراضگی کی چیز ہے، اللہ تعالی اسی طرح ہر مغرور سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔

---

(۱) الجامع لأحکام القرآن: ۱۴/۴۸

(۲) اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

۲- اللہ پاک کی ناراضی وناپسندیدگی، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ لَا جَرَمَ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿٢٣﴾ ﴾ [سورۃ النحل:۲۳].

ترجمہ: بے شک وشبہ اللہ تعالی ہر اس چیز کو، جسے وہ لوگ چھپاتے ہیں اور جسے ظاہر کرتے ہیں، بخوبی جانتا ہے، وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

۳- لوگوں کی ناپسندیدگی، چوں کہ وہ شخص لوگوں پر خود کو بڑا بنا کر پیش کرتا ہے، ان کی قدر ومنزلت کی تنقیص کرتا ہے، اس لئے لوگ بھی اس سے محبت نہیں کرتے اور اس سے دور دور رہتے۔ اور اگر قریب آتے بھی تو اس کے اندر موجود شر کو ختم کرنے یا پھر کسی دنیاوی مقصد کی خاطر، اس مقصد کے ختم ہوتے ہی وہ اسی سے الگ تھلگ ہو جاتے، چنانچہ جب وہ دیکھتا ہے کہ لوگ میرے پاس صرف اپنی ضرورتوں کے وقت ہی آتے ہیں اور ضرورت پوری ہوتے ہی ویسے ہی بھاگ نکلتے ہیں کہ جیسے پرندے شکار کے آلے کی آواز سنتے ہی اپنے گھونسلے سے فرار ہو جاتے ہیں، تو یہ بات اسے نفسیاتی طور پر انحطاط وپستی کا شکار بنالیتی ہے۔

کچھ اسی طرح کا حال ان لوگوں کا بھی ہوا کرتا ہے جو ریٹائرڈ ہوتے ہیں، جب وہ اپنی ڈیوٹی میں ہوتے ہیں تو تکبر ان کی شان ہوتی ہے، کاش! یہ متکبرین حضرات ان کے حال سے واقف ہوتے اور عبرت حاصل کرتے!

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جہاں تک تکبر کی بات ہے تو اس سے ناراضگی حاصل ہوتی ہے، آپسی رشتے جاتے رہتے ہیں، دوستوں کے دلوں میں غیظ وغضب پیدا ہونے لگتا ہے، اس خصلت کی ایک برائی ہی کافی ہے، آپ کو اس کی تہ میں جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی(۱)۔

۴- متکبر شخص کا اپنے عیوب ونقائص پر توجہ نہ دینا اور اپنی غلط عادتوں کو بھی صحیح قرار دینا، کیوں کہ فخر ومباہات اور تکبر کے خمار میں اس کے آلات احساسات کام کرنا بند کر دیتے ہیں، پھر یہ لوگ ویسے ہی ہو جاتے ہیں کہ وہ اچھے ہی اعمال کر رہے ہیں، حالانکہ تکبر کی گمراہی میں ٹامک ٹومیاں مار رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِٱلْأَخْسَرِينَ أَعْمَٰلًا ﴿١٠٣﴾ ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ ﴾ [سورۃ الکھف:۱۰۳-۱۰۴].

---

(۱) ادب الدنیا والدین:۲۳۶

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر (تم کہو تم) میں تمہیں بتادوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیاوی زندگی کی تمام تر کوششیں بے کار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔

علاج کے تربیتی اقدامات وتدابیر:

تکبر کی تباہی سے بچنے کے بعض تربیتی تدابیر درج ذیل ہیں:

۱- انسان تکبر کے گناہ کی سنگینی اور اس کی سزا کو یاد کرے اور یہ سمجھے کہ وہ ردائے کبریائی حاصل کرنے کی ناپاک کوشش کر رہاہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اپنے رب کریم سے روایت کرتے ہوئے کہ باری تعالی نے فرمایا:

ترجمہ: تکبر میری چادر اور عظمت میری ازار ہے۔ چنانچہ جو بھی ان دونوں میں سے کسی کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، میں اسے دوزخ کے حوالے کر دوں گا[۱]۔

اور فرمایا:

ترجمہ: جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو گا، جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو گا[۲]۔

نیز فرمایا:

ترجمہ: کیا میں تمہیں جنتیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر کمزور خاکسار شخص ہو گا، اس نے اگر قسم کھائی ہو گی تو اسے ضرو پوری کیا ہو گا، کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر لحیم و شحیم، سنگ دل متکبر شخص (جہنم میں) ہو گا[۳]۔

۲- وہ اس ثواب کو یاد کرے جو ایک متواضع وخاکسار انسان کو عند اللہ حاصل ہو گا، نیز ان نعمتوں کو بھی یاد کرے جو اللہ پاک نے اس کے لئے تیار رکھی ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلْءَاخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَٱلْعَـٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٨٣﴾ ﴾ [سورۃ القصص:۸۳].

ترجمہ: آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی، بڑائی اور فخر نہیں کرتے، نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں، پرہیز گاروں کے لئے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم: ۴/ ۲۰۲۳، حدیث نمبر: ۱۳۶/ ۲۶۲۰

(۲) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے

(۳) صحیح بخاری: ۳/ ۳۱۵، حدیث نمبر: ۴۹۱۸، صحیح مسلم: ۴/ ۲۱۹۰، حدیث نمبر: ۴۶/ ۲۸۵۳، الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: "صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، اللہ اس بندے کو مزید عزت عطا فرماتا ہے جو عفو و درگزر سے کام لیتا ہے اور جو انسان تواضع و خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ سبحانہ اس کے مقام و مرتبے کو مزید بلند فرماتا ہے"(۱)۔

۳- متکبرین کی صحبت سے دوری اختیار کریں، جو دلوں میں بگاڑ پیدا کر دیتے ہیں اور انہیں ان چیزوں کے پیچھے لگا دیتے ہیں جن میں نقصان کے علاوہ فائدہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اس لئے کہ صحبت یگانگت و یکسانیت پیدا کرتی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "انسان اپنے دوست کے دین پر چلتا ہے، اس لئے تم میں کا ہر شخص یہ دیکھ لے کہ وہ کسے اپنا دوست بنا رہا ہوتا ہے"(۲)۔ جب کہ اس کے برعکس نیک لوگوں اور خاکساروں کی صحبت سے انسان کو خاکساری حاصل ہوتی ہے۔

۴- انسان اپنی اصلی خلقت اور اپنے پیٹ میں موجود اشیاء پر غور و فکر کرے، اگر پیٹ کی چیزیں باہر آ جائیں تو اس کا نفس اس سے کراہت کا اظہار کرے۔ اسی لئے قرآن کریم نے ہماری توجہ انسان کی اصل پیدائش کی جانب مبذول فرمائی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَلْيَنظُرِ ٱلْإِنسَـٰنُ مِمَّ خُلِقَ ﴿٥﴾ خُلِقَ مِن مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾ يَخْرُجُ مِنۢ بَيْنِ ٱلصُّلْبِ وَٱلتَّرَآئِبِ ﴿٧﴾﴾ [سورۃ الطارق:۵-۷].

ترجمہ: انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے، وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔

۵- انسان متکبرین کے احوال اور نیک سیرت، شریف اور عقل مندوں کے نزدیک ان کی سماجی حیثیت پر غور و فکر کرے۔

۶- انسان اپنے انجام کے سلسلے میں تدبر و تفکر سے کام لے اور اس کے لئے بلاء و مصیبت اور موت کو یاد کرے اور قبروں کی زیارت کرے، کیوں کہ زیارت دلوں کو نرم بنا دیتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "چنانچہ تم سب قبروں کی زیارت کرو، کیوں کہ یہ موت کو یاد دلاتی ہے"(۳)۔

---

(۱) صحیح مسلم:۴/۲۰۰۱، حدیث نمبر:۶۹/۲۵۸۸

(۲) سنن ابی داؤد:۵/۱۶۸، حدیث نمبر:۴۸۲۲، سنن ترمذی:۴/۵۰۹، حدیث نمبر:۲۳۷۸، امام البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:۲/۳۶۳، حدیث نمبر:۹۲۷، اس حدیث کے الفاظ سنن ابی داؤد کے ہیں۔

(۳) صحیح مسلم:۲/۶۷۱، حدیث نمبر:۱۰۸/۹۷۶

تیسرا باب

اخلاقی انحرافات کے اسباب

اخلاقی انحرافات اپنے اسلوب اور طریقوں کے اعتبار سے متعدد ہوتے ہیں، فرد اور سماج پر ان کے خطرات اور نقصانات سامنے آنے کے اعتبار سے، ان کا اثر گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، دوسری جانب اخلاقی انحرافات ایک سوسائٹی سے دوسری سوسائٹی میں انحراف کا سبب بننے والے عوامل کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں، جیسے کہ دینی محرک کا کمزور ہو جانا، عقیدہ کا انحراف، سماجی نشو و نما اور معاشی حالت، سماجی فکری یلغار کا اثر اور تربیت کی کیفیت اور اس کے علاوہ دیگر عوامل، جن کے منفی اثرات جب جب بڑھتے ہیں، انحراف کی شرح بڑھ جاتی ہے اور مختلف صورتیں اختیار کر لیتی ہیں۔ کسی ایک عامل کی تحدید کرنا ممکن نہیں ہے جس کے ذریعہ سے انسانی اخلاق کے انحراف کے اسباب کو بیان کرنا ممکن ہو، بلکہ یہ عوامل مختلف ہوتے ہیں، اور اپنی قوت تاثیر میں ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔

اس لئے توجہ صرف زندگی کے ایک پہلو پر دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کر کے نہیں ہونی چاہئے بلکہ انحراف تک لے جانے والے عوامل مختلف ہیں، مثال کے طور پر والد کا بیٹوں کے اخلاق پر مثبت یا منفی اثر پڑتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے، تو اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں"۔ اسی طرح دوستوں کا بھی اثر پڑتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس کو دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے"۔

اس لئے انحرافی مظہر کو متعدد عوامل کی فکر پر مبنی ہونا چاہئے، اور انحرافی مظہر کو تلاش کرنے میں مجموعی اسلوب کی پیروی ضروری ہے، اس طور پر کہ اس کو عقیدہ، سماج، نفسیاتی اور تربیتی اعتبار سے ان تمام چیزوں کو جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں خیال کر کے پڑھا جائے۔

اسی وجہ سے ان متعدد عوامل کو جو اخلاقی انحراف کا باعث بنتے ہیں، ذکر کرنا لازم آتا ہے، کیوں کہ اسباب کا جاننا علاج اور اس سے بچنے کی تدابیر کے اختیار کرنے کو آسان بناتا ہے۔

وہ عوامل جو اس فصل میں ذکر کئے جائیں گے، مندرجہ ذیل ہیں:

۱- دینی محرک کا کمزور ہو جانا۔
۲- نفسیاتی ہم آہنگی کی خرابی۔
۳- معاشی عوامل۔
۴- سماجی ماحول۔

پہلا مبحث:

دینی محرک کا کمزور ہوجانا

دینی محرک کا کمزور ہو جانا یہ اخلاقی انحرافات کے بڑے اور طاقتور اسباب میں سے ہے، کیوں کہ انسان اس حالت میں نہ تو موت کی مصیبت کی پرواہ کرتا ہے نہ ہی قیامت کے دن کی ہولناکیوں کا خیال کرتا ہے، وہ اپنے خواہشات کی بیڑیوں میں قید رہتا ہے، خواہشات کا اس پر تسلط ہوتا ہے، اورانحرافات کے جھونکے اسے متاثر کرتے ہیں، چنانچہ بھلائی اور برائی کا پیمانہ اس کے لئے بے معنی ہو جاتا ہے، اس پر غفلت، تصور کی خرابی اور اخلاقی انارکیوں کا غلبہ ہو جاتا ہے جو اس کے لئے انحراف کو آسان بناتے ہیں اور اس کو اس جانب لے جاتے ہیں، جیسا کہ مندرجہ ذیل نکات سے واضح ہے۔

انحراف اور غفلت:

غفلت: ایک بھول ہے جو انسان کو کم توجہ دینے اور کم بیدار رہنے کی وجہ سے پیش آتی ہے، اور جب انسان اس کا شکار ہو جاتا ہے، تو اس کا دینی محرک کمزور ہو جاتا ہے، دینی تحرک کا کمزور ہو جانا انسان کے حواس کو بھلائی دیکھنے سے معطل کر دیتا ہے، انسان حق کو سننے اور اس کردار کو سمجھنے سے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے، قاصر ہو جاتا ہے، پھر وہ بالکل جانوروں کی طرح ہو جاتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے، ان کے دل ایسے ہیں جن سے سمجھتے نہیں، اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے سنتے نہیں، وہ بہائم کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گم گشتہ راہ ہیں، یہی لوگ درحقیقت بے خبر ہیں۔

اور اللہ تعالی فرماتا ہے:

ترجمہ: اللہ نے یہ وعدہ کر لیا ہے، اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، لوگ دنیاوی زندگی کے ظاہری امور کو جانتے ہیں اور فکر آخرت سے بالکل ہی غافل ہوتے ہیں۔

یعنی اکثر لوگ صرف دینا اور اس کے معاملات کا علم رکھتے ہیں، وہ لوگ دنیا کو حاصل کرنے اور اس کی کمائی کی صورتوں میں ماہر ہیں، لیکن وہ دین کے معاملات اور جو چیز ان کو آخرت میں نفع دیگی اس سے غافل ہیں۔ ان کے اسی عمل اور طریقہ کی وجہ سے شیطان ان کا ساتھی ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور جو رحمان کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اس کے ساتھ ہم ایک شیطان لگا دیتے ہیں پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

یعنی یہ جو ہدایت کے راستہ سے تغافل کرتا ہے ہم اس کے لئے ایسے شیاطین کو مقرر کر دیتے ہیں جو اس کو جہنم کے راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

وہ اسباب جو انسان کو غفلت کی طرف لے جاتے ہیں ان میں "مباح چیزوں میں وسعت برتنا اور کثرت کرنا شامل ہے، ان کی وجہ سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور امیدیں بہت بڑھ جاتی ہیں لہذا وہ معصیت کا ارتکاب کرتا ہے، غافلین اخلاقی برائیوں کے کرنے سے گھبراتے نہیں ہیں کیوں کہ غفلت ان پر چھائی رہتی ہے تو آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ خواہشات کو تلاش کرتے ہیں، اسی میں مست رہتے ہیں اور خوش بھی۔ یہ ساری چیزیں دینی جذبہ کی کمزوری یا دلوں سے اس کے ختم ہو جانے کی وجہ سے ہے، دین میں خرابی یا تو باطل عقیدہ اور اس کی بات کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، یا پھر عقیدہ کے برخلاف اعمال میں ہوتی ہے، پہلی چیز بدعت ہے اور دوسری چیز اعمال کا فسق ہے، پہلی شبہات کی قسم سے ہے اور دوسری خواہشات کی قسم سے ہے، اسلامی تربیت کا کردار یہ ہے کہ غلط اعتقادی طریقہ کی تصحیح کرنا جو کہ تربیت حاصل کرنے والوں کو سیدھے اخلاقی راستہ پر لے آتا ہے، کیوں کہ جب لوگوں کے دل میں خالص دین اور خالص عقیدہ نہیں ہوتا، تو شر وفساد پھیل جاتا ہے، فتنے بڑھ جاتے ہیں، اقدار ضائع ہو جاتے ہیں، دھوکہ دھڑی گھر، مدرسہ اور سماجی اداروں میں پھیل جاتی ہے، صدق ووفاء، امانت داری اور حیا باقی نہیں رہتی، اور یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے سب سے بڑی قدر کو ضائع کر دیا اور وہ یہ تھی کہ اللہ کے طریقہ اور دستور کو مکمل طور پر تھام لیا جائے اور صرف زبانی نہیں بلکہ عملی طور پر اس سے وابستہ ہو جایا جائے۔

انحراف اور اضطراب:

دل کی بے چینیوں اور دینی محرک کے کمزور ہو جانے کے درمیان بہت مضبوط تعلق ہے، یہاں تک کہ خیالات کی بیماریاں جو انسان کو اخلاقی انحراف کی طرف لے جاتی ہیں، جیسے کہ سیکو ہاتھ نام کی بیماری ہے، یہ وہ بیماری ہے جو

تکرر عادت اور شدید علالت کے طور پر اس میں ظاہر ہوتی ہے، مریض اس کی وجہ سے سوسائٹی کو برا سمجھتا ہے، اور اپنی دشمنی ان کے لئے ظاہر کرتا ہے، کیوں کہ مریض اس میں اپنے نفس پر قابو نہیں پاتا ہے یا ناکامی اور مایوسی کو برداشت نہیں کرپاتا ہے، لہذا وہ فوری لذتوں کو مؤخر کرنے سے بے بس ہو جاتا ہے، اور اپنی خواہشات اور ضرورتوں کو جلدی پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ان نفسیاتی امراض کی نشانیوں پر غور کرنے والا جو انسان کو اخلاقی انحراف تک لے جاتی ہیں، جان لیتا ہے کہ یہ امراض کی نشانیاں دل کے اطمنان نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں، جب کہ دل کا اطمنان ان اثر کرنے والی چیزوں کے مقابلہ کا موقع دیتا ہے، یہ چیزیں دل کے اطمنان اور سکون کے اسباب سے کم تعلق ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، جب کہہ دل کا اطمنان اللہ تعالی پر ایمان رکھنے کی قوت سے حاصل ہوتا ہے، تو اس کے بعد کسی نقصان اور ظلم کا ڈر نہیں رہتا۔

چنانچہ زندگی میں کچھ ایسے مواقع ہوتے ہیں جن کے سامنے کوئی انسان نہیں جم سکتا الا یہ کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھنے والا اور اس کی حفاظت پر اطمنان رکھنے والا ہو، انسان کو جتنی ہی قوت وثبات قدمی اور مضبوطی عطا کر دی جائے لیکن زندگی کے کچھ ایسے لمحات ہیں جو سب کو جھنجھوڑ دیتے ہیں، اس وقت صرف اللہ پر اطمنان رکھنے والے ہی جم پاتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: جو لوگ اہل ایمان ہوتے ہیں اور ان کے دلوں کو اللہ یاد سے اطمنان حاصل ہوتا ہے، آگاہ رہئے کہ اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمنان حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: جو اپنے رب پر ایمان رکھے گا اسے نہ کسی نقصان کا خوف ہو گا اور نہ ظلم کا۔

انحراف اور تصور کی خرابیاں:

کچھ لوگ ایسے جن کے تصورات دین کے تعلق سے خراب ہوگئے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دین صرف باتوں کا نام ہے عمل کا نہیں، یا ایسے اعمال ہیں جن کو جب چاہیں جیسے چاہیں ادا کر لیں، ان لوگوں کو ان کے تصورات انحراف اور برائی میں پڑ جانے کی طرف لے جاتے ہیں، کیوں کہ انہوں نے اپنے دلوں کے اخلاقی کنٹرول کو کھو دیا ہے، اگر وہ اپنے دل اور نگاہوں، تصورات اور خیالات کے سلسلہ میں بیدار رہتے، اور اپنے تصورات صحیح کر لیتے تو ان کے اخلاق

صحیح ہو جاتے، چنانچہ جاہلیت بچیوں کو در گور کرنے، شراب پینے اور زنا کے عام ہونے جیسی اخلاقی برائیوں سے بھری ہوئی تھی لیکن جب وہ اللہ پر ایمان لے آئے اور انہوں نے یہ اقرار کر لیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ساری چیزیں بدل گئیں، وہ گمراہی کے بعد راہ راست پر آگئے، پستی کے بعد پھر بلند ہو گئے، ان کے اخلاق بگڑنے کے بعد اچھے ہو گئے، تنگی کے بعد ان کے آفاق پھیل گئے، انانیت ان سے دور ہو گئی، اور ظلم کی جگہ اخوت آگئی، یہ ساری چیزیں ان کے عقائد اور عبادت کے تصورات صحیح ہونے کے بعد پیش آئیں، انحراف ختم ہو گیا اور اس کی جگہ اخلاقی فضائل اور خوبیاں آگئیں۔

انحراف زمینی تحقیقات کی روشنی میں:

ایک ریسرچ جس کو مصر میں کیا گیا ہے انحراف کا دینی محرک کے کمزور ہونے سے ربط کو بتاتا ہے، کہ یہاں واضح طور پر پایا جاتا ہے کہ دینی جذبہ کا کمزور ہو جانا، اخلاقی انحراف کا ایک اہم سبب ہے، یہ رپورٹ ثابت کرتی ہے کہ :

۱-وہ کم عمر بچے جو چوری کے ملزم ہیں اور نماز ادا نہیں کرتے ۸.۱۷٪ ہیں۔

۲-وہ کم عمر بچے جو چوری کے ملزم ہیں اور روزہ نہیں رکھتے وہ ۵.۳۳٪ ہیں۔

۳-ایک دوسرے ریسرچ میں یہ ثابت ہوا کہ تمام کم عمر منحرفین جن کو اسکندریہ کے کم سن بچوں کی کورٹ میں پیش کیا گیا ہے عقیدہ پر ایک فکر کی طرح ایمان رکھتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو فرائض کو مکمل طور پر ادا کرتا ہو، اور یہ اعداد و شمار واضح دلیل ہیں کہ انحراف اور دینی محرک کے کمزور ہو جانے کے درمیان کتنا گہرا ربط و تعلق ہے۔

دنیا کے جو حصے ٹکنالوجی میں زیادہ ترقی یافتہ ہیں، ان کی سوسائٹی میں سخت فکری پریشانیاں پائی جاتی ہیں، جیسے کہ مادی فقر، فکری گوشہ نشینی، علاحدگی، اخلاقی بگاڑ اور ظلم اور یہ ساری پریشانیاں بڑے شہروں میں اپنی تمام صورتوں اور اقسام کے ساتھ موجود ہیں۔

یہ تمام انحرافات دینی محرک کے نہ پائے جانے کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں، اور لوگ اس طرح تصرف کرنے لگے ہیں گویا کہ ان کے اخلاق کا واحد معیار ان کی خواہشات اور نفسانی چاہتوں کو پورا کرنا ہو۔

دوسرا مبحث :

نفسیاتی ہم آہنگی کی خرابی

نفس اپنی ذات کے اعتبار سے ایک ہے اور اپنی حالتوں کی اعتبار سے تین ہے، مطمئنہ، امارہ بالسوء، لوامہ، نفس جب اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، اس کے ذکر پر مطمئن رہتا ہے، اس کی طرف توجہ کرتا ہے، اس کی ملاقات کی مشتاق ہوتا ہے اور اس کے قرب سے مانوس ہوتا ہے تو مطمئن رہتا ہے، اگر اس کے بر خلاف ہو تو وہ امارہ بالسوء ہے، یہ انسان کو اس کی خواہشات کا حکم دیتا ہے، جیسے گمراہی کی خواہشیں، باطل کی پیروی کرنا اور نفس ہر برائی کی آماجگاہ بن جاتا ہے، تیسری حالت میں وہ لوامہ ہے، یہ مومن کی حالت ہے، اس کی وجہ سے مومن اپنی تمام حالتوں پر اپنے نفس کی ملامت کرتا ہے، اپنے ہر عمل پر نفس کی کوتاہی تلاش کرتا ہے، لہذا وہ پشیمان ہوتا ہے، اپنے نفس کی ملامت کرتا ہے، مگر گناہ گار شخص آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور اپنے نفس کی ملامت نہیں کرتا۔

اللہ تعالی نے دلوں کے امراض اور اس کی شفاء کا ذکر اپنی کتاب میں اور اپنے رسول ﷺ کے طریقہ میں کئی مواقع پر کیا ہے، اللہ تعالی کا راشاد ہے:

ترجمہ: ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے تو اللہ تعالی نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا اور ان کو قیامت کا درد ناک عذاب ملے گا اس سبب سے کہ جھوٹے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اس لئے آپ ﷺ ان لوگوں کو جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے دیکھ رہے ہیں کہ ان میں مل جانے کے لئے جلدی کر رہے ہیں، کہتے ہیں، ڈر ہے کہ ہمیں کوئی مصیبت لاحق ہو جائے گی۔

نیز اللہ کا فرمان ہے:

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نصیحت اور ان بیماریوں کا علاج آگیا جو سینوں میں ہوتی ہیں، اور مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت آگئی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: اگر معلوم نہ ہو تو سوال کیا کرو کیوں کہ نہ جاننے کا علاج سوال کرنا ہے۔

نفسیاتی ہم آہنگی کی خرابی دلوں کے امراض میں سے شمار کی جاتی ہے، جو اخلاقی انحرافات کا سبب بنتی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

- حس کی خرابی
- فطری حرکت اور اس سے متصل ارادہ کی خرابی

ان میں ہر ایک کے نہ پائے جانے کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے، لذت کی وجہ تکلیف کا احساس ہے، اور تکلیف کا سبب ماضی کا احساس ہے، دلوں کی بیماری، نگاہ کی کمزوری اور افق کی تنگی کا سبب بنتی ہے، کیوں کہ نفسانی خواہشات اور اس کی دنیاوی خاص مصالح کا معاملہ یہ ہے کہ انسان کی بصیرت اندھی ہو جاتی ہے، یا اس کو رتوندھی ہو جاتی ہے، یا اس کی نگاہوں پر پردہ ڈال دیتی ہے، انسان اس کی وجہ سے حق کو باطل سمجھتا ہے، اور باطل کو حق سمجھتا ہے، یا معاملات اس پر مختلط ہو جاتے ہیں، اور چیزوں کی تصویر اس پر مشتبہ ہو جاتی ہے، اور یہ پردہ کے موٹاپے کے اعتبار سے ہوتا ہے، تو وہ اس کے لئے نفسیاتی بے چینیوں کا سبب بنتے ہیں، جن کی شدت اس پردہ کے اعتبار سے ہوتی ہے جو اس کی بینائی کو چھپا دیتا ہے۔

نفسیاتی بے چینیاں:

کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی عقلی صلاحیتوں میں اضطراب ہے، لیکن ان کے اخلاق ہم آہنگی کی خرابی میں ایسے مرحلہ پہنچ جاتے ہیں جہاں تک بہت سارے عقلی طور پر پریشان لوگ نہیں پہنچتے ہیں، تو آپ بعض لوگوں کو دیکھیں گے کہ مختلف قسم کے اخلاقی عادات انجام دے رہے ہیں جو اعلی اخلاق سے میل کھاتی ہیں، اور صحیح فطرت کے لوگوں کی نشاندہی کرتی ہیں، ان اخلاقی انحرافات اور اضطرابات میں نشہ آور چیزوں کا عادی ہونا، اس کو رواج دینا اور جنسی انارکی کا شکار ہونا شامل ہے۔

اس کے مظاہر میں سے یہ ہے کہ حادثات کے وقت ڈر اور بے چینی لاحق ہو جائے، کھانے سے دوری اور بے رخی کی کیفیت ہوجھ بہت زیادہ شرمندگی، جلد غصہ ہونا، بات نہ ماننا، سرکشی، بہت جلد خواہشات کے آگے جھک جانا، زیادہ غیرت، سرکشی والے رجحانات، بیداری کے خواب، جھوٹ، بعض حالات میں چوری کرنا اس کے علاوہ دیگر نفسیاتی بے چینی کے مظاہر ہیں، جب ان اضطرابات کا علاج نہیں کیا جاتا ہے، تو یہ ان کے اخلاقی حالت کے لئے بہت نقصاندہ ثابت ہوتے ہیں۔

نفسیاتی ہم آہنگی:

توافق وہ اس سماجی ماحول کے ساتھ جو فرد کا احاطہ کرتا ہے، جڑ جانے اور ہم آہنگ ہو جانے کا نام ہے، جب کہ فرد اپنے ارد گرد کے لوگوں کے کے ساتھ باہم ربط والے سماجی تعلقات قائم کر سکتا ہے، اور اس کے لئے سماج اور ماحول کی پریشانیوں کا جو اس کو در پیش آئیں کامیابی کے ساتھ سامنا کرنا ممکن ہو، اور ایک فرد مسلم کے لئے جن سماجی تعلقات کو وہ بناتا ہے، ان کی تعیین اسلامی منہج کی روشنی میں ہوتی ہے۔

لہذا نفسیاتی ہم آہنگی ایک مسلسل قائم رہنے والا عمل ہے جو اخلاق اور سماجی ماحول کو بدلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ فرد اور اس کے ماحول کے درمیان اسلامی مبادی کی روشنی میں توازن پیدا ہو جائے۔

لہذا مثبت نفسیاتی ہم آہنگی، شخصی، سماجی اور پیشہ میں ہم آہنگی کا مطالبہ کرتی ہے، یہاں تک کہ فرد اس کے ذریعہ سے توازن، مناسب اندرونی کیفیت حاصل کرتا ہے جو اس کی اس کی ذات، سوسائٹی اور پیشہ پر اطمنان عطا کرتی ہے، اور جب انسان اپنے آپ کو تین دائروں، شخصی، سماجی اور پیشہ ورانہ دائروں میں صحیح راستوں سے ہم آہنگ نہ کر سکتا ہو، تو وہ اس ہم آہنگی کو غیر ظاہر طریقوں سے پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ اپنے نظریہ سے دیکھتا ہے کہ وہ ان کے ذریعہ سے ہم آہنگی، اطمنان اور نفسیاتی آسودگی حاصل کر سکتا ہے، یہ غیر ظاہر طریقے جو نفسیاتی عادات کے علماء کے نزدیک نفسیاتی دفاع کے حیلے کہے جاتے ہیں، یہ ان وسائل اور طریقوں سے عبارت ہے جن کو ایک انسان اختیار کرتا ہے، مقصد ان کا یہ ہے کہ حقیقت کو بگاڑ دیں اور جواز فراہم کرنے والی چیزوں کو وضع کریں، یہاں تک کہ فرد بے چینی کی حالت سے نجات پا جائے، اور یہ حالت ان ناکامیوں اور کشمکش کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو اس کے نفسیاتی اطمنان کو چیلنج دیتی ہیں، ان کا مقصد اپنی ذات کو بچانا، اس کا دفاع کرنا، نفس کی خود اعتمادی کو بر قرار رکھنا، اپنی ذات کا احترام کرنا اور نفسیاتی اطمنان کا حاصل کرنا ہے جس کو ہم بعد میں بیان کریں گے۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان یا تو مثبت نفسیاتی ہو آہنگی کا مالک ہوتا ہے یا منفی نفسیاتی توافق کا، جو نہ معقول ہے اور نہ قابل قبول، لہذا فرد جب کسی پریشانی یا ذاتی ضرورت کا سامنا کرتا ہے جیسے کہ مال کی ضرورت تا کہ اس کے ذریعہ اپنی خواہشات پوری کر سکے، تو اسے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ سوائے برداشت کرنے، صبر کرنے اور آمدنی کا ایک بڑا حصہ مہیا کرانے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے وہ مال جمع کرتا ہے تا کہ ایک اچھی رقم جمع ہو جائے جس کے ذریعہ سے وہ اپنا مقصد پورا کر سکتا ہو، اگر اس کے لئے یہ چیز مقدور نہ ہو تو اللہ تعالی کی تقسیم پر راضی ہوتا ہے

، اور اس چیز کو اپنے سامنے رکھتا ہے کہ ہو سکتا ہے اللہ تعالی اس کے بعد کوئی راستہ پیدا کرے، پھر وہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مناسب مواقع تلاش کرتا ہے، اس فرد کو معقول ہم آہنگی حاصل ہے، کیوں کہ توافق اس وقت تک معقول نہیں ہوتا جب تک کہ فرد اپنی مشکلات کا ایسا حل نہ پیش کر دے جو تمام محتمل تصرفات کی رعایت پر مشتمل ہو، اس کے تصرف سے سامنے آنے والے نتائج کا اندازہ نہ لگالے، پھر ان اقدامات کو اختیار کرے جو اسلامی منہج کے ساتھ ٹکراتے نہیں ہیں، اور جب فرد اپنی مشکلات کا ایسا حل تلاش کرنے میں جو اس کی صلاحیت اور استعداد کے موافق ہو ناکام ہو جاتا ہے، تو ایسے طریقوں اور راستوں (دفاعی حیلوں) کو اختیار کرتا ہے جو حقیقت کو بگاڑ دیتے ہیں، اور جب انسان ان کو اختیار کرتا ہے تو مندرجہ ذیل مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے:

- انسان بے چینی کے حالات اور جو اس کے ساتھ گناہ کا احساس رہتا ہے، اس سے بچے۔
- انسان اپنے نفس کی اپنی ذات کے اعتبار سے حفاظت کرے۔
- وہ اپنی خواہشات اور لذتوں کو دفاعی حیلوں کے سائے میں پورا کرے۔

دفاعی حیلے:

انسان کا ایسے دھوکہ دینے والے طریقوں کو اختیار کرنا ہے جب کہ وہ ایسی نفسیاتی پریشانی سے دوچار ہو جس کو وہ حل نہ کر سکتا ہو، وہ اپنے نفس کو پاتا ہے کہ وہ غلط راستہ پر چل رہا ہے، تو وہ اپنے آپ کو دھوکہ دینے والی اور جواز فراہم کرنے والی چیزوں کے ذریعہ راضی کرتا ہے۔

ان دھوکہ دینے والے حیلوں میں سے یہ ہے:

جب فرد یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا عمل ضروری امر کے مخالف ہے، تو وہ اپنے انحرافی اخلاق کو کمزور اور جواز فراہم کرنے والی چیزوں کے ذریعہ جائز ٹھہراتا ہے، ان میں کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- جائز ٹھہرانا:

جب انسان اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے، یا کسی واجب کی ادائگی میں کوتاہی کرتا ہے، یا اعلی اخلاق کے دائرے سے نکل جاتا ہے تو وہ برے اخلاق کا ارتکاب کرتا ہے، وہ اپنے اخلاق کے دوافع کو ایسی جواز فراہم کرنے والی چیزوں کے ذریعہ سے جائز ٹھہراتا ہے جس میں وہ کمزور عذر تلاش کرتا ہے، تاکہ اپنے نفس سے اندرونی یا سماجی ملامت کو دور کر سکے، یہ ایک ایسا حیلہ ہے جس میں انسان اپنے برے اخلاق کا جواز پالیتا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ وہ شخص جو اپنے کام پر پورا وقت نہیں دیتا جس پر اسے تنخواہ ملتی ہے، اس کے بعد اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے بہانے بناتا ہے مثلا یہ کہ انتظامیہ اس کے اور اس کے رفقاء کے درمیان منصف نہیں ہے، یا تنخواہ کام کے لئے مطلوب محنت سے کم ہے، اس کے علاوہ دیگر جائز ٹھہرانے والی چیزیں جس میں وہ اپنے نفس کے لئے ایسا عذر تلاش کرلیتا ہے جو اس کے دل کو تشفی پہنچائے۔

۲-اسقاط:

اسقاط یہ ہے کہ انسان اپنے اندر موجود کچھ غیر مرغوب صفات کو اپنے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف منسوب کرے، اور اس کو بڑھا کر پیش کرے۔

لہذا انسان جب کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس کو وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اخلاق فاضلہ کے خلاف ہے، تو وہ اس کو دوسروں کے ذمہ ڈال دیتا ہے، یا جب وہ کسی معاملہ میں ناکام ہو جاتا ہے تو سبب دوسروں کے ذمہ ڈال دیتا ہے، جیسے کہ طالب علم کہے: سوال سخت ہے اس لئے ناکام ہو گئے، یا کوئی شخص کہے کہ ضرورت نے مجھے اس کام کو کرنے یا چھوڑنے پر مجبور کیا، یا فلاں شخص نے میرے سامنے اس کو اچھا بنا کر پیش کیا یا دھوکہ دیا۔

۳- تقمص:

تقمص اسقاط کی ضد ہے، کیوں کہ انسان تقمص کی حالت میں دوسروں کی بعض خصلتوں کو اختیار کرتا ہے، لہذا وہ دوسروں کی اچھی خصلتوں کو استعارہ کے طور پر لیتا ہے اور اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور اپنے آپ کو دوسروں کے طریقہ پر جو ان صفات سے متصف ہوں لانے کی کوشش کرتا ہے۔

یعنی انسان ایک دوسرے شخص یا جماعت جس میں وہ پسندیدہ صفات ہوں جو فاس انسان میں نہیں پائی جاتی شامل ہو جاتا ہے، تقمص اپنی ہر صورت میں ہم آہنگی کا ایک غلط طریقہ ہے اور ہم آہنگی کی خرابی کا ایک مظہر ہے، اور یہ بہت ساری مثالوں میں ظاہر ہے، جیسے کہ کوئی شخص حکومتی افسر کا روپ اختیار کرلے جب وہ کسی مشکل میں گرفتار ہو، یا وہ جماعت کے قائد کے طور پر اپنے کو ظاہر کرے جب کہ وہ اس کا حقدار نہیں ہے۔

۴-منفیت:

یہ ایک مقاومتی عمل ہے، کبھی مثبت بھی ہو سکتا ہے اور کبھی منفی بھی، مثبت اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص جس کا اس سے مطالبہ کیا جارہا ہو اس کے برعکس کرے، منفی اس وقت ہوتا ہے جب وہ متوقع چیزوں سے بچے لہذا ذمہ داریوں اور دباؤ کا مقابلہ کرنا ہے جہاں ایک شخص جس کا اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے اس کے برعکس کرے، یا اس کے

کرنے سے بچے، اور اس کی مثال خاموشی، مقابلہ کرنا، خلاف جانا، بغاوت و سرکشی اور ٹھکرانا ہے، لہذا آپ جب کسی شخص سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کسی دوسرے شخص کے سامنے سفارش کردے تاکہ وہ آپ کو مال کی ایک مقدار قرض دے، لیکن وہ درمیانی شخص ایسا نہیں کرتا ہے تو یہ ایک منفی عمل ہے، جب درمیانی شخص قرض مانگنے والے کی حالت کو قرض دینے والے کے سامنے بگاڑ کر پیش کرے اور اس کو قرض نہ دینے پر آمادہ کرے تو یہاں اس نے جس کا اس سے مطالبہ کیا گیا تھا اس کے برعکس کیا ہے۔

ان دونوں تصرف سے اس نفسیاتی بیماری کا پتہ لگتا ہے جس سے وہ گزر رہا ہے، اس کی وجہ قرض لینے والے کے لئے اس کی کراہیت، حسد یا دیگر اخلاقی انحرافات ہو سکتے ہیں۔

۵-سرکشی:

دفاعی حیلے کبھی کبھی سرکشی کی صورت اختیار کرلیتے ہیں، یہ ایک ایسا حیلہ ہے جو کسی شخص یا چیز کی طرف کیا جائے یہ جواز ٹھہراتے ہوئے کہ یہ شخص اس کے پیچھے سبب ہے، اور اس کو روکنے کا ذمہ دار ہے، یہ حیلے، مکر، تشہیر، تحقیر یا ہجو کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، یہ تمام اخلاقی انحراف کی صورتیں ہیں جن کا سوائے اس کے کوئی جواز نہیں ہے کہ اس مصیبت کو دور کرنے والا تلاش کیا جائے۔

۶-اعراض:

واپسی میں وہ اخلاق اور ہم آہنگی کے ایک ناکامیاب مرحلہ کا سہارا لیتا ہے، خاص طور سے جب انسان کو ایسی مشکل پیش آجائے جس کا سامنا نہ کرسکتا ہو، جیسے کہ عقلمند شخص بلوغ کے قریب لڑکوں کے طریقہ پر چلتا ہے، تو وہ دفاعی حیلہ کے طور پر ایک ناپختہ مرحلہ کا سہارا لیتا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ انسان جو اپنی مختلف صلاحیتوں اور اپنے ارد گرد کے ماحول کے ساتھ ہم آہنگی حاصل نہ کرسکتا ہو، غلط انداز سے اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے اخلاقی انحرافات کو انجام دینے لگتا ہے۔

اس میں وہ ان حیلوں اور جواز فراہم کرنے والی چیزوں سے مدد لیتا ہے جن کے ذریعہ وہ اپنی خواہشات اور لذتوں کو پورا کرسکے۔

دفاعی حیلوں کا مقصد:

۱-ان نفسیاتی تکلیفات سے بچنا جو کہ فرد کو نفس لوامہ کے اثر کی وجہ سے پہنچتی ہیں۔

۲-اس تنقید سے بچنا جس کا وہ سامنا کرتا ہے یا یہ توقع رکھتا ہے کہ دوسروں سے اس کا سامنا کرے۔

۳-اس نفسیاتی تکلیف سے بچنا جو انسان کو اس کی ناکامیوں کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔

دفاعی حیلوں کے پائے جانے کے اسباب:

- اس نفسیاتی کشمکش کو چھپانا جو انسان کے دل میں متبادل کے اظہار کے دوران پائی جاتی ہے، اور یہی دفاعی حیلے ہیں۔
- صورتحال سے سامنا کرنے کی قدرت نہ ہونے کی وجہ سے بھاگنا۔
- ایسے صحیح سابقہ تجربات حاصل کرنے میں ناکام ہونا جو ان خطرات اور ناکامی کا سامنا کرنے اور اس میں پڑنے سے بچنے پر مدد کریں۔

اور یہ خاندان، مدرسہ اور اپنے ارد گرد کے لوگوں کی جانب سے اچھی عملی تربیت کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔

دفاعی حیلوں میں گرفتار ہونے کے خطرات:

باوجود اس کے کہ یہ انسان کو اندرونی کشمکش سے نجات دلاتے ہیں لیکن اس کے خطرات یہ ہیں کہ ان میں پڑ جانا انسان کو ناکام جھوٹا اور دوسروں کا سامنا کرنے سے عاجز بنا دیتا ہے۔

نفسیاتی ہم آہنگی نہ پائے جانے کے اسباب:

نفسیاتی ہم آہنگی کے نہ پائے جانے کے اہم اسباب جو انسان کو اندرونی بے چینیوں اور اخلاقی انحرافات تک لے جاتے ہیں، تمنا کرنا، اللہ کے علاوہ سے تعلق رکھنا، زیادہ کھانا کھانا۔ مذکورہ چیزوں کو ہم مندرجہ ذیل سطروں میں واضح کریں گے۔

۱-اللہ کے علاوہ سے تعلق:

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لوگوں میں سب سے زیادہ رسوا وہ شخص ہے جو غیر اللہ سے تعلق قائم کرے، اگر اس سے مصالح اور کامیابی فوت ہو جائیں تو یہ اس سے بڑھ کر ہے جو اس کے تعلق سے حاصل ہو، اور یہ زوال اور ختم ہو جانے کے لئے ہے، اور اللہ سے ایسا تعلق رکھنے والی کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو گرمی و سردی میں مکڑی کے جالہ سے سایہ حاصل کرتا ہے۔

اور غیر اللہ سے تعلق کے مظاہر میں سے یہ ہے کہ مال کی محبت سے تعلق ہو اور عبادت کی ادائگی میں کوتاہی کرکے مال تلاش کرے، یا انسان کاہنوں، جادوگروں اور فریب کاروں سے تعلق رکھنے، یہ اور اس جیسے دیگر تمام نفسیاتی بے چینی کے اسباب ہیں۔

۲-تمنا کرنا اور قناعت نہ کرنا:

انسانی نفس کی خاصیت ہے کہ اس میں ملکیت کی محبت ہو، اس خواہش کا نتیجہ کبھی تمنا کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جب انسان ایسی آرزوئیں شروع کردیتا ہے جو کمزور ہوتی ہیں، جن تک انسان اللہ تعالی کی طرف سے دی ہوئی عام صلاحیتوں اور محدود طاقتوں کے ذریعہ نہیں پہنچ سکتا ہے، خاص طور سے جب اس کی آرزوئیں پہنچ سے باہر ہو، چنانچہ وہ عمدہ محل، اچھی سواری، نرم بستر اور سرداری کی تمنا کرتا ہے، یہاں تک کہ اپنی آرزوؤں کی وجہ سے بری چیز بھی اچھی اور مشکل چیز آسان معلوم ہوتی ہے، چنانچہ جھوٹی آرزوؤں اور باطل خیالات کی موجیں اس سے کھیلتی رہتی ہیں جیسے کہ کتے گندگیوں سے کھیلتے ہیں اور یہ ہر حقیر اور ذلیل نفس کی پونجی ہے۔

ان آرزوؤں کے نتیجہ میں انسان انحراف میں پڑجاتا ہے، گناہ، تکلیف اور تھکاوٹ میں مبتلا ہوتا ہے۔

۳-زیادہ کھانا کھانا:

اسراف اور بہت زیادہ آسودگی طاعت سے بوجھل کردیتی ہے اور پیٹ کی خوراک کی فکر میں مشغول کردیتی ہے، یہاں تک کہ وہ اس میں کامیاب ہوجائے، اور جب وہ اس میں کامیاب ہوجاتا ہے، اس کے استعمال کی فکر اس پر چھاجاتی ہے ہے، اس کے نقصانات سے بچنے اور اس کے بوجھ سے تکلیف محسوس کرتا ہے، خواہشات کے وسائل اس پر غالب آجاتے ہیں، اور شیطان کے راستے جو ابن آدم میں خون کی جگہ دوڑتے ہیں، غالب آجاتے ہیں، جب خواہشات کے ذرائع اس پر شیطان کے غلبہ اور دبدبہ کے تحت قوی ہوجاتے ہیں، انسان بھلائی کے راستہ سے ہٹ کر برائی کے راستہ پر لگ جاتا ہے، اس بے چین دل کی مراد حاصل کرنے کے لئے جو اس کو اور اس کے حال نیک راستوں سے وں سے غافل کردیتی ہے، خاص طور سے جب اسلامی تربیت نہ ملی ہو جس نے کھانے کی مقدار کو بھی اضح کیا ہے، جب کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابن آدم نے پیٹ سے زیادہ کسی برتن کو برائی سے نہیں بھرا، ابن آدم کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھی رکھ سکیں، اگر اس کو کھانا ہی ہے تو ایک تہائی اس کے کھانے کے لئے ہے اور ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے۔

یہ نفسیاتی ہم آہنگی کی خرابی سے اخلاقی انحرافات کے ایک سبب کے طور پر تعلق رکھتا ہے، یہاں پر ایک دوسرا سبب بھی ہے اور وہ ہے اس کا اقتصادی پہلو جس کو اگلی بحث میں واضح کیا جائے گا۔

تیسرا مبحث :

اقصادی عوامل

اقتصادی پہلو انسان کی زندگی پر بہت بڑا اثر ڈالتا ہے، چوں کہ انسان کی ضرورتوں اور روزانہ کے تقاضوں جیسے کھانا، پینا، پہننا، رہنا اور دیگر متعدد چیزوں کے خرچوں کو پورا کرنے میں اس کا اہم کردار ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اقتصادی شرح کی زیادتی اور کمی کا افراد کے اخلاق پر اثر پڑتا ہے۔

اقتصادی عامل کا اثر صرف بالغین پر محدود نہیں رہتا، بلکہ یہ چھوٹے بچوں پر بھی براہ راست اثر کرتا ہے، جیسے آسودہ ہونا، یا محرومی، اور جیسے چھوڑنا اور رعایت کرنا، امن کا احساس اور اس کا فقدان۔

زیر بحث موضوع مندرجہ ذیل نکات کو شامل ہے:

۱- انحراف کو مدد پہنچانے والے اقتصادی عوامل، اور عوامل فقر وآسودگی۔

۲- وہ اثر ڈالنے والی چیزیں جو اگر فقر وغنی کے ساتھ پائی جائیں تو اخلاقی انحرافات پر اس کی تاثیر ظاہر ہوتی ہے

۔

۳- اقتصادی نظام اور انحراف پر ان کا اثر، اور انسانیت کے لئے ان میں سب سے زیادہ خیر۔

انحراف کو مدد پہنچانے والے اقتصادی عوامل۔

اول: خوش حالی:

عیش وتنعم، عیش میں پڑنے والا شخص وہ ہوتا ہے جس کو نعمت اور زندگی کی وسعت نے مغرور کر دیا ہو، اور نعمت نے اس کو سرکش بنا دیا ہو، دینی جذبہ کی کمزوری کے ساتھ مادی عیش اور بینک میں جمع رقم کا پایا جانا اور لہو کی جگہوں کا اخلاقی نشوونما کی کمزوری کے ساتھ پھیل جانا، اس سلسلہ کی اشیاء کا انتظام کرنا اور اس کو حاصل کرنا، یہ عیش کرنے والوں کو خواہشات پوری کرنے کے لئے بری عادات کی طرف لے جاتا ہے اور عیش وآسودگی کے انحرافات کی صورتوں کو مندرجہ ذیل صورتوں میں ظاہر کرنا ممکن ہے۔

- **سماجی انتشار:**

نقد اور عین مال کا بہت زیادہ پایا جانا اور انسان کا ہر وقت سماجی روابط اور خاندانی تعلقات سے غافل رہنا سماجی انتشار کی جانب لے جاتا ہے، یہ اپنی تعریف میں اعلی اخلاق سے انحراف ہے، ترقی یافتہ سوسائٹی کی طبیعت میں سے ہے خاندانی انتشار اور اس کی وجہ سے اخلاق اور تربیت پر پڑنے والے اثرات، انسان کا اپنے خاندان سے آزادی محسوس کرنا اور دوسری جانب اس کی اقتصادی حالت کا کمزور ہونا، اور وہاں پر فسق وفجور پر ابھارنے والے مظاہر پر پھیل جاتے ہیں۔

یہ بیماریاں کسی بھی سوسائٹی کو نقصان پہنچاتی ہیں، کیوں کہ ترف ایسا عمل ہے جو سماجی انتشار اور انسانی سوسائٹی کے روابط کے کمزور ہو جانے کی طاقتور اور تیز عوامل میں سے ہے، خواہشات میں پڑ جانا اور نہ ختم ہونے والی خواہشات کا پورا کرنا، نخوت کے احساس کو ختم کر دیتا ہے، عزت وغیرت کے احساس کو قتل کر دیتا ہے، برائیوں کو اس زندگی کی جو غار کی طرف لڑھک رہی ہو مانوس چیزوں میں سے بنا دیتا ہے، لہذا وہ مادی پہلو اور خاندانی ربط سے ہٹ کر اپنی خواہشات کو پورا کر سکتا ہے۔

- **لہو کی زندگی:**

مادی عیش اکثر لہو میں وقت ضائع کرنے کا سبب بنتا ہے، اور انسان کھانے کی فراوانی اور مکان کی راحت کی وجہ سے پیدا ہونے والی خواہشات دینی پابندیوں سے دور ہو کر پورا کرتا ہے، جیسا کہ مالی عیش اور لہو کے وسائل کا پایا جانا بعض خاندانوں میں نوجوانوں کے لہو کے حرام وسائل سے فائدہ اٹھانے پر آمادہ کرتا ہے، جو ان کے اخلاق کو بگاڑ دیتے ہیں، اور ایک کاتب نے مالدار عیش پسند عورتوں کے لہو کو اپنے اس قول میں بیان کیا ہے:

"ماں آنے والوں کے طوفان کا استقبال کرتی ہے، تاکہ وہ اپنے اکثر اوقات کاغذ کے کھیل میں، شوہر اور بیویوں کے بارے میں گفتگو اور مال اور مادی چیزوں سے متعلق گفتگر میں گزاریں"۔

- **نشہ آور چیزیں:**

وہ مالدار شخص جو اسلامی اخلاقی نشو ونما کو کھو دیتا ہے، وہ اپنا پورا مال اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں خرچ کر دیگا اگر چہ وہ حرام ہوں، جیسے کہ نشہ آور اور اس جیسی چیزیں، قطر میں خلیج کے اندر نشہ آور چیزوں کے استعمال کی صورت حال پر ایک تحقیق انجام دی گئی ہے، یہ تحقیق واضح کرتی ہے کہ اس تک لے جانے عوامل اقتصادی ترقی ہے جس سے خلیج کا حصہ گزر رہا ہے، اور اس کی وجہ سے مادی فراوانی ہے۔

- **غرور و تکبر:**

اس شخص کے پاس مال کی کثرت جو اس کے صحیح استعمال کی حقیقت نہ جانتا ہو، حق پر اسے سرکش بنا دیتی ہے، کیوں کہ عیش پسند شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ تمام چیزیں جو لوگ تلاش کرتے ہیں یہ اس کا مالک ہے، حتی کہ بعض اوقات وہ اس کو باطل میں خرچ کرتا ہے، تو وہ خود اس کے ساتھ دوسرے لوگ اسلام سے منحرف ہو جاتے ہیں، اس کی وجہ سے وہ بعض لوگوں کو ذلیل کرتا ہے، ان پر تکبر ظاہر کرتا ہے اور اصلاح کے داعیوں سے دشمنی کرتا ہے، اسی لئے مسرفین ہمیشہ اصلاح کے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اللہ کی طرف دعوت سے بھاگتے ہیں اور اس سے جنگ کرتے ہیں، لوگوں کو اس سے روکتے ہیں کیوں کہ وہ رسولوں کی دعوت اور اپنی عیش پسند صورت حال جس کو وہ چھوڑ نہیں سکتے کے درمیان بڑا فرق محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور ہم نے کسی بستی میں ڈرانے والا نہین بھیجا مگر وہاں کے عیش پسند لوگس نے کہا: ہم جو تمہیں دیکر بھیجا گیا ہے اس کا انکار کرتے ہیں۔ یہ قارون ہے جس کو اللہ نے اتنا خزانہ دیا ہے کہ طاقتور لوگوں کی ایک جماعت سے اس کی کنجیاں نہیں اٹھائی جاتیں، جب اس کی قوم نے اس سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ دار آخرت کی پیروی اور اپنا دنیا کا حصہ نہ بھولے تو اس نے کہا: اللہ نے مجھے اس لئے دیا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کا مستحق ہوں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور اللہ نے جو تمہیں عطا کیا ہے اس میں دار آخرت کو تلاش کرو اور دنیا میں بھی اپنا حصہ نہ بھولو، اور ویسے ہی اچھا سلوک کرو جیسا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا ہے، اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ، اللہ تعالی فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے، کیا اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالی نے اس سے سے پہلے بہت ساری بستیوں کو ہلاک کر دیا ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور زیادہ جمعیت رکھتی تھی اور مجرموں سے ان کے گناہ کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

- **عیش و ظلم:**

- وہ شخص جو اللہ تعالی کو فراخی میں پہچانتا ہو اس کے پاس اگر مال ہو تو وہ بندوں پر ظلم کرنے میں خرچ کرتا ہے، اس کے ذریعہ سے وہ اخلاقی اچھائی سے برائی کی طرف منحرف ہوتا ہے، کیوں کہ ظلم اور تعیش کے درمیان تعلق ہے، ظلم عیش کو لازم بناتا ہے، اور تعیش ظلم کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: پس کیوں ایسا نہ ہوا کہ تم سے پہلے کی قوموں میں ایسے اہل خیر ہوتے جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے، ایسے تھوڑے لوگ نکلے جن کو ہم نے ان میں سے بچا لیا، اور ظالم لوگ تو اسی عیش میں پڑے رہے جو انہیں ملا تھا اور مجرم تھے۔

دوم: فقر:

فقیر وہ شخص ہے جو کسی چیز کی ملکیت نہ رکھتا ہو، یا جو اس کے اور اس اہل وعیال کے لئے کافی ہے اس کے نصف سے بھی کم کا مالک ہو، مسکین وہ شخص ہے جو کفایہ کے نصف یا تقریبا اس کا مالک ہو، لیکن پورے کفایہ کا مالک نہ ہو، یعنی دونوں مزید اقتصادی وسائل کے محتاج ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فقر کا اثر تو اخلاق پر پڑتا ہے، اگر ایمان اور مضبوط اخلاق نہ ہوں، کیوں کہ فقیر محروم کو اکثر اس کی فقیری اور محرومی اور خاص طور سے جب اس کے پڑوسی خوش حال ہوں ایسے عادات کی طرف لے جاتی ہے، جس کو بھلائی اور اچھے اخلاق والے پسند نہیں کرتے، اللہ کے رسول ﷺ نے فقر سے پناہ مانگی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کفر سے، فقر سے اور عذاب قبر سے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فقر سے، کمی سے اور ذلت سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ فقر انسان کو قرض لینے پر مجبور کرتا ہے، قرض انسان کو جھوٹ اور وعدہ خلافی پر مجبور کرتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے: اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تو کسی کہنے والے نے کہا: آپ قرض سے کتنی زیادہ پناہ مانگتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انسان جب قرض لیتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فقر، مال کی کمی اور مادی فاقہ کا انسان کے اخلاق اور اس کے طرز زندگی پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے، اس کا اثر تربیتی، معاشی اور صحتی پہلوؤں پر پڑتا ہے، یہ اخلاق کی نوعیت اور انحراف کے درجہ پر اثر انداز ہوتا ہے، اس کو مندرجہ ذیل نکات میں واضح کرنا ممکن ہے:

فقر اور تربیتی پہلو پر اس کا اثر:

فقر کا تربیتی پہلو پر اثر پڑتا ہے، کم آمدنی والے والد کو یا گھر چلانے والے کو اپنا پورا وقت گھر سے باہر اپنے خاندان اور گھر کی ضرورت کو پورا کرنے کی تلاش میں گزارنا ہوتا ہے، چنانچہ وہ اپنی اولاد کی تربیت اور ان کی رہنمائی

سے پھر جاتا ہے، اور ان کو سوسائٹی میں انحرافی اثر کرنے والی چیزوں کا نشانہ بنا کر چھوڑ دیتا ہے، جیسا کہ بہت زیادہ فاقہ والد میں مزاج کی تیزی اور غصہ کی حدت کو بڑھاتا ہے، اس کی وجہ سے وہ سختی اور شدت پر آمادہ ہوتا ہے، اس کے علاوہ اس کی وجہ سے اولاد کسب معاش میں والد کی مدد کرتی ہے اور تعلیم کے مواقع کھو دیتی ہے۔

اسی طرح گھر علمی مذاکرہ کے لئے مناسب نہیں ہوتا، یہ تمام حالات خاندان میں تربیتی اثر کے کردار پر روک لگاتے ہیں، اور جہل کے دروازے کھول دیتے ہیں، جس سے وہ داخل ہو سکیں، انحراف کے دروازے کھل جاتے ہیں جو اولاد کو اخلاقی انحراف کا شکار بناتے ہیں۔

فقر اور سستی و کاہلی:

بعض سماج میں ایسے افراد بہت ہیں جو روزگار کے مواقع حاصل نہیں کر پارہے ہیں، افراد کی معاشی حالت پر اس کا اثر پڑتا ہے، ڈاکٹر عبد الحمید سیند منصور نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے: "ترقی پزیر ممالک میں کام کرنے والے طبقہ کی معاشی حالت کا بگڑنا اور بیکاری کا پھیل جانا سوسائٹی سے الگ تھلگ ہونے، اشتباہ اور مانگنے کے جرائم میں اضافہ کر رہا ہے، جیسا کہ فحاشی اور جنسی جرائم بھی بڑھ رہے ہیں، یہ اخلاق خاندان کے فقر اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے کی خواہش کا نتیجہ ہوتے ہیں، لہذا آپ خاندان کو انحراف میں ناجائز کمائی کا وسیلہ اختیار کرتے ہوئے پائینگے، جیسے کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فقر اور کمزور معیشت اور کام کے برے حالات نشہ آور چیزوں کے استعمال پر آمادہ کرتے ہیں اور اس کو بیچنا مادی کمی کو پورا کرنے کے لئے ایک وسیلہ کے طور پر ہے جو بیکاری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

جہاں تک خاندان کے مربی اور نو عمر لڑکوں کے جرائم کے درمیان کا تعلق ہے تو وہ اس قول پر مستند ہے کہ خاندانن کے ذمہ دار کو معطل کرنے میں اس کی نوکری کو نقصان پہنچانا ہے جس کو وہ اپنے خاندان کو مناسب معاشی معیار مہیا کرانے کے لئے انجام دے رہا ہے، اور اس وجہ سے خاندان میں خود اس کی معاشی ذمہ داری کی ادائگی میں خلل آجاتا ہے، اور باپ اور خاندان کی دیکھ بھال کرنے والے کا کام سے بیکار ہونا ماؤں اور بیٹوں کے رزق کی تلاش میں نکلنے کا سبب بنتا ہے۔

فقر اور نو عمر لڑکے:

کم آمدنی یا آمدنی کا نہ ہونا باپ کو اس پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے نو عمر بیٹوں کو کام پر مجبور کرے، باوجود اس کے بعض پیشوں جیسے قہوہ خانہ لہو کی جگہوں پر کام کرنا بعض نو عمر لڑکوں کو جرائم کی طرف لے جاتا ہے۔

بعض تحقیقات نے یہ ثابت کیا ہے کہ جرائم کی شرح ان بچوں کے درمیان جو کام کرتے ہیں اور وہ جو کام نہیں کرتے ہیں دو گنے سے دس گنے تک کے درمیان پائی جاتی ہے، جیسا کہ نوجوانوں کا نو عمری میں کام میں مشغول ہو جانا ان کو بالغ منحرف لوگوں کی طرف سے جرم والی چیزوں سے روبرو کرتا ہے، یہ نو عمروں کے پختہ نہ ہونے اور زندگی میں ان کے تجربہ کی کمی کی وجہ سے ہے۔

- معاملات میں مداہنت اور فقر:

فقر کبھی کبھی کاموں کو پورا کرنے کے لئے رشوت لینے کا بھی سبب بنتا ہے، اسی طرح یہ معاملات میں تملق اور مداہنت تک لے جاتا ہے، ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے: ہم نے ایک جماعت کو دیکھا ہے کہ وہ والیوں کو دھوکہ دیتے ہیں، ان میں سے کچھ لوگ مداہنت کرتے ہیں، کچھ نامناسب تعریف کرتے ہیں، کچھ منکرات پر خاموش رہتے ہیں، اس کے علاوہ بہت ساری مداہنت کی قسم ہے اور اس کا سبب فقر ہے۔

- فقر اور صحت:

فقر صحت کے لئے ایک خطرہ ہے، کیوں کہ اس کے بعد عام طور پر بری غذا اور برا ٹھکانہ پایا جاتا ہے، نفسیاتی صحت پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے عادۃً اکتاہٹ، بے چینی اور ناراضگی لاحق ہوتی ہے، فقر اور کچھ سخت امراض کے درمیان ربط ہے مثلا اینیمیا، یہ انحراف کا سبب بنتا ہے، جیسے کھانے اور دوا کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مانگنا۔

- انحراف کو اقتصادی طور پر اثر انداز کرنے والی چیزوں کو تعاون دینے والے عوامل:

یہاں پر کچھ سوالات ان عوامل کے بارے میں سامنے آتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ:

کیا صرف فقر یا صرف مالداری یا دونوں اخلاقی انحراف کے ذمہ دار ہیں، یا یہاں پر کچھ اور بھی اثر انداز ہونے والی چیزیں ہیں جب وہ ایک دوسرے سے جڑ جاتی ہیں تو انحراف کا سبب بنتی ہیں۔

اس کا جواب دینے کے لئے ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ باحثین نے اپنے ماحول میں فقر کے انحراف سے ربط پر تحقیق کی ہے، لہذا ان کے لئے فقر اور انحراف کے درمیان ربط کی کمزوری ظاہر ہو گئی، صرف فقر ہی انحراف کا باعث نہیں ہے، چوں کہ امانت اور شجاعت کی صفت بعض فقیر نو عمر لوگوں میں پائی جاتی ہے، لہذا انحراف ان کو چوری اور ناجائز کمائی پر مجبور نہیں کرتا، بلکہ وہ لوگ انحراف پسند لوگوں کو برا سمجھتے ہیں، دوسری جانب ہم بعض نو عمر بچوں

کو دیکھتے ہیں کہ وہ مالداری کی گود میں پروان چڑھ رہے ہیں اس کے باوجود وہ انحراف کے شکار ہیں، اس کی مثال یا دلیل ہم اس سے لے سکتے ہیں کہ بہت سارے فقراء ہین جن کو فقر اخلاقی انحراف کے غار تک نہیں لے جاتا، اور یہ گروپ فقراء مہاجرین ہیں تقریبا چار سو ہیں، مدینہ میں نہ ان کا کوئی گھر ہے، نہ رشتہ دار، انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے راستے میں جہاد پر وقف کر رکھا ہے، وہ لوگ اس سریہ کے بھروسہ پر ٹھہرے ہوئے تھے جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے بھیجا ہے، اور وہ صفہ والے ہیں ع اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور صدقات ان فقراء کے لئے جو اللہ کے راستے میں روک دئے گئے ہیں اور زمین میں چلنے کی استطاعت نہیں رکھتے، ناواقت آدمی ان کو سوال نہ کرنے کیوجہ سے مالدار سمجھتے ہیں، آپ ان کو ان کی علامتوں سے پہچان لیں گے کہ وہ لوگوں سے اصرار کے ساتھ نہیں مانگتے ہیں اور جو کچھ بھی تم مال خرچ کرتے ہو اللہ اس کا علم رکھنے والا ہے۔

یہاں پر اقتصادی پہلو کی ایک دوسری مثال ہے، وہ ہے مالداری، لہذا امریکہ یہ دنیا کی مالدار سوسائٹیوں میں سے ہے، اس کے باوجود اس میں جرائم کی شرح دوسری سوسائٹی سے زیادہ ہے۔ جیسا کہ وہ تحقیقات جو فقر کے انحراف سے ربط کے متعلق کی گئیں وہ متضاد تھیں، اس کی طرف ایک ریسرچ کرنے والے نے انحراف کی تحقیقات اور ریسرچ میں اشارہ کیا ہے جب کہ وہ ان ریسرچ کے بارے میں جو کی گئی ہیں کہتا ہے کہ وہ اقتصادی عوامل اور نو عمر بچوں کے جرائم کے درمیان تعلقات کی تحدید میں صرف متضاد نتائج تک پہنچتی ہے، وہ اس کی یہ وجہ بیان کرتا ہے کہ طریقہ کار کی کمی ان تحقیقات میں پائی جاتی ہے کیوں کہ یہ تحقیقات ان رجحانات کی تحقیق و تنقیح میں دقیق طریقوں کا سہارا نہیں لیتی اور نہ ہی ان تحقیقات نے اچھے ذرائع کا استعمال کیا ہے۔

نتیجہ جس پر پہنچا جا سکتا ہے یہ ہے کہ فقر اور مالداری اپنی ذات میں انحراف کا سبب نہیں ہے، الا یہ کہ جب اس کے ساتھ اسلامی مبادی پر اخلاقی نشو و نما کی کمزوری مل جائے، تو اس کے بعد فقر و غنی کے آثار انحراف کے لئے ایک مؤثر عامل کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں، کیوں کہ آپ یہ محسوس کریں گے کہ مالداری میں بہت سارے لوگ اپنے مال کی حفاظت کرتے اور اس کو صرف جائز جگہوں پر خرچ کرتے ہیں، آپ فقیر کو یہ پائیں گے کہ وہ انحراف کے بجائے فقر پر صبر کرتا ہے اور میرے خیال سے یہ دینی نشو و نما اور دینی محرک کی وجہ سے ہوتا ہے، لہذا جب دینی محرک کمزور پڑ جاتا ہے یا غائب ہو جاتا ہے تو پھر مالداری اور فقر کا انحراف پر اثر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

اقتصادی نظام اور انحراف پر اس کا اثر:

دنیا میں آج کل تین نظام رائج ہے، اسلامی نظام، سرمایہ دارانہ نظام، اور اشتراکی نظام، زمینی حقائق نے ان معاشی نظام کی ناکامی کو ثابت کیا ہے، کیوں کہ انہوں نے اخلاقی انحرافات کو بڑھایا ہے، جب کہ اسلامی معاشی نظام اپنے سسٹم سے سوسائٹی کے لئے بہترین حل پیش کرتا ہے، ان میں سے کچھ مثال کے طور پر یہ کہ مالداروں اور غریبوں کے درمیان تعلق پایا جانا، یہ چیز صدقہ، زکوۃ اور احسان کے باب میں ظاہر ہے۔

جب کہ اشتراکیت کا ماننا یہ ہے کہ فقر کو ختم کرنے کا واحد راستہ مالدار طبقہ کو ختم کرنا ہے، ان کے مال کو ضبط کرنا اور اور ان کو ان کی مالداری سے محروم کرنا ہے، بلکہ وہ اس سے آگے بڑھ کر ملکیت اور خاص طور سے جسے سرمایہ کی دولت کہا جاتا ہے جیسے کہ زمین اور وسائل وغیرہ سے جنگ کرنا ہے، اس نے سوسائٹی کے فقیر طبقات کو مالداروں کے خلاف بھڑکانے، ان کے دلوں میں حسد اور بغض پیدا کرنے، ان کے دلوں میں کشمکش کی آگ جلانے کا کام کیا ہے، یہاں تک کہ ان کی تعداد بڑھ گئی، یہ عام طبقہ ہے جس کو پرولیٹریٹ کہا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سوسائٹی میں اخلاقی بنیادوں سے انحراف ان برائیوں کی طرف جو کشمکش اور نفرت، ملکیت کی محبت کے رجحان کو ختم کرنا جس کا نہ ہونا اخلاقی انحراف کے عوامل کے ظہور کی طرف لے جاتا ہے، اسی میں سے نفسیاتی توتر بھی ہے۔

انحراف، جرم اور معاشی نظام کے درمیان تعلق پر بہت بحثیں ہوئیں، بعض مفکرین کا ماننا ہے کہ سرمایہ دارانہ معاشی نظام جرم کو سوسائٹی میں بڑھاوا دینے کے لئے ذمہ دار ہے، یہ خیالات اٹلی کے مفکر تورانی کے خیالات میں ظاہر ہیں، لیکن جن لوگوں نے سب سے زیادہ واضح طور سے سرمایہ دارانہ نظام پر سوسائٹی میں جرائم کو جنم دینے کی ذمہ داری ڈالی ہے، وہ ہولینڈی مفکر یونجر ہے، مثال کے طور پر "چوری براہ راست لوگوں کو سرمایہ دارانہ نظام کے تحت امیروں اور غریبوں میں تقسیم کرنے سے مربوط ہے"۔

جہاں تک اسلامی معاشی نظام کا تعلق ہے تو وہ مسلمان فقراء اور مالداروں کے درمیان تعلق کو برادرانہ تعلق کے طور پر دیکھتا ہے لہذا ہر اس مذہب کو جو دشمنی، مالداروں اور فقیروں کے درمیان کشمکش یا ایک دوسرے طبقات کے درمیان دشمنی بڑھانے کی دعوت دیتا ہے اس کو ٹھکراتا ہے، اور کیسے نہیں جب کہ اخوت ایمان کا پھل اور اسلام کا ثمرہ ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔

اسلام ان دونوں کے درمیان کے تعق کو برادرانہ اور تعاون والے تعلق کے طور پر دیکھتا ہے، جو بھائی چارگی، دوستی اور احسان پر مبنی ہے، فقیر کی ضرورت پورا کرنے کے لئے یہاں تک کہ شیطان اس کو بہکا کر انحراف کی طرف نہ لے جائے، اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور اس میں خرچ کرو جس میں اس نے تم کو امین بنایا ہے۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! جو ہم تے کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس دن نہ تو خرید وفروخت، نہ دوستی اور شفاعت کام آئے گی، اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔

فقیر کی مشکل کا علاج مالداروں کے ذریعہ فقراء کو زکوۃ وصدقہ دیکر کیا ہے، اور مالدار رشتہ داروں کی کفالت کے ذریعہ سے کیا ہے، اور ان کو ان کے فقر کا صحیح حل بتایا ہے جیسے استغفار، یہ نوح کی زبانی اللہ تعالی کے اس قول میں مذکور ہے:

ترجمہ: تو میں نے کہا کہ اپنے رب سے گناہ کی معافی طلب کرو، وہ معاف کرنے والا ہے، وہ تم آسمان سے خوب بارش برسائے گا، اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دیگا، تمہارے لئے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یعنی جب تم اللہ سے توبہ کروگے، اس سے استغفار کروگے، اور مساکین کو کھانے کھلاؤگے تو رزق تمہارے لئے بڑھ جائے گا، اسی طرح اسلام اللہ کے فضل اور کرم سے امید کی روح پیدا کر دیتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے بے نیاز کر دے گا، اللہ وسعت والا اور علم والا ہے۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اللہ تعالی تنگی کے بعد آسانی پیدا فرمائے گا۔

جیسے فقر دائمی نہیں ہے، بلکہ وہ ختم ہو جانے والا ہے، جو کبھی چھپ جاتا ہے، کبھی ختم ہو جاتا اور زائل ہو جاتا ہے، آج جو فقراء کل مالدار ہو جاتے ہیں، کیوں کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، اور لوگوں کے درمیان فضیلت اسلام میں مال سے نہیں ہے بلکہ تقوی کی وجہ سے ہے، اللہ کا فرمان ہے:

ترجمہ: تم میں سب سے معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تقوی والا ہو۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بعض ایسے لوگ جو پراگندہ بال اور دروازوں پر پڑے ہوئے ہوں، اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو وہ ان کی قسم کو پورا کرے۔ اسلام کی رہنمائی مالداروں کو مال کے استعمال میں ایسی ہے جو ان کو اسراف اور انحراف سے روکتی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اسراف نہ کرو، بے شک اللہ تعالی اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

ترجمہ: اور فضول خرچی مت کرو، فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اللہ نے جو تمہیں دیا ہے اس میں آخرت کے طالب بنو اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھولو، اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جیسا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے، اور زمین میں فساد کے طالب نہ بنو، اللہ تعالی فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے اپنے معاشی نظام میں ایک عادلانہ نظام ہے جو دلوں کو جوڑتا ہے اور اس کے درمیان ربط پیدا کرتا ہے، صحیح سماجی ربط کے ذریعہ جس انسان خواہش اور مرضی سے ادا کرتا ہے، اور اس میں اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھتا ہے، یہ تعاون فاقہ اور حاجت کی وجہ سے پیدا ہونے والے فقراء کے انحراف کے سامنے کھڑے ہونے کا سبب بنتا ہے، اور مالداروں کے تعیش کا مقابلہ کرنے کرنے کا بھی سبب بنتا ہے، جس سے انحرافات جڑے ہوئے ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے، اگر اسلامی سوسائٹی میں مالداروں اور فقراء کے اندر انحرافی رویہ پایا جائے، یہ تو صحیح اسلامی اقتصادی نظام کے عملی نفاذ کے فقدان کا نتیجہ ہے، اور اسلامی تربیت کے طریقہ کا نفاذ نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

پچھلی سطروں سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ بعض مالداروں اور فقراء کے انحراف کا حل پیش کرنے کے لئے سب سے بہترین اقتصادی نظام وہ اسلامی اقتصادی نظام ہے، فقر ومالداری دینی محرک کے کمزور ہونے یا ختم ہو جانے، اخلاقی نشوونما نہ ہونے، اور خراب ماحول کے پائے جانے کی صورت میں اخلاقی انحراف کے اہم اسباب میں سے ہے۔

چوتھا مبحث:

سماجی ماحول:

ماحول کی تعریف یہ ہے کہ وہ تمام چیزیں ہیں جو انسان کو حسی یا معنوی طور پر اثر انداز ہونے والی چیزیں احاطہ کرتی ہیں اور یہ انسان کے اخلاق پر مثبت یا منفی اثر ڈالتا ہے۔

اس کے ذریعہ سے انسان کا احاطہ کرنے والی خاندانی، قبائلی، عملی جماعتیں یا دیگر جماعتیں مراد ہیں، یا اس کے علاوہ دیگر جماعتیں، اور اس کی بہت ساری تہذیبی اعتقادی شکل و صورتیں یکساں اور مختلف ہوتی ہیں، اکثر انسان کو ان سے رشتہ داری، قرابت، کام یا پڑھائی میں رفاقت یا پڑوسی ہونے کی وجہ سے اختلاط ہوتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں کا انسان پر اس کے رجحان اور اخلاقی طریقوں کے اعتبار سے اور انسان کے ان تاثیرات کو قبول کرنے کے اعتبار سے اثر پڑتا ہے۔

ملنے والوں کی دو قسمیں ہیں، برے ساتھی، اور نیک ملنے والے، انسان کا بری قسم سے ملنا اس کے لئے تفرق وانتشار، غم، کمزوری اور ایسا بوجھ جس کے اٹھانے سے برے ساتھی عاجز آ گئے ہوں، کا سبب بنتا ہے، مصالح کو ضائع کرنے، اور ان کے معاملات میں مشغول ہونے کا سبب بنتا ہے، اور اس کی فکر ان کے مقاصد اور ارادوں میں تقسیم ہو جاتی ہے، پھر اس میں سے اللہ اور دار آخرت کے لئے کیا باقی رہ جاتا ہے؟

یہاں تک کہ جب اللہ کے سلسلہ میں ضائع ہونے والی چیزوں پر ندامت اور حسرت کا وقت آئے گا اور اس کو وہ حسرت وندامت فائدہ نہیں دے گی، تو وہاں پر ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا، اور یہ تمنا کرے گا کہ اس نے کاش فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اور رسول کے طریقہ کو طریقہ بنایا ہوتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسول کی معیت میں راہ اختیار کی ہوتی۔ کاش کہ میں فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے مجھے نصیحت سے اپنے آنے کے بعد غافل کر دیا اور شیطان ہے ہی انسان کو دغا دینے والا۔

قرآن کریم کی دوسری تصویر یہ ہے کہ:

ترجمہ: تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں بجز ڈرنے والوں کے۔

اور اللہ تعالی فرماتا ہے:

ترجمہ: جب کہ وہ لوگ جن کے کہنے پر دوسرے چلتے تھے ان لوگوں سے الگ ہو جائیں گے جو ان کے کہنے پر چلتے تھے، عذاب ان کے سامنے ہو گا اور ان کے سب طرف کے رشتے بالکل ٹوٹ چکے ہوں گے، وہ لوگ جو پیچھے چلتے تھے کہیں: کاش ہم کو دنیا کی طرف لوٹنا مل جاتا تو ہم بھی ان سے الگ ہو جاتے جیسے یہ ہم سے الگ ہو گئے۔ اس طرح اللہ ان کے اعمال کو انہیں حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ آگ سے نکل نہ سکیں گے۔

اسی وجہ سے سلف کہا کرتے تھے کہ دو قسم کے لوگوں سے ہشیار رہو، ایک خواہش پسند انسان جس کو اس کی خواہش نے مفتون کر دیا ہو، یا ایسا دنیادار جس کو دنیا نے اندھا بنا دیا ہو، وہ کہا کرتے تھے کہ فاجر عالم اور جاہل عابد کے فتنہ سے بچو، ان دونوں کا فتنہ ہر مفتون کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے۔

برے دوست انسان کی صرف برے اعمال کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، اس کی طبیعت کو برائی کی طرف لے جاتے ہیں، اور برے اعمال کو اس کے لئے مزین کر کے پیش کرتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ برائی میں پڑ جاتا ہے اور اس کا غلام بن جاتا ہے، اس کا عادی ہو جاتا ہے، تو وہ اچھے لوگوں کی نظر میں ناپسندیدہ اور عقلمند لوگوں کی نظر میں علاحدہ کیا ہوا بن جاتا ہے، برے لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اچھے لوگ اس سے ہشیار رہتے ہیں، اسی طرح وہ جو اپنی اخلاقی خرابی اور انحرافی برائیوں کی وجہ سے تھکن اور مشقت میں رہتا ہے، یہاں پر مندرجہ ذیل سوال کرنا ضروری ہے۔

ایک مسلمان اس وقت کیا کرتا ہے؟ جب ضرورت اس کو کام اور زندگی کی وجہ سے برے لوگوں کی صحبت پر مجبور کرتی ہے، اور ان میں اثر انداز نہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے شر سے بچنے کا کیا راستہ ہے؟ جواب کے لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں پر ہمارا موقف ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں حکمت کا محتاج ہے، ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اس کو وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اگر برائی میں ان کا ساتھ دینے پر ضرورت مجبور کر دے، اور ان کو الگ کرنا ممکن نہ ہو، تو اس سے بچنا چاہئے کہ ان کی موافقت کرے اور ان کی تکلیف پر صبر کرے،، اگر اس کا کوئی حامی و مددگار نہ ہو تو وہ لوگ ضرور اس کو تکلیف دیں گے، لیکن تکلیف دینا اس کے لئے عزت و محبت، احترام اور مومنین، رب العالمین اور ان لوگوں کی جانب سے اس شخص کی تعریف کا سبب بنتا ہے۔

اگر مخالطت مباح چیزوں میں ہو، تو اس کو یہ کوشش کرنا چاہئے کہ اس مجلس پر جہاں تک ممکن ہو اللہ کی اطاعت غالب کرے، اپنے آپ کو حوصلہ دلائے، اور دل کو تقویت پہنچائے، اگر تقدیر اس کو اس سے عاجز کر دے، تو اپنے دل کو ان کے درمیان سے ایسے نکال لے جیسے کہ بال آٹا سے نکالا جاتا ہے، اور وہ ان کے سلسلہ میں حاضر ہو کر غائب، قریب ہو کر دور، سوتا ہوا ہو کر بیدار ہو جائے۔

جہاں تک دوسری صنف کی مخالطت کا تعلق ہے اور وہ نیک لوگ ہیں تو مطلوب ہے اور مرغوب ہے، کیوں کہ یہاں عیب کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ بھلائی کو تعاون پہنچانے والی اور تقویت دینے والی چیز ہے، یہ لوگ انسان کے لئے زینت ہیں جو ہر روز اس کو آراستہ کرتے ہیں، ان کی صحبت سے خیر کثیر حاصل ہوتا ہے، ان کی صحبت سے فضائل کی محبت اور فضائل پر عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور رذائل کی ناپسندیگی پیدا ہوتی ہے، ان سے وہ بچتا ہے، پھر اس کی طبیعت اور اخلاق کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے، اس طرح کے لوگوں پر انسان کو حریص ہونا چاہئے کیوں کہ وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے اس قول میں بیان کیا ہے: نیک اور برے ہم نشیں کی مثال مشک والے اور بھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے، تو مشک بیچنے والا یا تو تم اس سے خریدو گے یا اچھی خوشبو محسوس کرو گے، اور بھٹی پھونکنے والا یا تو تمہارا کپڑا جلا دے گا یا تم اس سے بدبو محسوس کرو گے۔

اس کے باوجود کہ ماحول کا اخلاقی انحرافات پر بڑا اثر پڑتا ہے، لیکن وہ ایسا عامل نہیں ہے جس کے اثر سے بچنا مشکل ہو اگرچہ اس کا اثر قوی ہو، کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو کفر والحاد کے بیچ میں رہیں لیکن وہ تقوی کی مثال ہیں، کتنے ہی ایسے گروہ ہیں جو گھروں میں تقوی کی مثال بن کر رہے لیکن منحرف ہو گئے اور گھر کے ماحول سے متاثر نہیں ہوئے، اپنے اس ماحول سے جس میں وہ زندگی گزار رہے تھے انہوں نے کنارہ کشی اختیار کر لی، تو وہ کفر والحاد کی مثال بن گئے، یہ نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویاں ہیں جو نبوت کے گھر میں تھیں لیکن صحیح راستہ سے ہٹ گئیں، دوسری طرف فرعون کی بیوی ہیں جو کفر کے گھر میں رہتی تھیں لیکن انہوں نے حق کو پہچان لیا تو کفر سے ہٹ کر سیدھے راستہ پر آ گئیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اللہ منکروں کے لئے مثال بیان کرتا ہے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انہوں نے ان کے ساتھ خیانت کی تو وہ دونوں اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام نہ آ سکے، اور دونوں کو کہہ دیا گیا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ اور اللہ ایمان والوں کے

لئے مثال بیان کرتا ہے فرعون کی بیوی کی، جب کہ اس نے کہا اے میر یے رب! میرے لئے اپنے جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور مجھ کو ظالم قوم سے نجات دے۔

یہ سماجی ماحول کے اثر سے پہلو تہی یا اس کے اثر کو کم سمجھنا نہیں ہے، اس کی تاثیر انسانی فرد کے اخلاق پر سب سے قوی ہے، کیوں کہ صحبت مماثلت کو واجب کرتی ہے، لیکن انسان کی استطاعت میں یہ ہے کہ وہ اپنی کوشش سے اس کی تاثیر سے بچ جائے۔

یہاں بہت سارے عوامل ہیں جو ہر اخلاقی برائی کے پائے جانے میں مشترک ہوتے ہیں، اور اس کا سبب بنتے ہیں، اور اعلی اخلاق سے انحراف میں ان کا اثر بہت زیادہ ہے۔

ا-تربیتی نشو و نما کا کمزور ہو جانا۔

نیک تربیتی نشو و نما کو ہر عمدہ اخلاق کا ثمرہ مانا جاتا ہے، جیسے کہ بری نشو و نما ہر اخلاقی برائی کی بنیاد ہے، بلکہ بری نشو و نما انسان کے عقیدہ کی جڑوں میں اثر انداز ہوتی ہے ع اور اس کو اس کی فطرت سے ہٹا دیتی ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا تو اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔

تربیتی نشو و نما کا ضعف متعدد پہلوؤں میں ہوتا ہے جو کہ فرد اور سوسائٹی کے اخلاق کی بناء میں ہوتاہے، اور وہ یہ ہیں۔

عملی پہلو:

فرد کے لئے علمی شرعی پہلو کی تربیت کا کمزور ہونا، نسب سے بڑا مضبوط ذاتی تحفظ کو کھو دیتا ہے، کیوں کہ شرعی علم وہ ہے جو نفس کی تقوی پر تربیت کرتا ہے، اور نظر کو دنیا کی نعمتوں یا تکلیفوں سے آگے کرتا ہے، لہذا اس کو بھلائی پر پیش قدمی کرنے والا اور برائی سے چھپنے والا اور دور رہنے والا بناتا ہے۔

لوگوں کے دلوں میں شرعی علم کا کمزور ہونا ایسے جہل کی طرف لے جاتا ہے جو دلوں کو مردہ ہونے کی طرف لے جاتا ہے، پھر وہ بری چیزوں کے زخم، مصائب کی تکلیفوں اور رذائل پر حرکت نہیں کرتے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دل جہل مطلق کی وجہ سے مردہ ہو جاتا ہے، اور جہل کی قسم سے کمزور ہو جاتا ہے۔

شرعی علوم کے بجائے دنیوی علوم کا اہتمام، دل اور ذہن میں ایک شگاف ڈال دیتا ہے، تو انسان آخرت سے ہٹ کر صرف ان علوم کے بارے میں سوچتا ہے جو اس کی دنیاوی خواہش کو پورا کر دیں، اور نتیجہ کے طور پر وہ چوری کرتا ہے، زنا کرتا ہے اور محرمات کا ارتکاب کرتا ہے۔

عقائدی اور عبادتی پہلو:

انسان کی عقائدی اور عبادتی نشو ونما کا کمزور ہو جانا، اس کو خواہشات اور لذتوں کے پیچھے آسانی سے بھاگنے والا بناتا ہے، جو لذتیں انحراف کا باعث بنتی ہیں، کیوں کہ صحیح عقیدہ اور عبادت ایک مسلم شخص میں یقین کی قوت، بصیرت، صبر، بلند ہمتی اور بری چیزوں سے دوری کو پروان چڑھاتی ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: آپ پر جو کتاب وحی کی جارہی ہے اس کی تلاوت کیجئے اور نماز قائم کیجئے، بے شک نماز برائیوں اور منکرات سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے، اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب واقف ہے۔

فحشاء وہ ہے جس کی برائی ہر ایک کے لئے ظاہر ہو، اور ہر عقل سلیم والا شخص اس کو برا سمجھے، اسی لئے اس کی تفسیر زنا اور لوط علیہ السلام کی قوم کے عمل سے کی گئی ہے، اللہ تعالی نے اس کا نام فاحشہ رکھا ہے تاکہ اس کی برائی سے بچ سکیں، اسی طرح بری بات کو فحشاء کہا جاتا ہے، وہ ہے جس کی برائی بہت زیادہ ظاہر ہو، جیسے کہ بری گالی دینا، تہمت لگانا وغیرہ، نماز جب بندہ اس کو جیسے حکم دیا گیا ہے ویسے ادا کرتا ہے، تو وہ برائیوں اور منکرات سے روکتی ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ جو نماز باطنی خشوع اور ظاہری اعمال کے ساتھ پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے، اللہ سے کما حقہ ہے ویسا ڈرتا ہے، چنانچہ وہ واجبات کو انجام دیتا ہے اور کبائر سے بچتا ہے، لیکن جب دینی تربیت کمزور ہو جاتی ہے تو انسان اخلاقی انحرافات اور اس کی خرابیوں کا سامنا کرتا ہے۔

اخلاقی پہلو:

اسلامی فضائل کے مقابلہ میں اخلاقی نشو ونما کا کمزور پڑ جانا انسان کو اس کی متضاد اخلاقی برائیوں کا بہت آسانی سے فرمانبردار بنا دیتا ہے، کیوں کہ وہ صبر کی تربیت سے مانوس نہیں ہے، وہ اپنی خواہشات پر صبر نہیں کرے گا، اسی طرح وہ حیا سے مانوس نہیں ہے لہذا وہ جرائم انجام دینے سے نہیں شرمائے گا، اور وہ صدق اور امانت سے مانوس نہیں ہے تو وہ چوری کرے گا، دھوکہ دے گا اور قول وفعل میں دھوکا دے گا۔

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: خوش بخت وہ شخص ہے جس کا نفس فضائل سے مانوس ہو اور رذائل و معاصی سے نفرت کرے، شقی ہے وہ شخص جو رذائل اور معاصی سے مانوس ہو اور فضائل اور طاعتوں سے نفرت کرے، اسی وجہ سے اخلاقی تربیت کا کمزور ہونا فساد اور انحراف کے قوی ترین اسباب میں سے ہے۔

سزا کے پہلو:

جرائم کو روکنے میں سزا کا بہت اہم کردار ہے، اس میں ڈھیل دینا فرد اور سماج کے لئے راستے کھول دیتا ہے کہ وہ اپنی شیطانی خواہشات کی اتباع کرے، چوں کہ سماج نے شرعی سزاؤں کو نافذ کرنا چھوڑ دیا ہے، وہ اخلاقی انحراف کی خرابیاں برداشت کرنے لگا ہے، قانونی بدلہ کی رکاوٹیں انحراف کے حجم کے ساتھ اتفاق نہیں رکھتی ہیں، دوسری طرف انہوں نے اپنے شرعی محرک کو کھو دیا ہے۔

مجرم جب روک دینے والی سزا ایک طرف تو نہیں پاتا ہے تو شر اس کے دل میں پھیل جاتا ہے، اور زمین میں فساد کی کوشش کرتا ہے، ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: گناہ گاروں اور مفسدین کی سزا بغیر ایسی تکلیف کے ساتھ جو ان کو روک دے اور جو ایسا کام کرنا چاہتا ہے اس کے لئے عبرت بنادے، اس وقت ان میں سے ایک چیز کو بڑی یا چھوٹی ہونے، ممکن نہیں ہوتی۔

۲-اسوہ:

برا اسوہ دوسروں میں بہت زیادہ اثر کرتا ہے، کیوں کہ یہ انحراف کو دوسروں کے سامنے عملی طور پر پیش کرتا ہے، اور اپنے اسلوب و طریقہ سے دوسروں کے سامنے اس کو واضح کرتا ہے، اور ایسی چیزوں کو بڑھاوا دیتا ہے جو کم بصیرت والے شخص کو منحرف رویہ کی طرف لے جاتی ہیں۔

اللہ کے نبی ﷺ نے اس کی اہمیت اور اس کے کرنے والے کی اہمیت کو واضح کیا ہے، اور جو لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے متاثر ہوتے ہیں ان کے گناہ کا بوجھ اس پر ڈالا ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: جو اسلام میں کسی برے طریقہ کو رواج دے اس پر اس کا اور جو اس کے بعد عمل کرے ان کا گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے گی۔

برا اسوہ بری باتوں اور برے کام میں ظاہر ہوتا ہے، خواہ وہ براہ راست ہو، یا تصویر، کتاب یا کسی بھی ایسے وسیلہ سے ہو جس کو انسان دوسروں پر اثر انداز ہونے کے لئے استعمال کرتا ہے، اور ان کے درمیان فساد پھیلاتا ہے۔

برا اسوہ اخلاقی انحرافات کو عملی شکل دیتا ہے، اسی وجہ سے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے، خاص طور سے جب اسوہ کے طور پر سامنے آنے والی شخصیت انسان کو محبوب ہو، اور وہ اس کی طرف میلان محسوس کرتا ہو جیسے کہ باپ، معلم اور دوست یا برے اسوہ والا شخص ایسی خصوصیات سے متصف ہو جس میں جسمانی یا ذہنی قوت کی ایک قسم موجود ہو، تو دوسرے لوگ اس کو پسند کریں گے، اور انحراف میں اس کے طریقے پر چلیں گے۔

لہذا بلوغ اور نوجوانی کے مرحلہ میں مردانہ طاقت والی صفات کی طرف میلان ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ انسان ان لوگوں کی طرف مائل ہوتا ہے جو مردانگی کی صفات سے متصف ہوتے ہیں، جب برا اسوہ پایا جاتا ہے، اور نیک اسوہ سوسائٹی میں معدوم ہو جاتا ہے، نوجوان اپنے برے اخلاق جیسے چوری، لوٹ مار اور فساد اور دیگر چیزوں میں اس کی اقتدا کرتے ہیں، جب برا اسوہ موجود نہ ہو اور نیک اسوہ پایا جائے جو خیر کے کاموں کی پرواہ کرتا ہو جیسے دوسروں کی مدد کرنا، خیر کے راستہ میں تکلیف اور مصیبتیں برداشت کرنا، نوجوان اس کی اقتدا کرتے ہیں اور اس کے نشان قدم پر چلتے ہیں، اسی طرح بڑھاپے کے مرحلہ میں جب اس کے ہم عمر لوگوں کے طریقوں کی پیروی اور نقل محسوس کی جائے، اور لوگ تو ایک دوسرے کی اقتدا میں قطا پرندہ کے غول کی طرح ہیں جو ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں
۔

۳-فکری جھونکوں سے متاثر ہونا

اسلامی سوسائٹی کی طرف آنے والے فکری جھونکے اخلاق کے لئے سب سے زیادہ نقصاندہ ہوتے ہیں، جب کہ یہ رنگین اسکرین اور لائیو نشر کے ذریعہ رات کے اندھیرے ٹکڑے کی طرح فتنے اٹھائے ہوتے ہیں، یہ یقین کے بدلہ شک کی بیج بوتے ہیں، اور فتنوں کو ابھارتے ہیں، جس کی وجہ سے اخلاق خراب ہوتے ہیں اور انسان پستیوں میں گرتا چلا جاتا ہے، یہ فکری جھونکے متعدد وسائل کے ذریعہ سامنے آتے ہیں، اس میں کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

- لائیو نشریات:
- لائیو ٹیلی کاسٹ تیز ترین نئے وسائل میں شمار کیا جاتا ہے جس نے پوری دنیا کو فتح کر لیا ہے، اور نیک اور برے ہر طرح کے لوگوں کو برابری پر تقسیم کر دیا ہے، اس میں فساد کا حصہ زیادہ ہے، لہذا اس کے ذریعہ سے وہ چیزیں نشر ہونے لگیں جو دین کو بگاڑتی ہیں، اخلاقی اور سماجی اقدار کو توڑتی ہیں، اور فساد و برائی پھیلاتی ہیں،

جیسے کہ اہل کفر ورذیلت کی بری عادتوں کو پھیلانا اور ان کو اچھے لباس میں پیش کرنا، تو نوجوان اور جن لوگوں کے دل کمزور ہیں پھسل جاتے ہیں، ان کی شہوت ان پر غالب آجاتی ہے۔

- ترجمہ:

- منحرف افکار کو عربی زبان میں ترجمہ کرنے کا ان پڑھنے والوں پر بڑا اثر ہے جو ایسی شرعی اور علمی حفاظت کرنے والی چیز کے مالک نہیں ہے جو ان کو ان افکار کی اتباع سے روک دے۔ ان افکار کا ترجمہ ہوتا ہے جو عورت کی آزادی، اس کے گھر سے باہر نکلنے کی دعوت دیتے ہیں تا کہ وہ مرد کے ساتھ تجارت گاہ، فیکٹری، پڑھنے والی جگہوں میں، اور ہر موقع پر کھڑی ہوسکے، اور اس کے برخلاف پرانے طریقہ پر چلنا ہے۔ ان میں کچھ قصوں اور ناول کے ذریعہ حرام تعلقات کو نوجوانوں کے دلئے مزین بنایا جاتا ہے جن کو عالمی ناولوں کے نام سے جانا جاتا ہے، ان میں سے کچھ قاری کے لئے جرم کے راستہ کو واضح کرتے ہیں کیسے وہ جرم کے لئے منصوبہ بندی کرسکتے ہیں اور اس کو انجام دے سکتے ہیں، ان ترجموں کے انسانی اخلاق پر بڑے خطرات مرتب ہوتے ہیں۔

- کفار کے شہر کی طرف سفر:

کافروں کے ملک کی طرف بغیر ضرورت کے سفر کرنا مسافروں کے لئے خطرہ ہے، کیوں کہ وہ ان حرام چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ان کو گناہ میں ڈال لیتی ہیں، وہ پھر وہ اس کا ذکر اپنی سوسائٹی لے آتے ہیں، کبھی کبھی یہ تو اس کی طرف دعوت دینے اور اس کو اختیار کرنے تک پہنچ جاتا ہے، لہذا اختلاط، پردہ کا اٹھ جانا، نشہ آور چیزوں کا پھیلنا ان تمام کے اسلامی معاشرہ تک منتقل ہونے میں سفر کا بڑا حصہ ہے۔

حضرت شیخ علامہ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ سے بعض تنظیمیں جو اخبارات میں اشتہار دیتی ہیں، کے بارے میں دریافت کیا گیا، جس میں وہ مسلمان فرزندوں کو گرمی کی چھٹی مغربی ممالک میں انگریزی زبان سیکھنے کے لئے دعوت دیتے ہیں، ان کے جواب میں انہوں نے یہ کہا کہ: کفار کی مسلمانوں سے دشمنی پر دلالت کرنے والی نشانیاں بہت ساری ہیں، اور مقصود یہ ہے کہ وہ کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے اور کوئی راستہ اپنے مقاصد تک پہنچنے کا نہیں چھوڑتے ہیں، وہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا ہر راستہ اختیار کرتے ہیں، اس میں ان کے متعدد طریقے ہیں، اور خفیہ وظاہر وسیلے ہوتے ہیں، آج کل بعض سفر وسیاحت کی جو تنظیمیں قائم ہوئی ہیں وہ بھی اسی کوشش کا حصہ ہیں، اس میں اس ملک کے

فرزندوں کو امریکا اور یورپ میں گرمی کی چھٹی گزارنے کی دعوت دی جاتی ہے، اس مقصد سے کہ وہ انگریزی زبان سیکھیں اور اس کے لئے ایسا پروگرام بنایا گیا ہے جو مسافر کے تمام اوقات پر شامل ہو، اور یہ پروگرام چند لائنوں پر مشتمل ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱-طالب کو مقیم کرنے کے لئے اور بہت سے مقاصد کے لئے انگریزی خاندان کا اختیار کرنا۔

۲-موسیقی کے محفلوں اور ڈرامہ کے پروگراموں کا انعقاد، جس شہر میں وہ قیام کرتا ہے۔

۳-رقص اور عیاشی کی جگہوں پر جانا۔

۴-ڈسکو رقص کی انگریز لڑکیوں کے ساتھ مشق کرنا۔

۵-ایک انگریز شہر میں موجود لہو کی جگہوں میں ان جگہوں کا ذکر آتا ہے (نائٹ کلب، ڈسکو ڈانس، پروگرام، ساز اور راک موسیقی، سینیما گھر اور انگریزی شراب خانے)۔

یہ تنظیمیں بہت سارے اہم مقاصد کو پورا کرنے کا ہدف رکھتی ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- مسلمان نوجوانوں کے انحراف اور گمراہی کے لئے کام کرنا۔
- اخلاق کو بگاڑنا، اور برائی میں گرفتار کرنا، فساد کے ذرائع کو تیار کر کے ان کے ہاتھوں میں پہنچانا۔
- مسلمان کو ان کے عقیدہ کے سلسلہ میں شک میں مبتلا کرنا۔
- مغربی تہذیب سے فریفتگی اور عجب کو بڑھانا۔
- اس کا بہت ساری مغربی عادتوں اور رواج کو اختیار کرنا۔
- دین کی پرواہ نہ کرنے کا عادی ہونا اور اس کے احکام واوامر پر توجہ نہ دینا۔
- مسلمان نوجوانوں کو اس کے لئے تیار کرنا کہ وہ مغربیت کے اپنے ملکوں میں داعی بن جائیں، اور اس سفر سے واپسی کے بعد مغرب کے افکار، عادات اور زندگی کے طریقوں کو پھیلائیں۔

اس کے علاوہ بہت سارے مقاصد ہیں جن کو دشمنان اسلام حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام تر قوت کا استعمال کرتے ہیں، اور مختلف خفیہ وظاہر طریقے اور اسلوب اختیار کرتے ہیں۔

حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیا حکم ہے اس شخص کے لئے جو بیرون ملک پڑھائی کے لئے سفر کرے کیا وہ ان خاندانوں کے ساتھ زیادہ اچھی زبان سیکھنے کے لئے رہ سکتا ہے، تو انہوں نے فرمایا: ان گھرانوں کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے کیوں کہ اس میں طالب علم کو کافروں کے اخلاق اور ان کی عورتوں کے فتنوں کا

سامنا کرنا ہوگا، جب کہ ضروری ہے کہ طالب علم کی رہائش فتنہ کے اسباب سے دور ہو، یہ ساری چیزیں طالب علم کے لئے کافروں کے ملک کا سفر کرنے کے جواز کے قول پر ہے، اور صحیح یہ ہے کہ کافروں کے ملک سیکھنے کے لئے سفر کرنا صرف بہت زیادہ ضرورت کے وقت جائز ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ علم وبصیرت والا ہو اور فتنہ کے اسباب سے دور ہو۔

۴-اجتماعی نصیحت کا کمزور ہونا:

اجتماعی خیر خواہی نیکی وتقوی پر تعاون، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعہ سوسائٹی کی صحت اور سلامتی کی بنیاد ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور تم نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روک دے، اگر ہاتھ سے نہ روک سکتا ہو تو زبان سے، اگر زبان سے بھی نہیں تو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امر بالمعروف ونھی عن المنکر واجب افضل اور بہترین اعمال میں سے ہے۔

جب اجتماعی خیر خواہی کمزور پڑ جائے تو منحرف شخص فساد کا کھلا میدان پالیتا ہے، نہ کوئی شخص اس کو انحراف سے روکتا ہے اور نہ کوئی تنقید کرنے والا تنقید کرتا ہے اور نتیجہ کے بہ طور وہ اپنی سرکشی اور کج روی میں ڈوبا رہتا ہے، کبھی کبھی دوسرے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں، لہذا آپ کسی عورت کو نہیں پائیں گے جس کو آپ بری عادتوں پر متنبہ کریں، نہ کسی چھوٹے کو پائیں گے جس کو ادب سکھائیں، اور نہ ہی ایسے نوجوان کو جس کو برے اخلاق سے ہوشیار کریں، نہ کسی عمر دراز کو اچھے کام اور اعلی اخلاق کا حکم دیا جاتا ہے، ہر ایک اپنے میں مشغول ہے، اور یہیں پر سوسائٹی بکھر جاتی ہے، کیوں کہ لوگ نقید سے خالی آزادی پالیتے ہیں، لہذا کوئی بھی شخص خواہشات کی پیروی میں کوئی جھجھک نہیں محسوس کرتا ہے۔

اجتماعی خیر خواہی کے کمزور ہونے کے اسباب ذیل میں ذکر کئے جارہے ہیں:

- اپنے آپ میں مشغول ہونا:

جب انسان اپنے آپ میں مشغول ہو جاتا ہے، اپنے مقاصد کو پورا کرنے میں لگ جاتا ہے، تو اس کی وجہ سے کلمہ حق سے اعراض کرتا ہے، جو لوگوں کو خیر کا کام کرنے اور برائی سے بچنے پر آمادہ کرتا ہے۔

بسا اوقات وہ دوست، پڑوسی یا اپنے کسی بیٹے کی برائی جان لیتا ہے لیکن اپنے خاص معاملات میں مشغول رہتا ہے، اور اس میں بہت سارے مفاسد ہیں جو امت پر سامنے آتے ہیں، بلکہ فرد پر بھی منعکس ہوتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم بھلائی کا حکم دوگے اور برائی سے روکوگے یا عنقریب اللہ تعالی تم کو ایسے عذاب میں مبتلا کر دے گا کہ تم دعا کروگے تو تمہاری دعا قبول نہ ہو گی۔

- مادی سبقت:

اجتماعی خیر خواہی کے کمزور ہونے کے اسباب میں سے لوگوں کے درمیان مادی سبقت بھی ہے، ہر شخص مادی پہلوؤں کو جمع کرنے کی فکر میں مشغول ہو جاتا ہے، یہ چیز سوسائٹی لوگوں کو جانچنے کی کسوٹی بن گئی ہے، لوگ اپنے مالی ذخائر سے جانے جاتے ہیں، اور ان کے اخلاقی پہلوؤں پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی، اس کی وجہ سے سوسائٹی کے افراد اس مادی نظریہ کی اتباع میں مادی سبقت کے لئے کوشش کر رہے ہیں، امر بالمعروف والنھی عن المنکر کو ترک کر دیا ہے، اور بسا اوقات منحرفین کے ساتھ ان کے مال اور ان سے کچھ حاصل کرنے کی امید میں بیٹھتے ہیں، ان کی ہمنشینی اختیار کرتے ہیں اور ان کی چاپلوسی کرتے ہیں۔

اللہ تعالی نے ہم کو اس سے ہشیار کیا ہے، اور بنی اسرائیل کو منحرفین کے ساتھ بیٹھنے کے نتیجے میں عذاب لاحق ہوا اس کو بیان کیا ہے:

ترجمہ: بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر لعنت کی گئی، داؤد اور عیسی ابن مریم کی زبان سے، اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے بڑھ جاتے تھے، وہ ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے، برائی سے جو وہ کرتے تھے، نہایت برا کام تھا جو وہ کر رہے تھے۔

- ذمہ داری کا احساس نہ ہونا

فرد اور معاشرہ امر بالمعروف ونھی عن المنکر کی ذمہ داری کا احساس نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس شعار سے غافل اور اس کو قائم نہ کرنے والے ہوئے ہیں، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے پچھلی حدیث میں فرمایا ہے:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم بھلائی کا حکم دوگے اور برائی سے روکو گے یا عنقریب اللہ تعالی تم کو ایسے عذاب میں مبتلا کر دے گا کہ تم دعا کروگے تو تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔

لہذا امت کو اس کی ضرورت ہے کہ وہ اس شعار کے تئیں فرد اور معاشرہ دونوں کے لئے اپنی ذمہ داری کو پہچانے، اور جو اللہ نے ذمہ داری ہے اس کو ادا کرے۔

۵-بری دوستی:

بری رفاقت کا رفیق کے قولی اور فعلی اخلاق پر براہ راست اثر پڑتا ہے، اور اسلامی تربیتی طریقہ نے اس سلسلہ میں بہت سی قرآنی آیات اور نبی احادیث میں تنبیہ فرمائی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا، وہ کہے گا کہ کاش میں نے رسول کی معیت میں راہ اختیار کی ہوتی، ہائے میری شامت، کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا، اس نے مجھ کو نصیحت سے بہکا دیا بعد اس کے کہ وہ میرے پاس آچکی تھی، اور شیطان ہے ہی انسان کو دغا دینے والا۔

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہذا وہ خوب دیکھ لے کس سے اس کی دوستی ہے۔

بری صحبت انسان کے عقیدہ اور اس کی عبادتی شعائر کو ادا کرنے پر اثر ڈالتی ہے، جیسا کہ وہ اس کے اخلاق اور عبادات پر اثر انداز ہوتی ہے، علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بری صحبت انسان کے لئے انتشار و تفریق، غم و فکر، کمزوری، ایسا بوجھ جس کو اٹھانے سے اس کے برے ساتھی عاجز ہوں، اپنے مصالح کو ان کے لئے ضائع کرنا، دوستوں اور ان کے معاملات میں مشغول ہو جانے کو واجب کرتی ہی، اور س کی فکر ان کے مقاصد اور ارادوں میں تقسیم ہو جاتی ہے، تو اللہ تعالی اور آخرت کے لئے کیا باقی رہ جاتا ہے؟

لہذا بری صحبت حق سے روکتی ہے، باطل کا حکم دیتی ہے، میٹھی باتوں سے بری چیزوں کو مزین کر دیتی اور بھلائی سے روکتی ہے، شر و فساد سے محبت کرتی ہے اور خیر و صلاح سے بغض رکھتی ہے۔

اور بری صحبت کا ماحول جس میں انسان گرفتار ہوتا ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

- **پڑھائی کے ساتھی:**

مدرسہ کے ساتھی نیک بھی ہوتے ہیں اور برے بھی ہوتے ہیں، جیسے ساتھی انسان اختیار کرتا ہے اسی اعتبار سے دونوں گروپ میں سے ایک متاثر ہوتا ہے، یہ زیادہ ساتھ رہنے اور ملنے جلنے کی وجہ سے ہوتا ہے جو اقتدا اور اس کے طرقہ پر چلنے کا سبب بنتے ہیں، اللہ کے نبی ﷺ نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے، آپ نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال

مشک بیچنے والے اور بھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے، مشک والا شخص یا تو آپ کو خوشبو تحفہ میں دے گا، یا آپ اس سے خریدیں گے یا خوشبو محسوس کریں گے، اور بھٹی پھونکنے والا یا تو آپ کے کپڑے جلا دے گا یا آپ اس سے بدبو محسوس کریں گے۔

لہذا گھر والوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے بیٹوں کو نیک ساتھی اختیار کرنے کی رہنمائی کریں، اسی طرح مدرسہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے تمام طلبہ کو نیک ساتھی بنائے۔

- **رشتہ دار:**

تمام رشتہ دار نیک نہیں ہوتے ہیں، رشتہ داروں کے سارے بیٹے نیک نہیں ہوتے ہیں، یہاں پر گھر میں کبھی اس جانب کوتاہی ہو جاتی ہے، اپنے بچوں کو برے رشتہ داروں سے ملنے پر چھوڑ پایا جاتا ہے، تو شر وفساد پیدا ہوتا ہے، اوران کا تعاون اخلاقی انحراف پر زیادہ ہوتا ہے، کیوں کہ خواہشات کے روابط قرابت کے روابط سے مضبوط ہوتے ہیں، اسی لئے خاندان کے لئے اس کے انجام سے متنبہ ہونا اوراہل فساد سے ہوشیار رہنا ضروری ہے، خواہ تعلق کتنا ہی مضبوط ہو۔

- **محلہ:**

بری صحبت جگہ ایک ہونے کی وجہ سے محلہ کے افراد پر بھی مشتمل ہوتی ہے، چوں کہ ان کے ساتھ ملاقات اور شرکت میں سہولت ہوتی ہے، یہ چھوٹوں اور بڑوں دونوں کے لئے برابر طور پر پائی جاتی ہے، والدین کی غفلت کی وجہ سے اکثر محلہ کے اندر برے ساتھی تیار ہو جاتے ہیں، خاص طور سے جب محلہ کے افراد کے درمیان نیکی وتقوی پر تعاون، خیر خواہی، امر بالمعروف اور نھی عن المنکر بہت کمزور ہو۔

- **پیشہ کے ساتھی:**

کام کے ساتھی اگر خراب ہوں تو ان کے رفقاء کے انحراف میں اس کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے، جب کام عمل کی انفرادی مصلحت ان کے درمیان تعلقات کو وجود دیتی ہے، جو ملاقاتوں اور تعلقات قائم کرنے سے مضبوط ہو جاتے ہیں، اور ان کے درمیان تدریجی فساد کی صورتیں پھیل جاتی ہیں، جب فرد اس پر متنبہ نہ ہو، تو وہ اپنے آپ کو ایک مدت کے بعد پھیلے ہوئے فساد سے مماثل پاتا ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ انسان اپنے نفس کو مضبوط ارادہ کا عادی بنائے جو منحرفین کے انحراف سے متاثر نہ ہو، ان کے تعلقات کو ایسا بنائے کہ وہ عمل کے دائرے سے تجاوز نہ کریں، اپنی ذمہ داری کو ادا کرے، اس کے علاوہ وہ شخص اپنے کام کے دائرہ میں خیر کی بنیاد بنے اور اپنے ارد گرد کے لوگوں کی حالتوں کی اصلاح کرے۔

چوتھا باب:

اخلاقی انحرافات کے تئیں ہماری ذمہ داریاں

امت کے اندر اخلاقی انحراف تربیتی پستی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے کہ جنہیں اسلامی تربیت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے ان میں خلل اور نقص ہے، اور اس اخلاقی انحراف کی ذمہ داری کسی ایک ادارے کے سر نہیں تھوپی جا سکتی بلکہ ہر ایک ادارے کا بقدر کوتاہی اس میں حصہ ہے، چنانچہ حکومت بھی ذمہ دار ہے، خاندان بھی، معاشرہ بھی اور فرد بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (تم میں سے ہر کوئی نگراں ہے اور اپنے ماتحت لوگوں کا ذمہ دار ہے، امام نگراں ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے، آدمی اپنے اہل وعیال کا نگراں ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اپنی رعیت کی ذمہ دار ہے، خادم اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے، راوی کہتے ہیں کہ مجھے گمان ہے آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے باپ کے مال کا نگراں ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے)[1]۔

ذیل کے سطور میں اخلاقی انحراف کی ذمہ داریوں کی حدبندی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

پہلا مبحث: انفرادی ذمہ داری:

انفرادی ذمہ داری خود انسان پر عائد ہوتی ہے، چنانچہ وہ اپنے تصرفات وانحرافات اور ان کے نتائج کا خود ذمہ دار ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝٣٨﴾[2] ترجمہ: ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے۔ اور فرمایا: ﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُۥ ۝٧ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُۥ ۝٨﴾[3] ترجمہ: پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

---

(۱) بخاری (۱/ ۲۸۵-۲۸۴) حدیث نمبر: (۶۸۹۳)، مسلم (۳/ ۱۴۵۹) حدیث نمبر: (۲۰/ ۱۸۲۹)، الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۲) سورہ مدثر، آیت: (۳۸)۔

(۳) سورہ زلزال، آیت: (۸-۷)۔

چنانچہ انسان کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ اپنے انحرافات پر اس بگڑے ماحول کو حجت بنائے جس کی آغوش میں وہ جیتا ہے یا برے دوست وخاندان کو حجت بنائے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے انسان کو ذمہ داری اٹھانے کا اہل بنایا ہے، اسے عقل سے نوازاہے جو اس کے مکلف ہونے کا سبب ہے، اس کی طرف متعدد رسول بھیجے گئے جن کی آخری کڑی محمد ﷺ ہیں، قرآن ہمارے درمیان باقی ہے، اسی طرح سنت نبوی موجود ہے جو ہماری حق کی طرف رہنمائی کرتی اور مامورات ومنہیات کو بیان کرتی ہے، اللہ تعالی نے خود انسانی نفس کے اندر حق وباطل کے درمیان تمیز پیدا کرنے کی صلاحیت ودیعت کر رکھی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝٨﴾ [1]، یعنی اس نے انسان کے لئے خیر وشر کو بیان کر دیا ہے [2]، شوکانی نے کہا: کہ اسے اچھے اور برے سے باخبر کر دیا اور اچھی طرح سمجھا دیا [3]۔

اللہ تعالی نے مؤمن کو یہ دعوت دی ہے کہ وہ آخرت کے لئے کئے گئے عمل پر غور وفکر کرے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝١٨﴾ [4] ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل کے واسطے اس نے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ اور آپ ﷺ نے انسان کو اپنے تصرفات کا ذمہ دار قراردیتے ہوئے فرمایا: (**لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن عمره فيم أفناه، وعن علمه فيم فعل، وعن ماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه، وعن جسمه فيم أبلاه**) [5]. ترجمہ: قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں ختم کیا، اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کیا عمل کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا۔

---

(١) سورہ شمس آیت: (٨)۔

(٢) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (٥٥١/٤)۔

(٣) شوکانی، فتح القدیر (٤٤٩/٥)۔

(٤) سورہ حشر، آیت: (١٨)۔

(٥) ترمذی (٥٢٩/٤) حدیث نمبر: (٢٤١٧)، الفاظ انہیں کے ہیں، انھوں نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور البانی نے کہا: صحیح ہے، سنن ترمذی نمبر (٢٥٤٥-١٩٧٠)۔

ایک مسلمان کو یہ جان لینا چاہئے کہ نفس کا جہاد عظیم جہاد ہے حتی کہ اسے جہاد اکبر کہا گیا ہے[1]، آپ ﷺ نے فرمایا: (**المجاهد من جاهد نفسه**)[2] کہ مجاہد تو وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے، اور کمزور وبے بس وہ ہے جو اپنی ذات پر کنٹرول نہ کر سکے جیسا کہ عمر بن خطاب نے فرمایا[3]۔

غور کرو فرعون کی بیوی پر، جس نے کفر، سرکشی اور ظلم وزور کے گھرانے میں زندگی گذاری، اللہ کے دشمن کے گھر میں رہیں، لیکن انہوں نے اپنے نفس کی ذمہ داری کو سمجھا اور کفر کو حجت نہیں بنایا، حالانکہ ان کی زندگی کفر اور اس کی بالادستی سے گھری ہوئی تھی، بلکہ وہ ایمان لے آئی اور یوں دعا کی جیسا کہ اللہ تعالی کے اس قول میں مذکور ہے ﴿وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱمْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ٱبْنِ لِى عِندَكَ بَيْتًا فِى ٱلْجَنَّةِ وَنَجِّنِى مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِۦ وَنَجِّنِى مِنَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝١١﴾[4]. ترجمہ: اور اللہ تعالی نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی، جبکہ انہوں نے دعا کی اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا اور مجھے ظالم لوگوں سے خلاصی دے۔

بہت سارے لوگ اپنے انحراف پر تقدیر کو حجت بناتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ نوشتہ تقدیر ہے، پہلے سے مقدر میں ہے اور اپنے اعمال وتصرفات کی شرعی ذمہ داریوں سے بھاگتے ہیں، جب کہ ہم ان ہی لوگوں کو پاتے ہیں کہ یہ رزق کے پیچھے بھاگتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ اللہ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، تو یہ لوگ اپنے انحراف کے سلسلے میں مغالطے کے شکار ہیں اور طلب رزق کے بارے میں سچے ہیں۔

انسان کو اپنے فعل میں دو حالات ملحوظ خاطر رکھنے چاہئے، اسی طرح شرعی امر کے بارے بھی دو حالات اس کے پیش نظر ہونے چاہئے، ان دونوں حالات کو سمجھنے کے بعد ہی اس کا معاملہ درست اور صحیح ہو گا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس مسئلہ کو بڑے اچھے ڈھنگ سے بیان کیا ہے، جسے اختصار کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

پہلا: کسی فعل کے ساتھ انسان کی حالت:

---

(۱) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن (۱۳/ ۲۴۲)۔

(۲) ترمذی، (۴/ ۱۴۲)، حدیث نمبر: (۱۶۲۱)، الفاظ انھیں کے ہیں، احمد (۶/ ۲۰)، البانی نے کہا: یہ صحیح ہے۔ صحیح سنن الترمذی نمبر (۱۶۸۷-۱۳۲۲)۔

(۳) ماوردی، ادب الدنیا والدین ص (۲۳۴)۔

(۴) سورہ تحریم، آیت: (۱۱)۔

۱- **تقدیر کے وقوع سے پہلے کی حالت:** چنانچہ کسی فعل کے وقوع سے پہلے اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے مدد طلب کرے، اسی پر توکل کرے اور اسی سے مانگے۔

۲- **تقدیر کے وقوع کے بعد کی حالت:** چنانچہ جب کوئی فعل انسان کے ارادے کے بغیر پیش آجائے تو اسے اس پر صبر کرنا چاہیئے اور اس پر راضی ہو جانا چاہیئے، اگر اس کے ارادے اور فعل سے پیش آئے اور وہ نعمت ہو تو اس پر اللہ کی حمد وثنا بیان کرے اور اگر وہ گناہ ہو تو اللہ سے مغفرت طلب کرے۔

دوسرا: شرعی امر و حکم کے متعلق انسان کی حالت:

۱- **فعل سے پہلے کی حالت:** اس امر کی بجا آوری پر عزم کرنا اور اس پر اللہ سے مدد طلب کرنا۔

۲- **فعل کے بعد کی حالت:** کوتاہی پر استغفار کرنا، نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا،

مذکورہ بالا تفصیل سے ایک انسان کو تقدیر اور حکم الہی کے تعلق سے حسن فہم اور حسن عمل حاصل ہو گا۔

چنانچہ ایک مسلمان کو یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ وہ اپنے تصرفات اور انحرافات کا خود ذمہ دار ہے، اس پر دنیاوی سزا نافذ ہو گی اگر اس کا مستحق ٹھہرا اور آخرت میں اگر اللہ چاہے گا تو اسے معاف کرے گا اور اگر چاہے گا تو اسے عذاب سے دوچار کرے گا، اس لئے اسے گناہ کرتے ہوئے اللہ سے حد درجہ حیا کرنی چاہیئے۔

دوسرا مبحث: خاندانی ذمہ داری

علم تربیت میں خاندان سے مراد ایسی جماعت ہے جو ایک جگہ باہم زندگی گذارے اور آپس میں رشتہ قرابت سے منسلک ہو(۱)۔

آج مسلم خاندان عقدی اخلاقی اور فکری چیلینجیز سے دوچار ہے اس گلوبلیزیشن کے زیر اثر جس کا مقصد دین اور اخلاق کے بارے اجتماعی فروق اور امتیازات کو مٹا دینا ہے۔

---

(۱) خالد حامد حازمی، المشكلات التربوية الأسرية ص (۴)۔

ان چیلینجیز نے خاندان کی اپنے فرزندان کے تئیں تربیتی ذمہ داری دوچند کر دی ہے خصوصا ایسے زمانے میں جس میں پرنٹ اور الکٹرانک میڈیا مشرق سے لیکر مغرب تک اپنا زہر گھول رہی ہے، نہ راستے کی صعوبت مانع ہے، نہ مسافت کی وسعت، خصوصا میڈیا بڑے مؤثر انداز اور اسلوب میں زہر پھیلا رہی ہے۔

مزاد بر آں اینکہ مسلم خاندان عالمی اجتماعی تغیرات سے متاثر ہو چکا ہے، چنانچہ عورت میدان عمل میں نکلتی ہے جہاں مرد کے ساتھ آفس، تجارت گاہ اور کمپنی میں اختلاط ہوتا ہے۔ یہ تمام اسباب مسلم خاندان کو بربادی کی وارننگ دے رہے ہیں، اور افراد کے تئیں اس کی تربیتی ذمہ داری کو دوبالا کر رہے ہیں۔

اسلام نے خاندان کو اپنے افراد کی تربیت کی ذمہ داری سونپی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: (**كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته، والإمام راع ومسؤول عن رعيته، والرجل راع في أهله وهو مسؤول عن رعيته، والمرأة راعية في بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتها**) ترجمہ: تم میں سے ہر کوئی نگراں ہے اور اپنے ماتحت لوگوں کا ذمہ دار ہے، امام نگراں ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے، آدمی اپنے اہل وعیال کا نگراں ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اپنی رعیت کی ذمہ دار ہے)[(۱)]۔

یہ حدیث پر زور انداز میں بتلا رہی ہے کہ آدمی ذمہ دار ہے اپنی بیوی کا، اولاد کا، اور دوسرے اہل وعیال کا جو اس کی نگرانی اور ذمہ داری میں ہیں، اسی طرح عورت بھی اپنے گھر کے افراد کی ذمہ دار ہے، اس ذمہ داری کے حقوق کی ادائیگی کے بغیر سبکدوش نہیں ہو سکتی، من جملہ ان حقوق کے تربیتی حقوق بھی ہیں جیسے نگرانی کرنا، رہنمائی کرنا، نصیحت کرنا اور یہ سب اسلامی تربیت کے اسالیب کے مطابق کرنا، جن کا پہلا اسٹیج نیک نمونہ بننا، بہترین نصیحت کرنا، مثالیں بیان کرنا، رغبت دلانا، ڈرانا ہے اور پھر دوسرے اسٹیج پر تادیبی کاروائی کرنا ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ **يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ** ﴾[(۲)]، ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ

---

(۱) بخاری (۱/۲۸۵-۲۸۴) حدیث نمبر: (۸۹۳)، مسلم (۳/۱۴۵۹) حدیث نمبر: (۱۸۲۹/۲۰)۔

(۲) سورہ تحریم، آیت: (۶)۔

عنہمانے اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوے کہا: "اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ سے ڈرو، اور اپنے اہل وعیال کو ذکر کا حکم دو اللہ تمہیں آگ سے بچائے گا[1]۔ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: یعنی انہیں علم دو اور ادب دو[2]۔

اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے رہنمائی ورہبری اور نصیحت جیسی دوسری تربیتی ذمہ داریاں ادا کرنا پڑیں گی، اس لئے مسلم خاندان پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے فرزندان پر توجہ دے، ان کی نگرانی کرے اور انہیں تمام طرح کے اخلاقی انحرافات سے بچائے۔

اس امت کے سلف صالحین کو خانگی ذمہ داری اور اس کی بے پناہ اہمیت کا خوب احساس تھا، چنانچہ عمر بن عبد العزیز نے تربیتی ذمہ داری کے احساس کے باب میں ہمارے لئے بہترین مثالیں پیش کیں، انہوں نے اپنے بچوں کی صالح تربیت فرمائی، ایک مرتبہ انہیں یہ خبر پہونچی کہ ان کے ایک بیٹے نے اپنی انگوٹھی کے لئے ایک ہزار درہم میں ایک نگینہ خریدا ہے تو انہوں نے اسے ایک خط لکھا کہ مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ تم نے ایک ہزار درہم میں ایک نگینہ خریدا ہے، اسے بیچ دو اور ایک ہزار بھوکوں کو آسودہ کرو، اور چینیز لوہے کی ایک انگوٹھی خرید لو اس پر یہ لکھ دو: اللہ اس آدمی پر رحم فرمائے جو اپنی حقیقت سے واقف ہے[3]۔

تربیت اولاد کے سلسلے میں کوتاہی ولاپروائی سماجی انتشار اور ذاتی پریشانیوں کے اسباب میں سے ہے، چنانچہ اخلاقی انحراف انسان کی زندگی مکدر کر دیتا ہے، اسے افسردہ وغمزدہ بنادیتا ہے، وہ خود چور چور ہو جاتا ہے اور اس کا دل حزیں وپریشان رہتا ہے؛ کیونکہ غیرت ومحرومی کی تکلیفیں، ناتمام خواہش، ناکام حرص وطمع، مغلوب تمنا اور زخمی دل کی تلخیاں اس کے مضبوط پٹھوں کو توڑ کر رکھ دیتی ہیں۔

آج خانگی تربیتی ذمہ داری کی اہمیت زیادہ بڑھ گئی ہے؛ کیونکہ آج ہماری زندگی گلوبلائزیشن، فکری جنگ، عقدی انحراف کے گھیرے میں ہے نیز تیز سفر اور لائیو سٹریمنگ کی وجہ سے مسافتیں سمٹ کر رہ گئی ہیں۔

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن الکریم (۴۲۳۳)۔

(۲) مرجع سابق۔

(۳) ابن الجوزی، سیرۃ ومناقب عمر بن عبد العزیز ص (۳۱۵)۔

تیسرا مبحث: سماجی ذمہ داری

اللہ نے اس امت کو ایک عظیم امتیاز سے نوازا ہے اور وہ ہے خیر کا امتیاز (سب سے بہتر امت ہونے کا امتیاز)، اس کا تقاضا یہ ہے کہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا جائے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾[1] کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ یہ امت اس وقت تک قابل تعریف ہے جب تک اس فریضہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کو انجام دیتی رہے گی اور اس خیر خواہی کے وصف سے متصف رہے گی، اور جب انکار منکر کا فریضہ چھوڑ دے گی، برائی پر سمجھوتے کرلے گی تو تعریف ومدحت کا یہ وصف اس سے زائل ہو جائیگا، اس امت کا جو بھی فرد ان صفات سے متصف ہے وہ ان قابل ستائش لوگوں میں شمار ہو گا جیسا کہ قتادہ نے کہا: ہمیں یہ خبر پہونچی کہ عمر بن خطاب نے حج کے ایک سفر میں لوگوں کے اندر سستی اور کاہلی دیکھی تو اس آیت کی تلاوت کی ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ پھر کہا: جسے خوشی ہو کہ وہ اس امت میں شامل ہو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی اس شرط کو پورا کرے، اور جو اس شرط سے متصف نہیں ہو گا تو اہل کتاب کے مشابہ ہو گا جن کی اللہ تعالی نے مذمت بیان فرمائی ہے[2]۔

اللہ نے اس امت کو ان ہی مابہ الامتیاز اسباب کی بنا پر یہ فضیلت اور دوسری امتوں پر یہ فوقیت عطا کی ہے، یہ لوگوں کے لئے بہترین قوم ہے؛ کیونکہ یہ بھلائی وخیر خواہی، دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر کے فرائض انجام دیتی ہے[3]۔

اسی لئے اللہ نے اس امت کو حکم دیا ہے کہ اس میں ایک جماعت ایسی ہو جو امر بالمعروف والنہی عن المنکر کی انجام دہی کے لئے وقف رہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ ﴾[4]۔ کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی دعوت دے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

---

(۱) سورہ آل عمران۔ آیت (۱۱۰)۔

(۲) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن (۴/۱۱۱)۔

(۳) عبد الرحمن السعدی، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان (۱/۲۶۲)۔

(۴) سورہ آل عمران، آیت: (۱۰۴)۔

اسلام سماج کو اس کی استطاعت کے مطابق ہی مکلف کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاقت واستطاعت کے مطابق ہی آپسی نصیحت کے مراتب متعین کئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(**من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فمن لم يستطع فبلسانه، فمن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان**)[1] کہ تم میں سے جو شخص کوئی بری چیز دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے بدلے، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اسے اپنے دل سے برا سمجھے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

سماجی ذمہ داری منکر کے خاتمہ اور ازالہ پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے پنپنے کے اسباب کے خاتمہ کے لئے کوششیں کرنی پڑیں گی، من جملہ ان کوششوں کے فقیر کے حاجت برآری کے لئے مدد کا ہاتھ بڑھانا اور تعاون پیش کرنا ہے تاکہ اسے اس کا نفس امارہ اس کے اخلاقی بحران سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چوری، دھوکہ اور دوسرے جرائم کے ذریعہ اپنی ضروریات پوری کرنے پر آمادہ نہ کردے۔

اللہ تعالی نے بہت سی آیات میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں سے یہ آیت بھی ہے ﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِن شَىْءٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴿٩٢﴾﴾[2] ترجمہ: تم لوگ نیکی نہیں پاسکتے یہاں تک کہ اپنے پسندیدہ مال میں سے خرچ نہ کرو اور تم لوگ جو کچھ بھی خرچ کرو اسے اللہ بخوبی جانتا ہے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو فوراً اس پر عمل کرتے ہوئے ایک انوکھی مثال قائم کردی، انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان کے اس قصہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں (انصار مدینہ میں ابو طلحہ کے پاس سب سے زیادہ کھجور کے باغات تھے، اور انہیں سب سے زیادہ محبوب مال بیرحاء نامی باغ تھا، وہ مسجد نبوی کے سامنے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہوتے اور وہاں شیریں پانی نوش فرماتے، جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ تو ابو طلحہ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (کہ تم لوگ نیکی نہیں پاسکتے یہاں تک کہ اپنے پسندیدہ مال میں سے خرچ نہ کرو) اور میرا سب سے پسندیدہ مال باغ بیرحاء ہے، اللہ کے پاس میں اسے ذخیرہ بناتا ہوں اور اس کی نیکی کی امید رکھتا ہوں، یا رسول اللہ! آپ اسے جہاں چاہیں خرچ فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبارک ہو، یہ بڑا فائدہ مند مال ہے، یہ بڑا فائدہ مند مال ہے[3]۔

---

(۱) مسلم (۱/۶۹) نمبر (۴۹-۷۸)۔

(۲) سورہ آل عمران، آیت (۹۲)۔

(۳) بخاری (۳/۲۰۹) نمبر (۴۵۵۴)۔

چوتھا مبحث: حکومت کی ذمہ داری

سماج ومعاشرہ بغیر حکومت کے مستقیم نہیں ہو سکتا اور حکومت بغیر حاکم کے مستحکم نہیں ہو سکتی، حاکم ملک کو چلاتا ہے اور اللہ کے احکام نافذ کرتا ہے، حاکم کے معاملات ایسی حکومت سے درست ہوں گے جو اپنی ذمہ داری کو سمجھتی ہو، جہاں حاکم کی فرمانبرداری، خیر خواہی، اخلاص اور اس کے دوسرے حقوق ادا کئے جاتے ہوں، اسی طرح معاشرہ کے حقوق بھی ادا کئے جاتے ہوں جیسے تربیت واصلاح کرنا اور ملک سے فساد کا قلع قمع کرنا۔

برے اخلاق کا خاتمہ کرنا اور ان کے سامنے سینہ سپر ہو جانا ولاۃ الامر کی ذمہ داریوں میں سے ہے، ولاۃ الامر میں دو قسم کے لوگ شامل ہیں: علماء اور امراء، ان میں بادشاہ، مشائخ، حکومت کے قریبی لوگ شامل ہیں، بلکہ ہر وہ شخص جس کے ماتحت کچھ لوگ ہوں وہ اولی الامر میں داخل ہو جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ ماموارت کا حکم دے اور منہیات سے روکے [1]۔

حاکم سے حکومت کی امانت کے نفاذ کے تئیں اللہ کے سامنے پوچھ گچھ ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا: (**كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته، الإمام راع ومسؤول عن رعيته**)[2] کہ تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے، امام نگراں ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: (**ما من عبد يسترعيه الله رعية، يموت يوم يموت وهو غاش لرعيته إلا حرم الله عليه الجنة**)[3] ترجمہ: کوئی ایسا بندہ جسے اللہ کسی رعایا کا نگراں بناتا ہے اور مرنے کے دن وہ اس حالت میں مرتا ہے کہ اپنی رعیت سے دھوکہ کرنے والا ہے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔ اور فرمایا: (**ما من أمير يلي أمر المسلمين، ثم لا يجهد لهم وينصح إلا لم يدخل معهم الجنة**)[4]. ترجمہ: کوئی امیر جو مسلمانوں کے معاملات کی ذمہ داری اٹھاتا ہے، پھر وہ ان کے لیے کوشش اور خیر خواہی نہیں کرتا، وہ ان کے ہمراہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔ اور آپ ﷺ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے حکومت کی ذمہ داری کے متعلق فرمایا: (**يا أبا ذر! إنك ضعيف وإنها أمانة، وإنها يوم القيامة خزي وندامة إلا من**

---

(۱) ابن تیمیہ، الامر بالمعروف والنہی عن المنکر ص (۶۸)۔

(۲) بخاری (۱/ ۲۸۵-۲۸۴) نمبر (۸۹۳)، الفاظ انھیں کے ہیں، مسلم (۳/ ۱۴۵۹) نمبر (۲۰/ ۱۸۲۹)۔

(۳) مسلم (۱/ ۱۲۵) نمبر (۱۴۲-۲۲۷)۔

(۴) مرجع سابق (۱/ ۱۲۶) نمبر (۱۴۲-۲۲۹)۔

أخذها بحقها، وأدى الذي عليه فيها)[1]. ترجمہ: اے ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ امانت ہے، اور قیامت کے دن یہ شرمندگی اور رسوائی کا باعث ہو گی، مگر وہ شخص جس نے اسے حق کے مطابق قبول کیا اور اس میں جو ذمہ داری اس پر عائد ہوئی تھی اسے ادا کیا، (وہ شرمندگی اور رسوائی سے مستثنیٰ ہو گا)۔

ان بعض امور کا بیان جن سے حاکم ملک کا متصف ہونا ضروری ہے:

۱- دین کے اصول اور ان مسائل کی حفاظت کرنا جن پر سلف امت متفق ہیں۔

۲- باہم نزاع و جھگڑے میں گرفتار لوگوں کے درمیان قطع نزاع کے لیے سزاؤں کا نفاذ کرنا تاکہ عدل وانصاف عام ہو، نہ ظالم ظلم کرے اور نہ کمزور کو کمزور سمجھا جائے۔

۳- جان ومال کی حفاظت کی جائے اور قابل احترام چیزوں کا دفاع کیا جائے تاکہ لوگ اپنی جان ومال پر کسی بھی طرح کا خطرہ محسوس کیے بغیر پر امن طریقے سے کسب معاش کے لیے آمدورفت اور دوڑ دھوپ کر سکے۔

۴- حدود کا نفاذ کرنا تاکہ اللہ کے حقوق پامالی سے محفوظ رہے اور بندوں کے حقوق ضیاء وبربادی سے بچ جائے۔

۵- بغیر افراط وتفریط کے بیت المال کے عطیات وخیرات کا حساب کرنا اور انہیں بغیر تقدیم وتاخیر کے وقت پر ادا کرنا[2]۔

حکومت کی عظیم ذمہ داریوں میں سے ایک یہ ہے کہ فضائل کی نشرواشاعت کرے، اور رذائل ومنکرات کا خاتمہ کرے اور یہ تبھی ممکن ہے جب فرزندان امت کے درمیان شرعی علم کو پھیلایا جائے اور بداخلاقیوں کے مرتکبین کے خلاف حدود وتعزیرات جیسی شرعی (عقوبات) سزاؤں کا نفاذ ہو۔

عقوبات (سزاؤں) کا اطلاق ان سزاؤں پر ہوتا ہے جنہیں شارع نے منہیات کے ارتکاب اور مامورات کے چھوڑنے پر مرتب کیا ہے[3]۔

---

(۱) مرجع سابق (۳/۱۴۵۷) نمبر (۱۶/ ۱۸۲۵)۔

(۲) ماوردی، الاحکام السلطانیۃ ص (۱۸)۔

(۳) محفوظ ابراہیم فرج، العقوبات فی التشریع الاسلامی ص (۱۹)۔

حدود: ایسی سزائیں ہیں جو اللہ کے حق کی خاطر مقرر ہیں[1]، جیسے زنا، لواطت، چوری، شراب خوری، بغاوت، ارتداد اور ناحق جنگ جوئی کی حدیں۔

تعزیرات سے مراد گناہوں پر دی جانے والی وہ تادیبی کاروائیاں ہیں جن میں حدود ثابت نہیں ہیں، یہ تعزیری سزا گناہ اور اس کے مرتکب کے حساب سے مختلف ہوتی ہے، یہ حدود کی موافق ہے اس معنی میں کہ یہ سزا اصلاح اور زجر و توبیخ کے لیے دی جاتی ہے اور گناہ کے اعتبار سے یہ حدود سے مختلف ہے[2]۔

اگر حکومت شرعی سزاؤں کے نفاذ اور فریضہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کی انجام دہی کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری ادا کرے تو سماجی امور درست ہو جائیں گے اور منحرف لوگ صحیح راہ پر لوٹ آئیں گے، اور اگر حکومت اس ذمہ داری سے لاپرواہی برتنے لگے تو سماج کے افراد میں فساد برپا ہو گا، اخلاقی بگاڑ عام ہو جائے گا اور بلائیں آئیں گی، اس لیے اسلامی حکومت پر واجب ہے کہ وہ ان تمام ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کرے جو اس کے سپرد ہیں۔

نبی مختار ﷺ نے اللہ کے حدود کے عدم نفاذ کی خطرناکی بیان کرتے ہوئے فرمایا: (اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر کا حصہ اور بعض کو نیچے کا حصہ ملا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے، انہیں (دریا سے) پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کر لیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی)[3]۔

حکومت اور حاکم پر واجب ہے کہ ذمہ داریاں قابل اور مستحق لوگوں کو ہی سونپیں، (مخلوق اللہ کے بندے ہیں اور حکام اس کے بندوں پر اس کے احکام نافذ کرنے والے ہیں، یہ بندوں کے وکیل بھی ہیں جیسے دو پارٹنر ایک دوسرے کے وکیل ہوتے ہیں، چنانچہ ان میں ولایت اور وکالت دونوں معنی پائے جاتے ہیں، پھر ولی اور وکیل اگر کسی آدمی کو اپنے معاملات میں اپنا نائب بنائے اور تجارت یا زمین وغیرہ کے معاملہ میں جو اس سے زیادہ مناسب تھا اسے چھوڑ دے،

---

(۱) شوکانی، نیل الاوطار (۷/۸۷)۔

(۲) ماوردی، الاحکام السلطانیۃ ص (۲۹۳)۔

(۳) بخاری ۲/۲۰۵-۲۰۶) نمبر (۲۴۹۳)۔

وہ اس سامان کو کم قیمت پر فروخت کرے حالانکہ اس سے اچھی قیمت پر فروخت کرنے والا بھی موجود تھا؛ تو اس نے اپنے ساتھی اور پارٹنر کی خیانت کی)[1]۔

جب تک مسلم حکومت نے اس ذمہ داری کو ادا کیا تو مسلمانوں کے حالات قابل رشک رہے، ان کے اخلاق درست رہے اور اخلاقی انحراف نہ کے برابر رہا، چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں راتوں کو پہریدار بٹھائے رکھتے تھے اور خود بھی مدینہ کی گلیوں میں رات و دن گشت کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کے احوال سے واقف رہے، محروموں کو نواز سکے، مظلوموں کی مدد کر سکے اور ظالموں کو گرفتار کر سکے[2]۔

جو حکومت شرعی حدود کے نفاذ اور فریضہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کی انجام دہی کے ذریعہ خیر اور بھلائی کی نشر واشاعت کے تئیں اپنی ذمہ داری ادا کرے گی، اس کی رعایا کے دلوں میں ان حدود کا احترام جاگزیں ہو جائے گا، اخلاقی انحرافات و برائیوں سے دوری اور اخلاقی فضائل سے محبت پیدا ہو جائے گی، جرائم کو معاشرے میں سرایت کرنے کی کوئی راہ وسبیل نہیں ملے گی، اس لئے کہ جب معاشرہ میں شر اور رذائل کی راہ تنگ ہو جائے گی تو لازما وہاں خیر اور فضائل کی راہیں کشادہ ہو جائیں گی اور لوگ اسلامی اخلاق سے بھرپور خوش گوار زندگی گذاریں گے۔

یہاں ایک بات کی طرف اشارہ کرنا بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جب حاکم اپنی رعایا پر ظلم کرے تو مسلمان اس ظلم پر صبر کرے اور سرکشی وبغاوت سے اس کا مقابلہ نہ کرے، اس لئے کہ بغاوت مسلمانوں کے لئے سراپا شر اور مصیبت ہے، جب بھی کسی قوم نے اپنے حاکموں کے خلاف بغاوت کی ہے تو وہاں شر وفساد ہی برپا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (تم لوگ میرے بعد خود پر دوسروں کو ترجیح ملتی پاؤگے تو صبر کرنا یہاں تک کہ تم مجھے حوض پر آملو)[3]۔

ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہم پر ایسے امرا مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنے حقوق مانگے اور ہمیں ہمارے حقوق نہ دے، تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، پھر پوچھا تو بھی کوئی جواب نہ دیا پھر تیسری بار پوچھا تو اشعث بن قیس نے سائل کو کھینچ لیا اور کہا (سمع وطاعت کو لازم پکڑنا، ان پر ان کی اپنی ذمہ داری ہے اور تم پر تمہاری اپنی ذمہ داری ہے)[4]۔

---

(۱) ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ ص(۱۴)۔

(۲) تفصیل کے لیے دیکھئے: تاریخ عمر بن خطاب از ابن الجوزیۃ (۱۱۳-۱۰۲)۔

(۳) مسلم (۳/۱۴۷۴) نمبر (۱۸۴۵-۴۸)۔

(۴) مسلم (۳/۱۴۷۵-۱۴۷۴) نمبر (۱۸۴۶-۴۹)۔

پانچواں مبحث: تربیتی ماحول کی ذمہ داری

تربیتی اداروں سے مراد وہ جگہیں ہیں جو تربیت اور اصلاح کے لیے تیار کی گئی ہوں جیسے مدرسہ، مسجد، سماجی نگرانی کے مراکز، بچوں کی دیکھ بھال کے مراکز اور جیل وغیرہ۔ اخلاقی انحرافات کو دور کرنے اور ان سے بچانے کے سلسلے میں ان ادارے کا بڑا اہم اور مؤثر کردار ہے؛ کیونکہ یہاں اعلی اخلاقی تربیت کا اہتمام ہوتا ہے اور جو لوگ اخلاقی برائیوں کے خوگر ہوگئے ہیں انہیں ان برائیوں سے پاک صاف کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔

ان اداروں پر اپنے فرزندوں کے اندر سے اخلاقی انحرافات اور برائیوں کو دور کرنے اور انہیں اخلاقی فضائل سے آراستہ کرنے کی تربیتی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: (تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے)۔ چنانچہ معلم کلاس روم میں اپنے شاگردوں کا نگراں ہے، امام مسجد اس مسجد کے نمازیوں کا نگراں ہے، وہ اس محلہ پر نظر رکھے اور حکمت وبہترین وعظ ونصیحت کے ساتھ وہاں پائی جانے والی اخلاقی برائیوں کے خاتمہ کی کوشش کرے، اور یہ کام جمعہ کے مؤثر خطبوں کے ذریعہ کرے، خطبے میں ترغیب وترہیب بھی ہو، بامقصد سچے قصے بھی ہوں، کتاب وسنت سے ماخوذ مثالیں بھی پیش کی جائیں، اور برے اخلاق کے نتیجہ میں معاشرہ میں پیش آمدہ واقعات وحادثات کا بھی ذکر ہو۔

قید خانوں کا ذمہ دار قیدیوں کا ذمہ دار ہے، وہ ان کی نگرانی کرے، مکارم اخلاق پر ابھارے، ان کے انحرافات سے واقف ہو، ان کے لیے اہل علم کو بلائے جو انہیں نصیحت کرے، صحیح رہنمائی کرے اور علم سے آراستہ کرے جس سے ان کی اخلاقی خرابیاں وجہالت کی تاریکیاں دور ہوں۔

اسی طرح سماجی دیکھ ریکھ کے مراکز اور بچوں کے مراکز کے ذمہ داران بھی ان بچوں کے ذمہ دار ہیں اور بچے ان کے روحانی اولاد ہیں، اللہ تعالی نے اس سلسلے میں بھلائی، احسان اور تعاون کا حکم دیا ہے، فرمایا: ﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ﴾[1]

ترجمہ: نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ ونافرمانی پر مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

---

(۱) سورہ المائدۃ، آیت: (۲)۔

آپ ﷺ نے رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے حاکم کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا:(ما من عبد يسترعيه الله رعية، يموت يوم يموت وهو غاش لرعيته إلا حرم الله عليه الجنة)[1] ترجمہ: کوئی ایسا بندہ جسے اللہ کسی رعایا کا نگراں بناتا ہے اور مرنے کے دن وہ اس حالت میں مرتا ہے کہ اپنی رعیت سے دھوکہ کرنے والا ہے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔

ذمہ داری میں خیانت کرنے پر جو سزائیں سنائی گئی ہیں وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی بھی معاملہ کا ذمہ دار بنتا ہے وہ خطرے کے دہانے پر کھڑا ہوتا ہے، خواہ وہ حاکم ہو، یا مدرس ہو یا مدیر ہو یا کوئی بھی۔ بے شک لوگوں کی ذمہ داریاں قبول کرنا آسان چیز نہیں ہے، بلکہ اسلامی تعلیم کے مطابق یہ ایک عظیم امانت کا بوجھ قبول کرنا ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ جو کام اور ذمہ داری انسان کو سونپی گئی ہے اس میں پوری توانائی وطاقت صرف کرے اور یہ اللہ نے انسان کو تربیت وارشاد کی جو بھی ذمہ داری دی ہے سب کو شامل ہے، اللہ تعالی نے اس امانت کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، فرمایا:﴿ * إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا ﴾[2] ترجمہ: بے شک اللہ تعالی امانتیں امانت والوں کو پہنچانے کا حکم دیتا ہے ۔اور فرمایا:﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَخُونُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓاْ أَمَٰنَٰتِكُمۡ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴿٢٧﴾ ﴾(٣) ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے ساتھ جانتے ہوئے خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو۔

اگر تربیتی اداروں کے ذمہ داران تربیتی ذمہ داری کی امانت ادا نہ کرے تو تربیتی کام کمزور پڑ جائے گا اور وہ تربیتی ذمہ داری ناکامی سے دوچار ہو جاے گی جس کا مقصد ماتحتوں کے اندر اخلاقی فضائل پیدا کرنا اور اخلاقی برائیوں اور انحرافات کا ازالہ ہے، نتیجۃ معاشرے میں جرائم اور لوٹ وغبن کی کثرت ہو جائے گی، فساد عام ہو جاے گا، عزتوں پر حملے ہوں گے اور انسانوں کے حقوق ضائع ہوں گے۔

آج ہمارا معاشرہ جس اخلاقی بحران کا شکار ہے اس کا سبب اس ذمہ داری اور اس کی عظیم اہمیت کا عدم احساس ہے، اور اس کے نتیجے میں ایک کھوکھلی اور کمزور تربیت سامنے آرہی ہے، جس سے انسان اپنی خواہشات، حرص وطمع اور شیطانی حملے کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اس لیے مسلم معاشرے اور تربیتی ادارے پر واجب ہے کہ اخلاقی برائیوں کے انتشار کے تئیں تربیتی ذمہ داری کی اہمیت کو سمجھے اور رذائل کی بیخ کنی وفضائل کی نشر واشاعت کے لیے پوری طاقت جھونک دے۔

---

(١) مسلم (١/ ١٢٥) نمبر (١٤٢-٢٢٧)۔

(٢) سورہ النساء، آیت: (٥٨)۔

(٣) سورہ الأنفال، آیت (٢٧)۔

پانچواں باب :

اخلاقی برائیوں کے علاج کا اسلامی منہج

ہر مرض کا علاج ہے، جسے بعض لوگ جانتے ہیں اور بعض لوگ نہیں جانتے، اخلاقی برائیوں کا علاج اسلامی منہج میں موجود ہے، یہاں ایسی تعلیمات وارشادات ہیں جو مردہ دلوں کو زندگی بخشتی ہیں، اخلاق فاضلہ سے بھرپور زندگی عطا کرتی ہیں اور پوری زمیں کو خیر وبھلائی سے معمور کر دیتی ہیں، ذیل میں برے اخلاق کے علاج کے طریقہ کار بیان کیے جارہے ہیں۔

پہلا مبحث: شرعی علم کی نشر واشاعت

کسی بھی علم کے حصول کی فضیلت متعلقہ علم کی فضیلت سے مترشح ہو جاتی ہے، علم کا فائدہ اخلاق وسلوک پر اس کے مرتب آثار میں پوشیدہ ہوتا ہے، (سب سے بہتر اور افضل علم دین کا علم ہے؛ کیونکہ اس کی معرفت سے لوگ ہدایت پاتے ہیں اور عدم معرفت سے گمراہ ہو جاتے ہیں)[1]۔

علم کے ذریعہ انسان اللہ کے اوامر سے واقف ہوتا ہے پھر انہیں بجالاتا ہے، اور نواہی سے بھی واقف ہوتا ہے پھر ان سے اجتناب کرتا ہے، سب سے افضل واشرف شریعت کا علم ہے اور اس سے متفرع دوسرے علمی فروعات، یہی وہ علم ہے جو بندے کو اپنے رب سے قریب کرتا ہے، فضائل کی تحسین کرتا اور ان پر عمل کرنے پر ابھارتا ہے، گناہ سے دور کرتا ہے اور فسق وفجور سے نفرت پیدا کرتا ہے، اس لیے اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور برے اخلاق سے سب سے زیادہ دور اہل علم ہی ہوتے ہیں، اللہ تعالی نے اسے اپنے اس قول میں بیان فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى ٱللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ ٱلْعُلَمَٰٓؤُا۟﴾[2] ترجمہ: اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

بندہ کو جس قدر اللہ کی معرفت ہوگی اسی قدر اس سے خوف کھائے گا اور یہ خوف اسے گناہوں سے روکے گا اور اس سے ملاقات کے لیے تیار کرے گا، یہ علم کی فضیلت کی دلیل ہے کہ یہ علم خشیت الہی کا داعی ہے[3]۔

---

(۱) ماوردی، ادب الدنیا الدین ص (۲۸)۔

(۲) سورہ فاطر، آیت: (۲۸)۔

(۳) عبد الرحمن سعدی، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان (۴/۲۱۶)۔

ابن قیم نے فرمایا: علم زندگی اور نور ہے، اور جہالت موت اور ظلمت ہے، اور تمام برائیوں کی جڑ موت وظلمت ہے، اور تمام خیر کا سبب نور ہے[1]۔ کتاب وسنت کے نور سے بہتر اور افضل کوئی نور نہیں، اسی سے دلوں کو زندگی ملتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱسۡتَجِيبُواْ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيكُمۡۖ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ يَحُولُ بَيۡنَ ٱلۡمَرۡءِ وَقَلۡبِهِۦ وَأَنَّهُۥٓ إِلَيۡهِ تُحۡشَرُونَ ﴿٢٤﴾ ﴾[2] ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالاؤ جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ اطاعت اور اوامر ونواہی کو قبول کرلو کہ اسی میں ابدی زندگی اور دائمی نعمت ہے[3]۔

سب سے بہترین علاج جو خاندان، مدرسہ اور دوسرے تربیتی وسائل پیش کرسکتے ہوں وہ شرعی علم ہے جو اخلاقی برائیوں کے تانے بانے بکھیر کر رکھ دیتا ہے اور اخلاقی فضائل کو فروغ دیتا ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ شرعی علم صرف شرعی علوم کے متخصصیین تک سمٹ کر نہ رہ جائے- جیسا کہ اسلامی معاشرے کے بہت سے تعلیمی اداروں کا حال ہے- بلکہ یہ ضروری ہے کہ تمام علمی تخصصات میں شرعی علم کا ایک وافر حصہ ہو؛ کیونکہ یہی حل اور شفابخش علاج ہے حتی کہ نشہ خوروں کی ایک بڑی تعداد دینی توجیہ ورہنمائی کی وجہ سے منشیات سے باز آگئی ہے جیسا کہ تحقیقات نے ثابت کیا ہے[4]، اور کتاب سنت پر ایمان کی وجہ سے یہ چیز ہمارے نزدیک ثابت شدہ ہے۔

اگر اسکول میں شرعی علم کا انتظام نہ ہو تو گارجین کو چاہئے کہ اس نقص کی تکمیل کے لیے اپنے بچوں کو اتنا شرعی علم دلانے کی کوشش کرے جس سے ان کو اپنے دین کی ضروری معلومات کی معرفت ہو جائے، اور شارع نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے واقف ہو جائے، اور کوئی مسلمان خاندان اور کوئی مسلم یہ عذر نہ پیش کرے کہ متعلقہ تخصص جیسے انجنئرنگ، فیزیکس اور زراعت میں علم شرعی نہیں پڑھایا جاتا ہے، بلکہ انسان پر واجب ہے کہ اتنا علم شرعی حاصل کرے جس سے اپنے دین کے تئیں اس کی جہالت دور ہو جائے۔

---

(۱) ابن القیم، مفتاح دار السعادۃ (۱/ ۵۲)۔

(۲) سورہ الأنفال، آیت: (۲۴)۔

(۳) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن (۷/ ۲۴۷)۔

(۴) دیکھئے: دراسۃ الجوانب الاجتماعیۃ: ظاھرۃ الادمان از سید متولی عشماوی (۲/ ۲۰۸)۔

ایک تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ منشیات کا رواج تعلیم یافتہ لوگوں کے مقابلے غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں زیادہ ہے، چنانچہ اس تحقیق کے مطابق ۷۰ فیصدی غیر تعلیم یافتہ اس میں ملوث ہیں[(۱)]۔

منشیات کے استعمال کے اسباب میں سے ایک سبب ان کی حقیقت سے نابلد ہونا اور ان کے فائدے کا غلط تصور پال لینا بھی ہے، چنانچہ منشیات استعمال کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد کا خیال ہے کہ اس سے کام کرنے میں نشاط پیدا ہوتا ہے اور ساتھیوں سے جھگڑے کم ہوتے ہیں[(۲)]۔

دوسرا مبحث: نیک صحبت

اخلاق پر اثر انداز ہونے والے اہم عوامل میں سے ایک نیک صحبت بھی ہے جو انسان کو خیر کی رہنمائی کرتی، اس سے آراستہ ہونے کی ترغیب دیتی، شر سے ڈراتی اور اس کے راستے پر چلنے سے نفرت دلاتی ہے، آپ ﷺ کا یہ فرمان اس کی اہمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے: (مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً ، وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً)[(۳)] ترجمہ: اچھے ساتھی، اور برے ساتھی کی مثال اس طرح ہے جیسے کہ خوشبو بیچنے والا، اور بھٹی جھونکنے والا، کہ خُوشبُو بیچنے والا یا تو تمہیں خُوشبُو دے گا، یا تُم اس سے خُوشبُو خریدو گے (اور خود کو معطر کرو گے) اور یا اس سے خُوشبُو (میں سے کچھ نہ کچھ) پالو گے، اور بھٹی جھونکنے والا یا تو تُمہارے کپڑے جلائے گا، یا تُم اِس سے بُری بُو پاؤ گے۔

اور فرمایا: (الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ)[(۴)] ترجمہ: انسان اپنے دوست کے دین پر ہی ہو جاتا ہے لہذا تُم میں سے ہر کوئی دیکھ لے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی رکھتا ہے۔

تو اخلاقی انحرافات کے علاج کے لیے، یا اس سے بچنے کے لیے، یا اخلاقی پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے خیر خواہ اور نیک ساتھی کا انتخاب بہت ضروری ہے؛ (کیونکہ جو فضائل کا طلبگار ہو گا وہ فضائل سے متصف لوگوں کے ساتھ چلے گا

---

(۱) سید متولی عشماوی، الجوانب الاجتماعیۃ الظاھرۃ للادمان (۲/ ۸۲)۔

(۲) مصدر سابق (۲/ ۱۲۷)۔

(۳) بخاری (۳/ ۴۶۳) نمبر (۵۵۳۴)، مسلم (۴/ ۲۰۲۲۶) نمبر (۲۶۲۸-۱۴۶)۔

(۴) ابو داود (۵/ ۱۶۸) نمبر (۴۸۳۳)، البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۲/ ۶۳۳) نمبر (۹۲۷)۔

اوراس راہ میں اس دوست کی صحبت اپنائے گا جو بھائی چارگی وحسن صحبت، نیکی وسچائی، اور صبر ووفاداری کا پیکر ہوگا)[1]۔

نیک ساتھی کی نمایاں صفات میں سے یہ ہے کہ وہ شرعی علم کا اہتمام کرنے والا اور اسے اپنی زندگی میں اتارنے والا ہو، فکری بالیدگی وحسن صحبت کا مالک ہو، گفتار سے پہلے کردار کے ذریعہ خیر کا داعی ہو، خیر پر سبقت لے جانے والا ہو، بھلائی کے دروازے کھولنے والا، برائی کے دروازے بند کرنے والا ہو، دوست کی غلطی سے چشم پوشی کرتا ہو، نصیحت میں سچا ہو، کام سے محبت کرنے والا ہو، چست ہو اور سست نہ ہو۔

جہاں تک برے دوست کی بات ہے تو اس کی صحبت سے سوائے حسرت وندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا، اللہ سبحانہ وتعالی نے بری صحبت کا انجام بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَيَوۡمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيۡهِ يَقُولُ يَٰلَيۡتَنِي ٱتَّخَذۡتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلٗا ﴿٢٧﴾ يَٰوَيۡلَتَىٰ لَيۡتَنِي لَمۡ أَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِيلٗا ﴿٢٨﴾ لَّقَدۡ أَضَلَّنِي عَنِ ٱلذِّكۡرِ بَعۡدَ إِذۡ جَآءَنِيۗ وَكَانَ ٱلشَّيۡطَٰنُ لِلۡإِنسَٰنِ خَذُولٗا ﴿٢٩﴾﴾[2] اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کی راہ اختیار کی ہوتی ﴿٢٧﴾ ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا ﴿٢٨﴾ اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے ﴿٢٩﴾۔

سلف صالحین نے بروں کی صحبت سے ڈرایا ہے، چنانچہ ان میں سے ایک کا قول ہے: دو قسم کے لوگوں سے بچو: ہوا پرست جسے خواہشات نے فتنوں میں ڈال دیا ہو، اور دنیا پرست جسے دنیا نے اندھا کر دیا ہو[3]۔

میدانی تحقیقات نے بھی اشارہ کیا ہے کہ بری صحبتوں کا اخلاقی برائیاں دوسروں تک منتقل کرنے میں بہت بڑا رول ہے، ایک فیلڈ شماریاتی تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ پیشہ ورانہ جماعت نئے کارکنوں پر زبردست چھاپ چھوڑتی ہے اور ان میں غلط فہمیاں پیدا کرتی ہے[4]۔

---

(۱) ابن حزم، الاخلاق والسیر ص (۲۴)۔

(۲) سورہ الفرقان، آیت: (۲۷-۲۹)۔

(۳) ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم ص (۲۵)۔

(۴) سید متولی عشماوی، الجوانب الاجتماعیۃ لظاھرۃ الادمان (۲/۹۰)۔

اسی طرح اس تحقیق نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آدھے سے زیادہ یعنی ۵۴،۶ فیصدی لوگوں نے منشیات چھوڑنے کی کئی بار کوششیں کیں، لیکن برے ساتھی ان کے اور ان کی کوشش کے درمیان آڑے آگئے[۱]، بلکہ اس تحقیق نے برے ساتھیوں کی صحبت کو ۸۵،۵ فیصدی لوگوں کے بگڑنے کا بنیادی سبب قرار دیا ہے[۲]۔

تیسرا مبحث :شرعی سزاوؤں کا نفاذ

اللہ تعالی کا اپنی مخلوق پر یہ احسان ہے کہ اس نے انہیں شرعی سزاؤں کا قانون عطا کیا اور اس کے نفاذ کو واجب قرار دیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٤٤﴾﴾[۳] ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی لوگ کافر ہیں۔ نیز فرمان باری ہے: ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٤٥﴾﴾[۴] اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔

اللہ کی وحی کے خلاف فیصلہ کرنا کافروں کے اعمال میں سے ہے، ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کفر دو طرح کا ہوتا ہے ایک بڑا، دوسرا چھوٹا، ظلم دو طرح کا ہوتا ہے ایک بڑا، دوسرا چھوٹا، فسق دو طرح کا ہوتا ہے ایک بڑا، دوسرا چھوٹا، چنانچہ وحی کا مخالف فیصلہ اسے جائز سمجھنے کی صورت میں بڑا ظلم ہے اور جائز نہ سمجھنے کی صورت میں کبیرہ گناہ ہے[۵]۔

جب شرعی سزائیں نافذ کی جائیں تو مجرموں کے ساتھ ہمدردی نہ کی جائے تاکہ اخلاقی انحرافات اور برائیاں عام نہ ہوں؛ کیونکہ برے اخلاق اور مجرمانہ انحرافات کے انتشار کا ایک نمایاں سبب یہ ہے کہ مجرموں کی سزاؤں میں تخفیف کی جائے، مظلوموں سے زیادہ ان کے ساتھ ہمدردی برتی جائے، اور یہ دلیل دی جائے کہ سزا نفسیاتی اور اعصابی کشیدگی میں اضافہ کا سبب ہوا کرتی ہے[۶]۔

---

(۱) مصدر سابق (۲/ ۱۲۵)۔

(۲) مصدر سابق (۲/ ۱۲۵)۔

(۳) سورہ المائدۃ، آیت: (۴۴)۔

(۴) سورہ المائدۃ، آیت: (۴۵)۔

(۵) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان (۱/ ۴۸۹-۴۸۸)۔

(۶) مقداد یلجن، التربیۃ الاسلامیۃ ودورھا فی مکافحۃ الجریمۃ ص (۲۲۴)۔

یہ بے محل ہمدردی اس وضعی قانون میں پائی جاتی ہے جسے اخلاقی انحرافات اور معاشرے میں ان کے انتشار کو روکنے کے لیے بنایا گیا ہے، جبکہ شرعی سزاؤوں میں منحرفین کے ساتھ ہمدردی کی کوئی راہ نہیں ہے، بلکہ بغیر کسی نرمی کے سزا کا نفاذ ہونا چاہئے تاکہ منحرف شخص اپنے انحراف وبگاڑ سے باز آجائے اور دوسرں میں بگاڑ کا خوف پیدا کردے، نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان دیکھئے:(**وإني والذي نفسي بيده لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها**)[1] ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ میں کاٹ دیتا۔

حد زنا کے نفاذ کے سلسلے میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجۡلِدُواْ كُلَّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا مِاْئَةَ جَلۡدَةٖۖ وَلَا تَأۡخُذۡكُم بِهِمَا رَأۡفَةٞ فِي دِينِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۖ وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٞ مِّنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ۝٢﴾[2] ترجمہ: زناکار عورت ومرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیئے، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔

شرعی سزائیں مجرم کو دوبارہ جرم کرنے سے باز رکھتی ہیں؛ کیونکہ وہ یہاں ہمدردی اور رعایت کی کوئی راہ نہیں پاتا ہے۔

اخلاقی ناحیہ سے بھی پایا گیا ہے کہ شخصیت کی اصلاح میں سزا کے ایجابی آثار ہیں، چنانچہ انسان کا فطری میلان ہوتا ہے کہ اس روش سے اجتناب کرے جہاں تکلیف دہ تجربات ہوں، اوراس طور طریق کو بار بار اپنانا چاہتا ہے جہان خوش کن تجربہ ہو[3]۔

کسی بھی سماج ومعاشرہ میں ایسا قانون نہیں ہے جو اخلاقی انحرافات کو روک سکے سوائے اسلامی قانون کے؛ کیونکہ اسلامی قانون میں سزا جرم کی سنگینی کے مطابق ہے، اور سزا کے نفاذ میں کوئی رورعایت نہیں ہے، جس سے افراد کے اندر اخلاقی بگاڑ سے دوری اور اخلاق حسنہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ جو ان سماج پر گہری نظر ڈالے گا جہاں شرعی سزائیں نافذ نہیں ہوتی ہیں وہ یہ پائے گا کہ وہ سماج بڑھتے جرائم سے اس قدر جھوجھ رہے ہیں کہ لوگ امن

---

(۱) مسلم (۳/۱۳۱۵) نمبر (۱/۱۶۸۸)۔

(۲) سورہ النور، آیت: (۲)۔

(۳) نبیل السملوطی، علم اجتماع العقاب (۱/۱۱۵)۔

وسکون کی نعمت سے محروم ہو گئے ہیں، اس کے بالمقابل نبوی سماج پر غور کرنے والا یہ پائے گا کہ یہاں جرائم نہ کے برابر ہیں، بلکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب عمر رضی اللہ عنہ نے قضا کی ذمہ داری سنبھالی تو ایک سال تک جرائم کا ایک بھی واقعہ ان کے سامنے پیش نہیں ہوا[1] اور عصر حاضر میں سعودی عرب اس کی بہترین مثال ہے، جو امن وسکون کی دولت سے مالامال ہے جس کی وجہ سے معاشرے کے لوگ خوشگوار اور مطمئن زندگی گذار رہے ہیں۔

چوتھا مبحث: میڈیا کا صحیح استعمال

عصر حاضر میں پرنٹ والکٹرونک میڈیا کو تربیت کا مؤثر ذریعہ سمجھا جارہا ہے؛ چونکہ اس سے مواصلات اور انفارمیشن ٹیکنالوجی جڑی ہوئی ہے جس نے اسے گھروں کی چہار دیواری کے اندر تک پہونچا دیا ہے اور جس کے ذریعہ سے مطلوبہ پیغام پہونچانا آسان ہو گیا ہے۔

چونکہ یہ ایک وسیلہ ہے، اس لیے اس کا حکم بھی وہی ہو گا جو اس کے ذریعہ پھیلائے گئے مواد کا حکم ہو گا، خیر وبھلائی پھیلائی جائے تو ٹھیک ہے اور اگر شر پھیلایا جائے تو غلط ہے، اس کے ذریعہ پیش کیے جانے والے مواد کے مطابق اس کی اثر انگیزی مثبت بھی ہو گی اور منفی بھی۔ اس لیے جب اس کا اسلامی تعلیم کے مطابق صحیح استعمال ہو گا تو یہ خیر واخلاق حسنہ کی نشر واشاعت، اور شر اور برے اخلاق کے خاتمے کا وسیلہ قرار پائے گی۔

اسلام ہی ایک ایسا قانون ہے جو انسانیت کو انتشار اور برائی کی کھائی سے نکال سکتا ہے، اس لیے اسلامی چینل کھولنے کی اشد ضرورت ہے جس کے مقاصد یہ ہوں:

۱- اسلام کی دعوت

۲- سچی نصیحت ورہنمائی

۳- بری چیزوں کے نشر سے اجتناب

تب جاکر اصلاحی دعوت کی گونج دنیا کے چپے چپے میں سنائی دے گی، نہ اسے کوئی دشمن روک سکے گا اور نہ کوئی حاسد، سرکش وظالم لوگ داعیوں کو اللہ کی بات لوگوں کو پہونچانے سے روکا کرتے تھے، اب اس میڈیا نے اس قید کو ختم کر دیا ہے، اب رکاوٹوں سے بالاتر ہو کر کلمہ توحید اور اس کے فضائل کی نشر واشاعت کی جاسکتی ہے، دشمن وسرکش

---

(۱) وکیع بن حیان، اخبار القضاۃ (۱/ ۱۰۴)۔

آڑے نہیں آسکتے، اس لیے عصر حاضر میں میڈیا افراد و معاشرے پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والے کامیاب ہتھیاروں میں سے ایک ہے بشرطیکہ مسلم معاشرے کی طرف سے اس کا صحیح استعمال کیا جائے، قانونی سٹلائٹ چینلز کھولے جائیں جو دنیا کو توحید کا پیغام سنائے، اس نور و منہج سے واقف کرائے جو دنیا وآخرت کی سعادتوں کا ضامن ہے اور ان اخلاقی شر و فساد کے قلعوں کو مسمار کردے جو مسلم معاشرے میں سرایت ہو کر تباہی مچار کھے ہیں۔

پانچواں مبحث: مساجد کا صحیح استعمال

اس امت پر اللہ تعالی کی ایک نعمت یہ ہے کہ اس نے مساجد میں باجماعت نماز مشروع قرار دی، وہ مساجد جو دعوت کے مراکز اور رہنمائی کے منبر ہیں، جو دلوں کو خیر سے معمور کرتی، جاہلانہ اخلاق، معصیت کی تاریکی اور گناہوں کے بوجھ سے نجات دلاتی ہیں۔

اسی طرح اس امت پر اللہ کی ایک نعمت یہ بھی ہے کہ جمعہ میں خطبہ مشروع قرار دیا جس سے خطیب عالمانہ حکمت، ہمدردانہ آواز اور محبت وپیار بھرے اسلوب میں لوگوں کی رہنمائی کرسکتا ہے، صحیح بات بتلا سکتا ہے، بھلائی کا حکم دے سکتا اور برائی سے روک سکتا ہے، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے خطبے کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ اور آواز بلند ہو جاتی، غصہ شدید ہو جاتا (اور یوں معلوم ہوتا) گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے لشکر سے ڈرارہے ہوں جو صبح یا شام حملہ کرنے والا ہے)[1]۔

خطیب کو چاہئے کہ معاشرہ کے مشکلات اور اس میں پھیلے ہوئے اخلاقی برائیوں کو موضوع بحث بنائے، ان کے بارے شریعت کا حکم بیان کرے اور دنیا وآخرت میں ان کے فرد، معاشرہ اور امت پر پڑتے خطرناک اثرات بیان کرے، بعینہ کسی ایک کو ٹارگیٹ نہ کرے، اشارہ و عموم ہی کافی ہے، تصریح و تخصیص کی ضرورت نہیں، منبر پر کسی کی نقد و جرح کرنا سامعین کے ساتھ بے ادبی اور خاطی کی رسوائی ہے، جس کی وجہ سے وہ نصیحت قبول نہیں کرے گا، بلکہ خطاو غلطی پر اڑ جائے گا[2]۔

خطبہ اپنے نتائج تبھی دے سکتے ہیں جب اس میں دو چیزیں پائی جائیں:

---

(۱) مسلم (۲/ ۵۹۲) نمبر (۸۶۷)۔

(۲) عبد اللہ بن محمد آل حمید، منبر الجمعۃ آمانۃ ومسؤولیۃ ص (۲۱)۔

پہلی چیز خطیب سے متعلق ہے:

۱-خطیب ایک بہترین نمونہ ہو، اپنی صالحیت کے لیے لوگوں میں معروف ہو، اس لیے کہ خالی ہاتھ دوسروں کو کچھ نہیں دے سکتا۔

۲-زبان واسلوب کے اعتبار سے خطبہ کی اچھی تیاری کرلے۔

۳-خطبہ ایک ہی موضوع پر مشتمل ہو۔

۴-خطبہ کتاب اللہ، وسنت مصطفی ﷺ کے دلائل اور اہل علم کے اقوال وسیرت کے شواہد سے مزین ہو۔

۶- خطیب خطبہ لمبا نہ کرے اور نہ آواز میں کسی کی تقلید کرے۔

۷- خطبہ ترغیب وترہیب پر مشتمل ہو اور معاشرہ کے مشکلات اور اخلاقی برائیوں کو موضوع بحث بنائے اور ان کا حل پیش کرے۔

دوسری چیز نمازیوں سے متعلق ہے:

۱- مسجد جلدی حاضر ہو۔

۲- خطبہ اور اس کے پیغام کو بغور سننے اور اس پر غور وفکر کے لیے صحیح سے بیٹھ جائے، آپ ﷺ کا فرمان ہے:(**إذا قلت: أنصت والإمام يخطب؛ فقد لغوت**)[1]۔:ترجمہ:اگر تم نے خطبہ کی حالت میں کسی سے کہا:چپ رہو؛تو تم نے لغو بات کہی۔

اس لیے امام کو چاہئے کہ نمازیوں کو اس سے باخبر کردے کہ خطبہ شروع سے اخیر تک بغور سننا ضروری ہے۔

مسجد بھی مختلف طریقے سے مؤثر انداز میں تربیتی ذمہ داریاں ادا کرسکتی ہے اور وہ کچھ یوں ہیں:

ا-شرعی علمی دروس کا اہتمام کرنا۔

ب-تعلیمی لیکچرز کا اہتمام کرنا جو لوگوں کو بھلائی پر ابھارے اور برائی سے روکے۔

ج-قرآن حفظ کرانے کے لیے حلقے قائم کرنا؛ کیونکہ یہ قرآن ہی اخلاقی دستور ہے، روحانی طبیب ہے، اسی پر عمل کرکے امت کامیاب بنے گی اور اسے چھوڑنے کی صورت میں لوگ نامراد ہوجائیں گے۔

---

(۱)ابوداود(۱/۶۶۵)نمبر(۱۱۱۲)۔

د- ایک لائبریری کا قیام عمل میں لایا جائے جو اسلامی کتابوں سے مالامال ہو، کوئی عالم یا طالب علم اس کا نگراں ہو اور یہ لائبریری عالم، طالب، جاہل غرضیکہ معاشرہ کے تمام طبقات کو اپنی خدمات پیش کرے۔

ہ- مسجد میں ایک فلاحی انجمن ہو جہاں امیروں کے مال جمع کیے جائیں اور فقیروں کی امن وسلامتی کے لیے خرچ کیے جائیں تاکہ انہیں دریوزہ گری کی ذلت اور برے اخلاق سے بچایا جاسکے۔

اگر مسجد یہ عظیم تربیتی رول ادا کرنے لگے تو جہاں معاشرہ سے رذائل کی بیخ کنی اور فضائل کی نشر واشاعت میں اس کا نمایاں حصہ ہو گا تو وہیں ایک بہترین امت کی تعمیر میں بھی اس کا حصہ ہو گا جو لوگوں کی بھلائی کے لیے کام کرے گی۔

چھٹا مبحث: نفس کے ساتھ جہاد کرنا

نفس کے اندر شر وانحراف کے محرکات ہیں، جن وانسان کے شیاطین انسان کے لیے اسے خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں، اگر مجاہدانہ کوششیں نہ ہوں تو بسا اوقات نفس شر کی طرف مائل ہو جاتا ہے، اس لیے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد کے اعلی مراتب میں شمار کیا جاتا ہے، اگر نفس اخلاقی فضائل سے سرشار ہو تو نفس خواہشات اور اس کے میلان سے متاثر نہیں ہو گا، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ إِنَّ ٱلنَّفۡسَ لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ ﴾[1] ترجمہ: بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے۔

نفس کے اندر دوسرے پر ظلم کرنے کا جذبہ ہوتا ہے، دوسرے پر فوقیت لے جانا، اس سے حسد کرنا اور اس کے حقوق میں دراندازی کرنا ظلم کی شکلیں ہیں، نفس زنا اور حرام خوری جیسی دوسری گندی خواہشات کی پیروی کر کے اپنے اوپر بھی ظلم کرتا ہے، یہ نفس کبھی کبھی اس شخص پر بھی ظلم کرتا ہے جس نے اس پر کوئی ظلم نہیں کیا ہو، ان برائیوں کا اثر رہتا ہی ہے گرچہ ان کا ارتکاب نہ کرے، لیکن جب دوسروں کو ظلم کرتے ہوئے یا خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے پاتا ہے تو اس کے خواہشات یا ظلم کا داعیہ کافی بڑھ جاتا ہے[2]۔

---

(۱) سورہ یوسف، آیت: (۵۳)۔

(۲) ابن تیمیہ، الامر بالمعروف والنہی عن المنکر ص (۴۱-۴۰)۔

اس لیے نفس کے ساتھ جہاد کرنا ایک عظیم کام ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ وَنَهَى ٱلنَّفْسَ عَنِ ٱلْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ ٱلْجَنَّةَ هِىَ ٱلْمَأْوَىٰ ۝﴾[1] ترجمہ: جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا تو اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

ابن القیم نے جہاد کو چار مراتب میں تقسیم کیا ہے:

نفس کے ساتھ جہاد کرنا، شیطان کے ساتھ جہاد کرنا، کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرنا۔

جہاد نفس کے چار مراتب ہیں:

۱- اس سراپا ہدایت وبرحق دین کو سیکھنے کے لیے جہاد کرنا جس کے بغیر دنیا وآخرت میں فلاح وبہبود ممکن نہیں۔

۲- اس دین کو سیکھنے کے بعد اس پر عمل کرنے کے لیے جہاد ومجاہدہ کرنا۔

۳- اس دین کی دعوت وتبلیغ کے لیے جہاد کرنا۔

۴- دعوت کی راہ میں آنے والی مشقتوں پر صبر کرنے کے لیے جہاد ومجاہدہ کرنا۔

دوسرا نمبر: شیطان کے ساتھ جہاد کرنا اور اس کے دو مراتب ہیں

۱- شیطان کے ان ایمان منافی شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لیے جہاد کرنا جو بندے کے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔

۲- شیطان کے فاسد خیالات اور خواہشات کے خلاف جہاد کرنا، نفس کی اصلاح کا سب سے پہلا اسٹیج یہ ہے کہ مجاہدہ کے لیے صبر سے کام لیا جائے؛ اس لیے کہ یہ آسان نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے اور اس کے نتائج بندہ کے لیے دنیا وآخرت میں سراپا خیر ومسرتیں ہیں، اللہ تعالی نے تقوی اور صبر کے ثواب کے تعلق سے فرمایا: ﴿إِنَّهُۥ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُحْسِنِينَ ۝﴾[2] ترجمہ: جو تقوی اختیار کرے گا اور صبر کرے گا تو بے شک اللہ نیکو کاروں کا اجر برباد نہیں کرے گا۔ یعنی جو

---

(۱) سورہ النازعات، آیت: (۴۰-۴۱)۔

(۲) سورہ یوسف، آیت: (۹۰)۔

شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اجتناب کرے گا، مصائب وآلام پر اور اس کے اوامر بجالانے پر صبر کرے گا تو یہ نیکی ہے اور اللہ تعالی نیکی کرنے والوں کا اجر برباد نہیں کرتا[1]۔

ساتواں مبحث: دوراندیشی (حیات بعد الموت کا نظریہ)

دنیا کے بعد کی زندگی کا نظریہ اخلاقی برائیوں کو چھوڑنے اور اسلامی فضائل سے تمسک اختیار کرنے کا ایک قوی اور مؤثر محرک ہے، دنیا کو ہی آخری زندگی تصور کرنے کا نظریہ، دیناوی لذت کوشی اور ہواپرستی کو تاہ فہمی کی دلیل ہے جیسا کہ کمزور ایمان والوں کا حال ہے، اللہ تعالی نے اس کی وضاحت کرتے اور اس کے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلۡ تُؤۡثِرُونَ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا ١٦ وَٱلۡأٓخِرَةُ خَيۡرٞ وَأَبۡقَىٰٓ ١٧﴾[2] ترجمہ: بلکہ تم لوگ دنیاوی زندگی کو ترجیح دے رہے ہو، حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

اس کا علاج-بشمول اخلاقی برائیوں کے خاتمہ اور ان کے علاج کے-اس بات کا علم ویقین ہے کہ یہ دنیا آزمائش وابتلاء کا گھر ہے اور یہ فنا ہو جانے والی ہے، اللہ تعالی مے فرمایا: ﴿وَلَنَبۡلُوَنَّكُم بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلۡخَوۡفِ وَٱلۡجُوعِ وَنَقۡصٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّـٰبِرِينَ ١٥٥ ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَٰبَتۡهُم مُّصِيبَةٞ قَالُوٓاْ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيۡهِ رَٰجِعُونَ ١٥٦﴾[3] ترجمہ: اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان پر صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔ جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالٰی کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اور فرمایا: ﴿ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلۡمَوۡتَ وَٱلۡحَيَوٰةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗاۚ وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡغَفُورُ ٢﴾[4] ترجمہ: جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھے کام کون کرتا ہے، اور وہ غالب (اور) بخشنے والا ہے۔ اور فرمایا: ﴿إِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى ٱلۡأَرۡضِ زِينَةٗ لَّهَا

---

(۱) عبد الرحمن السعدی، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان (۲/۴۳۴)

(۲) سورہ الأعلی، آیت: (۱۶–۱۷)۔

(۳) سورہ البقرۃ، آیت: (۱۵۵–۱۵۶)۔

(۴) سورہ الملک، آیت: (۲)۔

﴿لِنَبۡلُوَهُمۡ أَيُّهُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗا ۝٧﴾[1] ترجمہ: روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں آزمالیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے۔

اس زمین پر موجود لذیذ ماکولات و مشروبات، زرق برق لباس، درخت، نہریں، کھیتیاں، پھل، خوبصورت مناظر، دلکش باغات، مسحور کن آوازیں، حسین تصویریں، سونے چاندی، اونٹ وگھوڑے اور ان جیسی دوسری چیزوں کو اللہ تعالی نے اس دنیا کے لیے زینت اور لوگوں کے لیے فتنہ وآزمائش کا سامان بنایا ہے، لیکن اللہ تعالی کے حکم سے یہ تمام چیزیں فنا وبرباد ہو جائیں گی اور یہ لہلہاتی زمین چٹیل میدان میں تبدیل ہو جائے گی[2]۔

اگر انسان اس حقیقت سے واقف ہو جائے اور اس پر ایمان لے آئے تو اس کی نظر کیوں کر قاصر ہو گی اور تکلیف دہ فانی لذتوں کو آخرت کی خوشی و مسرت سے بھری دائمی لذتوں پر کیوں کر ترجیح دے گا، اللہ تعالی نے اس حقیقت کا وصف یوں بیان کیا ہے: ﴿إِنَّ لِلۡمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝٣١ حَدَآئِقَ وَأَعۡنَٰبٗا ۝٣٢ وَكَوَاعِبَ أَتۡرَابٗا ۝٣٣ وَكَأۡسٗا دِهَاقٗا ۝٣٤ لَّا يَسۡمَعُونَ فِيهَا لَغۡوٗا وَلَا كِذَّٰبٗا ۝٣٥ جَزَآءٗ مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابٗا ۝٣٦﴾[3] ترجمہ: یقینا پرہیزگار لوگوں کے لیے کامیابی ہے۔ باغات ہیں اور انگور ہیں۔ اور نوجوان کنواری ہم عمر عورتیں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام شراب ہیں۔ وہاں نہ تو وہ بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ ہی جھوٹی باتیں سنیں گے۔ (ان کو) تیرے رب کی طرف سے (ان کے نیک اعمال کا) یہ بدلہ ملے گا جو کافی انعام ہو گا۔

تو اسلامی تربیت کا یہ منہج اپنے متبعین سے اپیل کرتا ہے کہ وہ مستقبل اور اس کی خوشیوں پر اپنی نظریں مرکوز کر دے، فنا ہو جانے والی چیزوں اور ان کے چھن جانے کے درد و غم سے دوری اختیار کر لے، شہوت رانیوں اور ان کے دردناک نتائج سے پہلو تہی اختیار کر لے تاکہ بخشنے والے، محبت کرنے والے نہایت مہربان رب کے پاس ان لذتوں سے لطف انداز ہو سکے جو کبھی زائل اور فنا نہیں ہوں گی۔

---

(۱) سورہ الکھف، آیت: (۷)۔

(۲) عبد الرحمن السعدی، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان (۳/۱۴۳)

(۳) سورہ النبأ، آیت: (۳۱-۳۶)۔

امت پر مرتب ہونے والے بد اخلاقیوں کے اثرات

تمہید

افراد اور سماج پر بد اخلاقیوں کے بڑے آثار مرتب ہوتے ہیں، جن کی مختلف شکلیں ہیں، ان میں یہ بھی شامل ہے کہ دینداری مفقود ہونے لگتی ہے، معاشی حالت کمزور پڑ جاتی ہے، بغض و نفرت کو شہ ملتی ہے، سماجی ڈھانچہ کمزور ہوتا ہے اور اس میں سیندھ پڑ جاتی ہے، خاندان کے اندر اخلاقی برائیاں پھیلنے لگتی ہیں، سماج کا امن غارت ہو جاتا ہے اوور اس کی نفسیاتی اور جسمانی صحت متاثر ہوتی ہے۔

قرآن کریم اور سنت نبویہ میں ہمارے لئے یہ درس و موعظت موجود ہے کہ قارون نے جب سر کشی اور تکبر کا مظاہرہ کیا تو اللہ نے اسے زمیں دوز کر دیا، اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَخَسَفْنَا بِهِۦ وَبِدَارِهِ ٱلْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُۥ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُۥ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ ٱلْمُنتَصِرِينَ ۝٨١﴾ [سورۃ القصص:۸۱].

ترجمہ: آخر کار ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لئے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا۔

وہ بستی جو اللہ کی نعمتوں پر اترانے لگی تھی، اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے:

﴿وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ ءَامِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ ٱللَّهِ فَأَذَٰقَهَا ٱللَّهُ لِبَاسَ ٱلْجُوعِ وَٱلْخَوْفِ بِمَا كَانُوا۟ يَصْنَعُونَ ۝١١٢﴾ [سورۃ النحل:۱۱۲].

ترجمہ: اللہ تعالی اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی، پھر اس نے اللہ تعالی کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالی نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔

اللہ تعالی قوم لوط کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ۝٨٢﴾ [سورۃ ھود:۸۲].

ترجمہ: پھر جب ہمارا حکم آپہنچا، ہم نے اس بستی کو زیر زبر کر دیا، اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکر یلے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔

اس باب میں امت مسلمہ پر مرتب ہونے والے اثرات کو درج ذیل سات مباحث کے تحت بیان کیا گیا ہے:

- دینی اثرات۔
- امنی اثرات۔
- صحتی اثرات۔
- نفسیاتی اثرات۔
- سماجی اثرات۔
- خاندانی اثرات۔
- معاشی واقتصادی اثرات۔

پہلا مبحث:

دینی اثرات

اخلاقیوں برائیوں کے ارتکاب سے افراد واقوام کی دینداری میں خلل پیدا ہوتا ہے، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی عداوت ظاہر ہوتی ہے، اس دین کی بدنما تصویر سامنے آتی ہے، اسلام کی حقیقی تصویر سے صرف نظر کرتے ہوئے انہی بداخلاقیوں کو مہرہ بناکر دشمنان اسلام دین اسلام کی ایسی تصویر کشی کرتے ہیں جس سے اس کے متبعین کا اخلاقی انحراف سامنے آتا ہے، اخلاقی برائیوں پر مرتب ہونے والے دینی اثرات کو ذیل میں نمایاں کیا جارہا ہے:

۱-اسلام کی حقیقی تصویر کو مسخ کرنا:

یہ کوئی پوشیدہ امر نہیں کہ اسلام اس دین اور ملت کا نام ہے جسے رب العالمین نے انس وجن کے لئے پسند فرمایا، اسے لے کر روح الامین رسول کریم وامین محمد بن عبد اللہ ﷺ پر نازل ہوئے، شریعت آپ ﷺ کے قلب اطہر پر صاف اور روشن شکل میں نازل ہوئی، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"میں نے تم کو ایک ایسے صاف اور روشن راستہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس راستہ سے میرے بعد صرف ہلاک ہونے والا ہی انحراف کرے گا"۔

نبی کریم ﷺ اس نیر وتاباں دین پر قائم ودامن رہے اور اپنے صحابہ کو بھی آپ نے اس کی تربیت فرمائی، چنانچہ صحابہ کرام نے ہمارے اور تمام دنیاوالوں کے لئے اس دین کی زندہ، سچی، درست اور روشن وتاباں تصویر پیش کی جسے لوگوں نے دیکھا اور محسوس کیا، اور اس سے متاثر ہو کر جوق درجوق دین اسلام میں داخل ہوئے، جیسا کہ اللہ تعالی نے بیان فرمایا ہے:

﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ ۝١ وَرَأَيۡتَ ٱلنَّاسَ يَدۡخُلُونَ فِي دِينِ ٱللَّهِ أَفۡوَاجٗا ۝٢ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَٱسۡتَغۡفِرۡهُۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابَۢا ۝٣﴾ [سورۃ النصر:۱-۳].

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔ اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق درجوق آتا دیکھ لے تو اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعامانگ، بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

جب اسلامی ممالک میں اخلاقی برائیوں کا رواج ہو گیا اور مسلمانوں نے اپنے اعمال و کردار سے اسلامی کی مسخ شدہ تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنی شروع کر دی، جس کے نتیجہ میں لوگوں کو یہ وہم ہونے لگا کہ یہی اسلام کی حقیقی تصویر ہے جسے اس کے متبعین اپنے اخلاق و کردار سے پیش کرتے ہیں، اسلامی معاشرہ میں چوری وڈاکہ زنی اور دھوکہ و فریب عام ہو گیا، اس کے افراد کے درمیان پوشیدہ اور علانیہ ہر سطح پر شراب نوشی اور زنا کو رواج ملنے لگا، کافر ممالک میں رہنے والے مسلمان اپنے اخلاق واطوار میں کافروں کی روش کی ہو بہو نقل کرنے لگے ، ان کے کردار سے ظلم وزیادتی، کبر و غرور اور جبر وتعدی ظاہر ہونے لگی، بسا اوقات یہ سارے جرائم اسلام کے نام پر بھی انجام دئے گئے، انجام کار دنیاوالوں کے سامنے دین الٰہی کی مسخ شدہ شکل وصورت ظاہر ہوئی اور وہ بدگمانی کے شکار ہو گئے۔

اس لئے مسلمان کو دنیاوآخرت میں مرتب ہونے والے اخلاقی برائیوں کے سنگین اثرات سے آگاہ رہنا چاہئے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "جس نے اسلام میں آکر کسی بری چال ڈالی- جس سے اسلام نے منع کیا ہے- اس کے اوپر اس کے عمل کا بھی بار ہے اور ان لوگوں کا بھی جو اس کے عبد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا بار کچھ گھٹے "[1]۔

۲- دین اسلام دشمنوں کی تنقید اور بے جا تبصرہ کا نشانہ بنتا ہے:

جب اسلام کے متبعین کے درمیان اخلاقی برائیاں عام ہو جاتی ہیں تو دشمنان اسلام کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ اپنے زبان وبیان اور وسائل اعلام کے ذریعہ اسلام پر ناروا تنقید کریں، ہماری اس کوتاہی کو ہمارے دشمن، دین قویم پر سیندھ مارنے کے لئے ایک ذریں موقع کی طرح استعمال کرتے ہیں۔

جب چند مسلم خواتین نے اسلامی حجاب کو ترک کر دیا اور بے پردگی اور عریانیت کی شکل میں بداخلاقی کا مظاہرہ کرنے لگیں تو اسلام دشمنوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اگر وہ اسلام کے نظام حجاب کے خلاف آواز اٹھائیں گے تو خود مسلمانوں میں سے ان کی آواز میں آواز ملانے والے حامی مل جائیں گے ، چنانچہ دشمنوں نے قلم و قرطاس ، صحیفہ وصحافت اور میڈیا جیسے اسلحہ جات کے ساتھ اسلامی حجاب کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا۔

اسلام دشمنوں کو اسلام کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت اسی وقت ہوتی ہے جب ان کے لئے راہ ہموار ہوتی ہوئی نظر آتی ہے، اللہ کا فرمان ہے:

---

(۱) مسلم: ۲/ ۷۰۵ حدیث نمبر: ۶۹-۱۰۴

﴿إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُواْ لَكُمْ أَعْدَآءً وَيَبْسُطُوٓاْ إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِٱلسُّوٓءِ وَوَدُّواْ لَوْ تَكْفُرُونَ ۝٢﴾ [سورة الممتحنة:٢].

ترجمہ: اگر وہ تم پر کہیں قابو پالیں تو وہ تمہارے کھلے دشمن ہو جائیں اور برائی کے ساتھ تم پر دست درازی کرنے لگیں اور دل سے چاہنے لگیں کہ تم بھی کفر کرنے لگ جاؤ۔

یعنی کہ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو اپنے گفتار و کردار کے نشتر سے تمہیں زخمی کرنے میں ذرا بھی باک نہ کریں[1]۔

عالم اسلام کی موجودہ صورت حال پر غور کرنے والا انسان بخوبی جانتا ہے کہ آج کس قدر اسلام پر تنقیدیں کی جارہی ہیں، بطور خاص آزادی نسواں سے متعلق کس زور سے آوازیں اٹھ رہی ہیں، اور یہ تبصرہ کیا جارہا ہے کہ اسلام خواتین اور حضرات کے درمیان عدل و مساوات کا قائل نہیں۔

اس نعرہ کے پیچھے دشمنوں کی یہ بدنیتی کارفرما ہے کہ عورت کو اس کے گھر اور تربیتی ذمہ داریوں سے باہر نکال کر تجارت گاہ، کل کارخانوں اور ہسپتال میں مردوں کے شانہ بہ شانہ ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا جائے، جس کے نتیجے میں اسلامی اخلاق واقدار کی بنیاد اسی طرح منہدم ہو کر رہ جائے جس طرح کافروں کے سماج میں اخلاقی گراوٹ کی صورت حال ہے۔

۳-لوگوں کا اسلام قبول کرنے سے متنفر ہونا:

جب امت کے افراد کے درمیان اخلاقی گراوٹیں رواج پالیتی ہیں تو امت اسلامیہ کو دینی اعتبار سے اس خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ دوسری اقوام کے لوگ اسلام سے متنفر ہونے لگتے ہیں، کیوں کہ جو شخص قبول اسلام کا اعلان کرتا ہے وہ اس دینی پیاس کو بجھانے کے لئے کرتا ہے جس کا علاج اسے دیگر ادیان میں نہ مل سکا اور نہ مل سکتا ہے، لیکن اتنا پیاسا انسان جب یہ دیکھتا ہے کہ مسلمان بھی انہی اخلاقی برائیوں میں لت پت ہیں تو یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ یہی اسلام کا پیش کردہ طرز حیات ہے، چنانچہ وہ اس دین سے بھی منحرف ہو جاتا ہے، دین کے ان پیاسوں کو دین سے برگشتہ کرنے کی وجہ ہم مسلمانوں کے اخلاق کی گراوٹ اور کردار کی کجی ہوتی ہے۔

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم: ۴/ ۳۱۷

اس کی ایک نمایاں مثال یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے والے ایک یہودی نے اپنی دینی پیاس کو سیراب کرنے کے لئے مختلف ادیان کا مطالعہ کیا اور بحث و تحقیق میں سر کھپایا، لیکن ہر چند کہ وہ عرب ممالک میں اقامت پزیر تھا، کبھی اسلام سے متاثر نہیں ہوا، وہ اپنی روداد یوں بیان کرتا ہے کہ: یہ ایک عجیب سی بات ہے کہ عرب ممالک میں رہنے کے باوجود بھی اسلام کے تئیں میری توجہ اور بیداری نہایت معمولی اور سطحی تھی، لیکن لندن میں جب اسلام کے ایک مشہور داعی سے میری شناسائی ہوئی تب مجھے معلوم ہوا کہ عرب کے مسلمان غیر مسلموں کے سامنے دین کا تعارف پیش کرنے میں کس قدر کوتاہ ہیں(۱)۔

سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ یہ شخص عرب ممالک میں مقیم ہونے کے باوجود مسلمانوں سے متاثر نہیں ہوا؟ جب کہ ایک بریطانی لشکر کا قائد صرف اس وجہ سے اسلام قبول کرتا ہے کہ اس کے سامنے ایک مسلمان اپنے عمل سے اسلام کی سچی تصویر پیش کر رہا ہوتا ہے۔ ایک نو مسلم بیان کرتا ہے کہ: وہ بورما کے سمندری علاقہ میں ایک سفینہ پر سیر کر رہا تھا، اس کشتی کا ناخدا اشیتاتونگ کا رہنے والا کوئی مسلمان تھا جو اپنے پیشہ میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا پاسدار، اپنے مذہب کے تئیں مخلص، وقت پر نماز کی ادائگی کا پابند اور تقوی شعار انسان تھا، اپنی ان خوبیوں کے سبب نہ صرف وہ میرے احترام کا حقدار تھا، بلکہ اس نے میرے اندرون میں یہ جستجو بھی پیدا کر دیا کہ آخر یہ کیسا دین ہے جو اس انسان کے اخلاق و کردار میں اس قدر رچا بسا ہوا ہے کہ اس کی ہر ایک حرکت سے تقوی و بندگی کی بو پھوٹتی نظر آتی ہے(۲)۔

گویا امت اسلامیہ کے افراد اپنے قول و عمل سے ایسا نیک صالح نمونہ پیش کر سکتے ہیں جس سے لوگوں کے اندر دین کی محبت پیدا ہو، اگر وہ دین کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں جن میں اسلام کے اخلاق حسنہ بھی شامل ہیں، تو غیروں کے دل میں دین کی طلب اور معرفت کا شوق بھی اجاگر کر سکتے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف یہی مسلمان اپنی بد اخلاقیوں اور کالے کرتوت سے دنیا والوں کے سامنے دین حنیف کی بھدی اور مسخ شدہ تصویر بھی پیش کرتے ہیں۔

۴-دین کو نشانہ بنا کر ملت کو کمزور کیا جاتا ہے:

---

(۱) عبد الحمید السحیبانی، لماذا أسلمنا: ۱۳۳

(۲) سابق مرجع: ۱۳۶

قوم وملت کی قوت اس میں ہے کہ وہ اپنے دین پر قائم ودائم رہے، اس کی کمزوری اور رسوائی اس میں ہے کہ دین وعقیدہ سے اس کا رشتہ کمزور ہو جائے، عین اسی طرح جس طرح امت کی مضبوطی میں دین کی قوت اور امت کی کمزوری میں دین کی کمزوری ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ کس طرح بادشاہ وسلاطین کی قوت کو دین کے لئے باعث تقویت بتایا گیا ہے (یقینا اللہ تعالی سلطان کے ذریعہ وہ تبدیلی لاتا ہے جو بسا اوقات قرآن کے ذریعہ بھی نہیں لاتا) جب ایسی بات ہے تو آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سلطان کی قوت کے ساتھ جب ایمانی قوت شامل ہو جائے تو قوت کس قدر دوبالا ہو جائے گی؟!۔

سماج میں بداخلاقیوں کا رواج پانا اس بات کا ثبوت ہے کہ دین کے متبعین کے اندر ایمانی کمزوری اور دین سے بے زاری در آئی ہے، سماج کے اس عمل سے دین بھی کمزور پڑتا ہے۔

نبی ﷺ کی اس حدیث پر غور فرمائیں: "قریب ہے کہ دیگر اقوام تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں" تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت ہوگے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہوگے، اللہ تعالی تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا" تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! وہن کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے"(1)۔

حدیث کے معنی یہ ہیں کہ: اہل کفر وضلال ایک دوسرے کو تمہارے خلاف آمادہ جنگ کریں گے، تمہاری شوکت کو زیر کرنے کے لئے وہ باہم متحد ہو جائیں گے، تمہارے اموال وجائداد کو ہڑپنے کے لئے وہ یکجا ہوں گے، بالکل اسی طرح جس طرح کھانے والی جماعت کے افراد ایک دوسرے کو بلا جھجھک کھانے کے پیالے کی طرف بلاتے ہیں، پھر یک جٹ ہو کر بغیر کسی تکان کے پوری صفائی کے ساتھ کھانا ہڑپ کر جاتے ہیں، ان کے یکجا ہو کر تم پر حملہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ تمہاری تعداد کم ہو گی بلکہ تم سمندر کی جھاگ کی طرح کثرت میں ہوگے۔ مسلمانوں کو جھاگ سے اس لئے تشبیہ دیا گیا ہے کہ ان کے اندر شجاعت وبہادری کم پائی جائے گی اور ان کی قدر ومنزلت میں بحران پیدا

---

(1) سنن ابی داود: ۴/ ۴۸۳-۴۸۴ حدیث نمبر: ۴۲۹۷ اسے امام البانی نے صحیح الجامع الصغیر میں صحیح کہا ہے: ۲/ ۱۳۵۹ حدیث نمبر: ۸۱۸۳-۳۲۵۷

ہو جائے گا، دشمن کے دل سے ان کا خوف نکل جائے گا اور اللہ ان کے دلوں میں کمزوری پیدا کر دے گا، گویا وہن سے آپ ﷺ کی مراد اس پر مرتب ہونے والے اثرات ہیں، اسی لئے آپ نے اس کی تفسیر دنیا کی چاہت اور موت کی ڈر سے کی[1]۔

جب مسلم معاشرہ میں اخلاقی برائیاں اس قدر پھیل جائے کہ ہر طرف بدکرداری کا دور دورہ ہو تو پھر اس قوم کے دل میں وہن ڈال دیا جاتا ہے، جس سے مسلمانوں کی وہ قوت پسپا ہو جاتی ہے جسے بلند وبالا اور زور آور ہونا چاہئے تاکہ پوری قوت کے ساتھ دین کی نشر واشاعت ہو سکے۔ فرزندان ملت اسلامیہ کے لئے یہ وقت آگیا ہے کہ وہ دینی بے راہ روی اور اخلاقی انحراف پر مرتب ہونے والے دنیاوی واخری اثرات کی سنگینی سے باخبر رہیں۔

---

(۱) عظیم آبادي، عون المعبود شرح سنن ابی داوٗد: ۱۱ / ۴۰۴-۴۰۵

دوسرا مبحث:

امن وامان سے متعلق اثرات

انفرادی، اجتماعی اور ملکی امن وشانتی کو سعادت آفریں اور پر سکون زندگی کا ایک اہم سبب اور معاشی اور تہذیبی ترقی کا نمایاں عنصر شمار کیا جاتا ہے۔

اسلام نے انفرادی، اجتماعی اور انسانی امن وسکون کو نہایت اہم مقام دیا ہے، بلکہ سعادت کے تین اہم عناصر میں امن کو شامل کیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کا جسم صحیح سلامت ہو، اس کی جان امن وامان میں ہو اور اس دن کا کھانا بھی اس کے پاس ہو تو گویا اس کے لئے دنیا اکھٹی ہو گئی"[1]۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ناحق کسی ایک انسان کی قتل کو تمام انسانوں کی قتل بتایا ہے تاکہ سماج میں امن بحال رہے، اور فساد وبگاڑ سے لوگوں کو ہوشیار رکھا جائے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿مَن قَتَلَ نَفۡسَۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ أَوۡ فَسَادٖ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعٗا وَمَنۡ أَحۡيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحۡيَا ٱلنَّاسَ جَمِيعٗاۚ﴾ [سورۃ المائدۃ:٣٢].

ترجمہ: جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا، اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

اسلام نے جان ومال کی تباہی، سماج ومعاشرہ کے فساد اور اقوام وملل کے بگاڑ کو روکنے کے لئے اخلاقی برائیوں کی تمام شکلوں سے منع کیا ہے، اسی وجہ سے زنا، لواطت، شراب نوشی، منشیات، غیبت وچغلخوری، جھوٹ اور دروغ گوئی جیسی تمام اخلاقی جرائم کو حرام قرار دیا ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿قُلۡ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلۡفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلۡإِثۡمَ وَٱلۡبَغۡيَ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ﴾ [سورۃ الأعراف:٣٣].

ترجمہ: آپ فرمایئے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو۔

---

(١) ترمذی: ٤/ ٥٧٥-٥٧٦ حدیث نمبر: ٢٥١٦، احمد: ١/ ٢٩٣ امام البانی نے الجامع الصغیر میں اسے حسن کہا ہے: حدیث نمبر: ٦٠٤٢

ان اخلاقی برائیوں پر بہت سے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں جو امت کے امن وسکون کو غارت کر دیتے ہیں ،ہم انہیں ذیل میں ذکر کر رہے ہیں:

۱- قتل وخوں ریزی: اخلاقی برائیوں کے پھیل جانے سے جو مفاسد رونما ہوتے ہیں ان میں یہ بھی شامل ہے کہ بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معمولی اسباب کی بنیاد پر ناحق خون بہایا جائے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ مثال کے طور وہ شخص جو چند دراہم صرف اس لئے چراتا ہے کہ اپنی بری عادت کی تسکین کے لئے منشیات خرید سکے، یا اس وجہ سے کسی کی جان لے کہ کوئی انسان عام سی بات پر اسے غصہ دلا دے، یا اس وجہ سے کسی کا خون کر بیٹھے کہ مقتول کے مال ودولت پر اپنا قبضہ جما سکے[۱]۔

امت کے اندر قتل عام ہو جانے سے معاشرہ کا امن غارت ہو جاتا ہے، اس کے افراد کے مابین خوف وہراس کا ماحول پیدا ہوتا ہے، معاملات اور مقاصد کے سلسلے میں لوگوں کے درمیان شک اور بدگمانی جنم لیتی ہے۔

۲-فوجی طاقت کی کمزوری: جب کسی قوم کے افراد منشیات کے عادی ہو جاتے ہیں تو ان کی فوجی قوت کمزور پڑ جاتی ہے، کیوں کہ فوج اور لشکر میں سماج کے لوگ ہی شامل ہوتے ہیں، فوج کے اندر بھی وہی خصلت وخوبی رائج ہوتی ہے جو اس کی قوم میں رائج ہوتی ہے، جب قوم کے اندر شراب نوشی اور منشیات کا رواج ہوتا ہے تو وہ قوم کمزور ہو جاتی ہے، اور اس کے درمیان سے امن وامان اور سکون واطمنان غارت ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جب اس قوم میں جنسی بے راہ روی عام ہوتی ہے تو اس کی فوجی قوت بھی متاثر ہوئے بنا نہیں رہتی، اس کی دلیل فرانس کا یہ تلخ تجربہ ہے کہ جب فرانس کی فوج میں جنسی بے راہ روی پھیل گئی تو اس کی جسمانی قوت بھی اضمحلال کا شکار ہو گئی جو دن بدن کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی، بیسویں صدی کے آغاز میں فرانس حکومت نے فوج کی تقرری کے لئے جسمانی تندرستی اور بدنی قوت جیسے شروط کے سلسلے میں تساہل اختیار کیا، جس کی وجہ سے پہلی عالمی جنگ کے ابتدائی دو سالوں میں جنسی بے راہ روی کے نتیجے میں پیدا ہونی والی متعدی بیماری کے سبب حکومت کو جتنی

---

(۱) دیکھیں: التربیۃ الروحیۃ، اکرم ضیاء العمری: ۲۴۴

فوج بر طرف کر کے ہسپتال بھیجنے پڑے ان کی تعداد بچھتر ہزار تک پہنچتی ہے، ایک وقت میں صرف ایک کیمپ کے اندر اس بیماری کے شکار ہونے والے ۲۴۲ فوجی تھے[۱]۔

۳-اغوااور غصب: اخلاقی بے راہ روی کی ایک تباہ کاری یہ بھی ہے کہ یہ مجرمین اپنی جنسی وجسمانی خواہش کی تسکین کے لئے غصب اور اغوا کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، جس سے سماج ومعاشرہ سے امن وامان کافور ہو جاتا ہے، اس کی وجہ صرف اخلاقی کجی اور کردار کا انحراف ہے۔

۴-عمداً تخریب کاری کرنا: اخلاقی بگاڑ کے اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ جائداد اور ثروت واثاث کی بالقصد تخریب کاری کی جاتی ہے، مثال کے طور پر کوئی انسان اپنے عہد وپیمان اور ضمانت کو مخفی رکھنے کے لئے یا کسی عامل کو نقصان پہنچانے کی غرض سے یاچوری[۲] اور قتل جیسے جرائم پر پردہ ڈالنے جیسے دیگر اسباب کی بنیاد پر شعلہ زنی کرے، جس کی جرات صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو اخلاق بد کا حامل ہو، ایسا کرنے سے امت کے اندر بدامنی اور بے اطمنانی کے فضا پیدا ہوتی ہے۔

۵-چوری وڈاکہ زنی: جب بد اخلاق لوگوں کی جانب سے اخلاقی بے راہ روی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور چوری وڈاکہ زنی امت کے اندر پھیل جاتی ہے تو پوری قوم میں بے اطمنانی اور بے چینی کا ماحول برپا ہو جاتا ہے، ان مجرموں کے اندر نہ تو وہ دین داری اور خشیت الٰہی ہوتی ہے جو انہیں جرم سے باز رکھ سکے اور نہ ہی انہیں اس بات کا کوئی خدشہ ہوتا ہے کہ امن پسند عناصر جرم کی پاداش میں ان کی سخت گرفت کریں گے۔ اسی لئے ان جیسے مجرموں کا علاج اسلام کے نظام تربیت میں ہی موجود ہے۔

۶-چور بازاری اور اسمگلنگ: بد اخلاقی کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اخلاقی گراوٹوں کے حاملین پوشیدہ طور پر ممنوعہ اشیاء کی خرید وفروخت کر کے انہیں سماج میں عام کرتے ہیں، انجام کار معاشرہ میں انحراف اور بے راہ روی کے اسباب وعوامل رائج ہو جاتے ہیں، مثلا جنسی فلموں کی کیسٹوں کی چور بازاری، فساد انگیز اور فحش لٹریچر کی خرید

(۱) أبو الاعلى المودودي، الحجاب: ۱۰۱-۱۰۲

(۲) محمد علی حیدر، مختصرات الدراسات الأمنية: ۶/ ۲۰۹

وفروخت، حرام تصویروں اور منشیات اور نشہ آور اشیاء کی اسمگلنگ، جن سے امت کا امن وامان متزلزل ہوتا ہے اور معاشرہ میں بے قراری کی فضا بنتی ہے۔

کسی سماج کے امن وامان سے متعلق اعداد وشمار پر مبنی رسرچ میں یہ منکشف ہوا ہے کہ معاشرہ میں زہریلے اشیاء کی آمد کے جتنے بھی طریقے ہیں وہ سارے ممنوعہ اور غیر نظامی طریقے ہیں[1]۔

۷-حقد وحسد اور نفرت وعداوت: اخلاقی جرائم اور منکرات پر غور کرنے والا انسان جان سکتا ہے کہ ان سے امت کی دیوار پر حقد وحسد اور بغض وعداوت کی عمارت کھڑی ہوتی ہے، اور امت کی بنیاد میں سیندھ پڑتی ہے، غیبت وچغلخوری اور حقد وحسد وہ پھاوڑا ہے جس سے امت کے امن وامان کو منہدم کیا جاتا ہے کیوں کہ اس سے بغض ونفرت جنم لیتی ہے جو باہمی عداوت کا سبب بنتی ہے اور اس عداوت کے اثرات سماج کے امن وامان پر منعکس ہوتے ہیں۔

دیگر اخلاقی برائیوں سے بھی حقد وحسد، بغض ونفرت اور عداوت ودشمنی کی بیج پڑتی ہے جس سے معاشرہ کا امن وامان متاثر اور متزلزل ہوتا ہے۔

---

(۱) دیکھیں: الظواھر الاجتماعیۃ لظاھرۃ الإدمان، السید متولی العشماوی: ۲/ ۱۰۲-۱۰۳

تیسرا مبحث:

صحت وتندرستی سے متعلق بد اخلاقیوں کے برے اثرات

اسلام نے جس چیز سے بھی منع کیا ہے اس میں بڑی بھلائیاں اور عظیم حکمتیں پوشیدہ ہیں، اور جس چیز کا بھی حکم دیا ہے اس پر عمل کرنے میں دنیاو آخرت کی سعادت مضمر ہے، چنانچہ اسلام نے اخلاقی برائیوں سے اس لئے منع فرمایا ہے کیوں کہ یہ برائیاں انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لئے مضرات ونقصانات کا سبب بنتی ہیں، جن میں جسمانی صحت اور نفسیاتی تندرستی سے متعلق نقصانات بھی شامل ہیں، اخلاقی برائیوں میں زنا، لواطت، شراب نوشی اور منشیات کا استعمال، فلم بینی اور محرمات کا مشاہدہ بھی داخل ہے، یہ وہ فواحش اور منکرات ہیں جن سے جاں توڑ بیماریاں جنم لیتی ہیں اور اعضاء وجوارح کو لاغر اور نفسیات کو مریض بنادیتی ہیں، ان سنگین امراض میں سے درج ذیل امراض بطور خاص قابل ذکر ہیں:

۱-ایڈز:

یہ دراصل قوت مدافعت کی کمی کا نام ہے، جس کا ظہور سنہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء میں ہوا، یہ بیماری زنا اور لواطت اور خون منتقل کرنے والے آلات کے ذریعہ ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہوتی ہے، اس کے شکار زیادہ تر وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہم جنسی میں مبتلا ہوتے ہیں، ایڈز ایک وائرس کا نام ہے جو سفید خلیوں کا خاتمہ کرکے جسم کو دفاعی قوت سے محروم کر دیتا ہے، جس سے ان باریک حشرات اور بیکٹریاز کے لئے راہ ہموار ہو جاتی ہے جو انسانی جسم میں مختلف قسم کے انفکشن اور کینسر کے حالات پیدا کرتے ہیں۔ امریکا میں ایڈز کی بیماری اس قدر عام ہو چکی ہے کہ روزانہ دس سے بارہ آدمی اس مرض کا شکار ہوتا ہے[۱]۔

۲-آتشک (syphilis) کی بیماری:

یہ ایک ایسی بیماری ہے جس سے ایک قسم کی بیکٹیریا پیدا ہوتی ہے، جو جنسی تعلق کے ذریعہ ایک انسان سے دوسرے انسان کے جسم میں منتقل ہوتی ہے، اس کی ابتدائی علامت یہ ہے کہ جسم کے کچھ حصے پر چھالے پڑنے لگتے

---

(۱) توفیق محمد عزالدین، دلیل الانفس بین القرآن الکریم والعلم الحدیث: ۴۰۸-۴۰۹ مع اختصار

ہیں جو دھیرے دھیرے پورے جسم میں پھیل جاتے ہیں، اس کی نشانی یہ بھی ہے کہ سر چکرائے، بخار آئے اور خون کم ہو جائے۔ تیسرے مرحلہ میں یہ بیماری جان لیوا بن جاتی ہے جب اس کی رسائی دل اور مرکزی نظام اعصاب (central nervous system) تک ہو جاتی ہے، اس کی وجہ سے مرکزی نظام اعصاب کو فالج لاحق ہو جاتا ہے جو بسا اوقات جنون کا سبب بنتا ہے[1]۔

۳- گرانولوما انجنیل(Granuloma Inguinale):

یہ ایک متوسط درجہ کی متعدی بیماری ہے، یہ بیماری اعضاء تناسل کے ظاہری حصہ میں لاحق ہوتی ہے، یہ سرخ پھوڑے کی شکل میں ہوتی ہے جو بہت زیادہ جڑ پکڑ لیتی ہے، بڑی پریشانی سے اس کا زخم بھرتا ہے، جب اس مریض کو کوئی ثانوی درجہ کی متعدی بیماری لاحق ہو جاتی ہے تو زخم اور تکلیف دہ بن جاتا ہے، اگر وقت پر صحیح علاج نہ ہو پائے تو سخت قسم کی لاغری، وزن کی کمی اور پھر موت کا سبب بنتی ہے[2]۔

۴- پھیپھڑے کا کینسر:

سگریٹ نوشی کے نتیجے میں انسان کے نظام تنفس کو لاحق ہونے والی سنگین ترین بیماریوں میں پھیپھڑے کا کینسر بھی ہے، اطباء نے سگریٹ کی ایک خاص کمیت پر طبی تجربہ گاہ میں تجربہ کے لئے اسے جانوروں کی جلد پر رکھا تو بہت جلد ان جانوروں کو جلد کا کینسر لاحق ہو گیا، انہوں نے دوبارہ یہ تجربہ کیا اور ان جانوروں کو سگریٹ کا دھنواں دیا، اس سے ان جانوروں کو پھیپھڑے کا کینسر لاحق ہو گیا[3]۔

۵- جگر کا پگھلنا:

شراب نوشی اور منشیات کے استعمال سے جگر پگھلتا اور کمزور ہوتا ہے، ساتھ ہی اپنا کام کرنا بھی بند کر دیتا ہے، بسا اوقات اس میں ورم بھی آجاتا ہے، اعداد و شمار بتلاتے ہیں کہ فرانس کے اندر سنہ ۱۹۶۹ء میں جگر کے پگھلنے سے ہونے والی اموات کی تعداد ۲۵۰۰۰ سے زائد ہے[4]۔

---

(۱) عبد الرحمن واصل، مشکلات الشباب الجنسیۃ والعاطفۃ: ۱۴۸-۱۴۹

(۲) سابق مرجع

(۳) فرج زهران، المسکرات أضرارها وأحکامها: ۲۹۶

(۴) سابق مرجع: ۲۰۲

٦- جنسی کمزوری:

نشہ کی عادت عورت کی بچہ دانی کو کمزور اور چھوٹا کر دیتی ہے، ایک طبیب کا کہنا ہے کہ: میں نے شراب کی عادی خواتین کا پوسٹ مارٹم کرنے کے دوران یہ مشاہدہ کیا کہ ان کی بچہ دانی سخت، کمزور اور چھوٹی ہو جاتی ہے، اور ٨٦٪ حوادث میں مادہ منویہ بھی مفقود پایا گیا، اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ شراب کے عادیوں کے اندر پائے جانے والے بانجھ پن کے حقیقی اسباب کیا ہیں[١]۔

٧- اعصابی نظام کا کمزور ہو جانا:

منشیات کا استعمال بلاواسطہ طور پر اعصاب کو متاثر کرتا ہے، پہلے اعصاب میں بے حسی پیدا ہوتی ہے، پھر ڈھیلا پن آتا ہے اور اس کے بعد فالج کا حملہ ہوتا ہے، اس کے نتیجہ میں ارتعاش، جھرجھری، جوڑوں کا درد اور پٹھوں کی کمزوری بھی پیدا ہوتی ہیں[٢]۔

٨- نفسیاتی بے چینی و بے قراری:

اخلاقی بے راہ روی سے نفسیاتی بے چینی اور اندرونی بے قراری پیدا ہوتی ہے، کیوں کہ بے راہ روی کا شکار انسان گمراہی کے احساس، سماج و معاشرہ کا اس کے اخلاق و کردار سے متنفر ہونے، اس کا اللہ کے راستے سے دور رہنے اور ذکر الٰہی سے محروم ہونے کی وجہ سے باطنی اذیت میں مبتلا رہتا ہے، ذکر الٰہی سے دور رہنے کی وجہ سے اس کی بے چینی و بے قراری مزید شدت اختیار کر لیتی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ ٱلرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُۥ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾﴾ [سورة الزخرف:٣٦].

ترجمہ: اور جو شخص رحمن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے۔

جب شیطان انسان پر حاوی ہو جاتا ہے تو اس پر بد خیالی اور فکر مندی مسلط کر کے اسے بے چینی و بے قراری میں مبتلا کر دیتا ہے۔

---

(١) صالح آل منصور، موقف الإسلام من الخمر: ٢٥

(٢) سابق مرجع: ٢٦

اس کے بر عکس اللہ سبحانہ وتعالی کی یاد اور ذکر سے دلوں کو اطمنان وسکون اور نفس کو راحت وامان حاصل ہوتا ہے، اللہ کا فرمان ہے: ﴿ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكۡرِ ٱللَّهِۗ أَلَا بِذِكۡرِ ٱللَّهِ تَطۡمَئِنُّ ٱلۡقُلُوبُ ٢٨ ﴾ [سورۃ الرعد:۲۸]

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمنان حاصل کرتے ہیں۔ یادرکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

نفسیاتی بے چینی اور باطنی بے قراری کو بڑھانے میں غیبت وچغلخوری کا جو اثر ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، کیوں کہ چغلخوری کے نتیجے میں جو لاتعلقی، قطع رحمی، بے رخی اور عداوت ودشمنی پیدا ہوتی ہے اس سے چغلخور کے اندر نفسیاتی اذیت اور تکلیف پیدا ہوتی ہے، اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ جس لاتعلقی، قطع رحمی، بے رخی اور عداوت سے گزر رہا ہے وہ سب خود اس کے کئے کا نتیجہ ہے، اس احساس سے اس کی اذیت وحسرت اور فزوں تر ہو جاتی ہے۔

حسد ایسی بیماری ہے جس میں بے اطمنانی وبے قراری کے تمام اسباب یکجا ہو جاتے ہیں، جب بھی حاسد محسود کو کسی نعمت میں دیکھتا ہے، اس کا غصہ بھڑک اٹھتا ہے، رات کا چین چھن جاتا ہے، آنکھ کی نیند اڑ جاتی ہے اور وہ فکر مندی میں مبتلا ہو جاتا ہے، کسی کروٹ اسے سکون نہیں ملتا، بے چین پرندہ کی طرح اس کی حالت ہو جاتی ہے، وہ لوگوں کی حالات پر تو بڑی تیز نگاہ رکھتا ہے، لیکن اپنی ذات سے غافل رہتا ہے، وہ دوسروں کی نعمت کو زیادہ اور اپنی نعمت کو کمتر سمجھتا ہے، انجام کار حرص وطمع اس کو اپنا اسیر بنا لیتی ہے۔

چوتھا مبحث:

نفسیاتی اثرات

اسلامی طرز زندگی کی مخالفت کے نتیجے میں انسانی زندگی کے مختلف گوشوں پر اس کے بڑے بڑے اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان گوشوں میں انسان کا نفسیاتی پہلو بھی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص اسلامی طرز زندگی سے منحرف ہو کر گمراہی کی راہ پر چل پڑتا ہے، پاک وبرتر خالق کے تئیں اس سرکشی اور تمرد کی پاداش میں اس کی زندگی پر رنج وغم اور بے قراری مسلط کر دی جاتی ہے۔ اللہ بلند وبرتر کا فرمان ہے:

﴿ وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ ٱلرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُۥ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ ﴾ [سورۃ الزخرف:٣٦].

ترجمہ: اور جو شخص رحمن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے۔

یعنی کہ: جو شخص ہدایت وراستی کی راہ سے منحرف ہوتا ہے، اس کے لئے ہم ایسے شیطان کو مقرر کر دیتے ہیں جو اسے راہ حق سے بھٹکا کر جہنم کی طرف لے جاتا ہے[1]۔

شیطان انسان سے انہی چیزوں کا وعدہ کرتا ہے جن سے اس کی زندگی میں بے چینی وبے اطمنانی آتی ہے، اسے غربت اور تنگ حالی سے ڈراتا ہے، اس کے اندر دوسروں کے مال کی حرص بڑھاتا ہے، جو نعمت حاصل ہے، اس سے بے قناعتی پر آمادہ کرتا ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿ ٱلشَّيْطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِٱلْفَحْشَآءِ ﴾ [سورۃ البقرۃ:٢٦٨].

ترجمہ: شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔

---

(١) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم: ٤/١٣٨

یعنی: تمہیں فقر وفاقہ سے ڈراتا ہے تاکہ تم اپنے مال کو رضائے الٰہی کی راہ میں خرچ نہ کرو، وہ فقر کے ڈر سے تمہیں خرچ کرنے سے روکنے کے ساتھ مختلف قسم کے معاصی ومحرمات کے ارتکاب اور رب تعالی کی نافرمانی پر ابھارتا بھی ہے(۱)۔

لیکن مومنوں پر ان شیاطین کی ایک نہیں چلتی، اللہ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَـٰنٌ إِلَّا مَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ ﴾ [سورۃ الحجر:۴۲].

ترجمہ: میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں۔

اللہ کا مزید ارشاد ہے: {ہ ہہ ھہ ھے ے ۓ} [سورۃ النحل:۹۹].

ترجمہ: ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقا نہیں چلتا۔

مزید ارشاد الٰہی ہے: ﴿ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَـٰنٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾ ﴾ [سورۃ الإسراء:٦٥].

ترجمہ: میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں۔ تیرا رب کارسازی کرنے والا ہے۔

اخلاقی انحراف کے چند نفسیاتی اثرات کو ذیل کے نقاط میں ذکر کیا جاسکتا ہے:

۱-نفسیاتی عدم ہم آہنگی:

شخصیت کی تعمیر کا ایک نمایاں اور اہم ترین عنصر نفسیاتی ہم آہنگی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کے اندر اپنے معاشرہ اور ماحول کے مطابق رہنے سہنے کا طریقہ آتا ہو، اور اس کے اندر پیش آمدہ مسائل ومشاکل کو کامیابی کے ساتھ حل کرنے کا ہنر موجود ہو۔

نفسیاتی عدم ہم آہنگی کے چند مظاہر یہ ہیں: بے چینی وبے قراری، کھانے پینے سے بے اعتنائی، تنہائی پسندی اور شرم وحیا، سرعت اشتعال، عناد ودشمنی، دشمن پر حملہ آور ہونے کا رجحان، بیداری کے خواب، کذب بیانی ودروغ گوئی.... ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے عملی مظاہر ہیں جن کا شمار نفسیاتی بے قراری وعدم آہنگی میں ہوتا ہے(۲)۔

---

(۱) سابق مرجع: ۱/۳۲۹

(۲) عبد المجید احمد منصور، السلوک الاجرامی والتفسیر الاسلامی: ۱/۱۴۵

نفسیاتی عدم ہم آہنگی کو پیدا کرنے میں اخلاقی بے راہ روی کا بہت بڑا کردار اور اثر انگیز رول ہے، علم وظائف الاعضاء کی عالمی یونیورسٹیز کے تجربہ گاہوں کے تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کم مقدار میں بھی الکوحل اور نشہ آور اشیاء استعمال کرنے سے نفسیاتی توازن بگڑ سکتا ہے[(۱)]۔

۱- احساس ناامیدی:

ناامیدی اور مایوسی ایسا عمل ہے جو انسان کو سستی وکاہلی اور پژمردگی کے ساتھ محنت سے جی چرانے جیسے امراض کا شکار بنا دیتا ہے، نیز ایسا انسان مادی وسائل اور مالی ضروریات کو دھوکہ وفریب کے ذریعہ پوری کرنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے، آپ چوری کرنے اور دست سوال دارز کرنے والے کے حالات پر غور کرلیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں سے اکثر لوگوں کے پاس محنت ومزدوری اور کسب معاش کرنے کی صلاحیت ہوجود ہوتی ہے، لیکن انحراف اور بے راہ روی انہیں لاغری، بے عملی اور پژمردگی میں مبتلا کر دیتی ہے۔

منشیات کے استعمال سے بھی یاس وناامیدی، بے چینی وبے قراری اور ایسی چیزوں سے ڈر کا احساس پیدا ہوتا ہے جو حقیقت میں ڈرنے کی چیزیں نہیں۔ اس سے اخلاقی اقدار پر ضرب پڑتی ہے اور انسان کو جنونی کیفیت لاحق ہوجاتی ہے، کیوں کہ مشاہدہ بتاتا ہے کہ جنون کی زد میں آنے والے ۵۰٪ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو شراب وکباب کے عادی ہوتے ہیں[(۲)]۔

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ دروغ گو انسان کس طرح سچائی سے مایوس ہو کر جھوٹ کا سہارا لیتا ہے، اور حسد کرنے والا حسد کرتے ہوئے اس بات سے کس طرح ناامید ہوجاتا ہے کہ دوسروں کی جس نعمت پر وہ حسد کر رہا ہے وہ اسے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

اسلامی تربیت ہی وہ جوہر ہے جو انسان کو اخلاقی بے راہ روی سے دور کرتی ہے، اپنے متبعین کے دل میں سکون ووقار اور امن واطمنان کی بیج بو کر انہیں بہادری اور پیش قدمی کی تعلیم دیتی ہے، چنانچہ آپ مومن کو نہ جھوٹ بولتے

(۱) محمود حسن، مقدمۃ الخدمۃ الاجتماعیۃ: ۴۲۴

(۲) صالح بن عبد العزیز آل المنصور، موقف الإسلام من الخمر: ۳۵-۳۶

ہوئے دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی حسد کرتے ہوئے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: "کسی بندے کے دل میں حسد اور ایمان یکجا نہیں ہو سکتے"[1]۔

۳- قلق اور بے چینی:

قلق سے مراد بے چینی و اضطراب اور بے ثباتی و سیمابی کیفیت ہے[2]۔

قلق اور بے قراری: وہ نفسیاتی کیفیت ہے جس سے اضطراب اور سیمابی کیفیت ظاہر ہوتی ہے، انسان ذہنی مشغولیت اور فکر مندی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کا سکون و اطمنان غارت ہو جاتا ہے۔

اسلامی طرز زندگی سے دوری اختیار کرنا تمام تر بے قراری اور بے چینی کی بنیاد ہے، کیوں کہ نفس انسانی کو سکون و قرار صرف ذکر الہی سے ملتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾﴾ [سورۃ الرعد:۲۸].

ترجمہ: یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

انسان جس قدر شریعت اور اسلامی طور طریقہ سے دوری اختیار کرے گا اور اخلاقی بے راہ روی کا ارتکاب کرے گا، اسی قدر قلق اور بے قراری اس کی زندگی میں اپنا گھر بناتی رہے گی، اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ تحقیقات کے مطابق اسلام کے اصول تربیت سے انحراف کرنے والوں نے خود یہ اعتراف کیا ہے اور اطباء نے یہ اقرار کیا ہے کہ ہر بیس امریکی باشندوں میں سے ایک باشندہ دماغی ہسپتال میں زیر علاج ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دوسری عالمی جنگ میں فوجی خدمات انجام دینے کے لئے جن نوجوانوں نے پیش قدمی کی، ان میں ہر چھ پر ایک آدمی کو واپس کر دیا گیا، کیوں کہ وہ دماغی طور پر ناقص اور بیمار تھا، اعداد و شمار یہ بھی بتاتے ہیں کہ امریکہ کے اندر بے چینی و بے قراری موت کا دوسرا اہم سبب ہے، عالمی جنگ کے آخری سالوں میں قلق اور بے قراری کے سبب دو ملین لوگوں کی موت ہوئی، ان میں سے ایک ملین لوگ ایسے تھے جن کی بیماری قلق، بے اطمنانی، اور اعصاب کے کشیدگی کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی[3]۔

---

(۱) ابن ماجہ: ۲/ ۹۲۷ حدیث نمبر: ۳۷۷۴۲، نسائی: ۶/ ۱۳ حدیث نمبر: ۳۱۰۹ اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے: ۲/ ۷۲

(۲) ابن منظور، لسان العرب: ۱۰/ ۳۲۳-۳۲۴

(۳) عبد الرحمن واصل، مشكلات الشباب الجنسية والعاطفية: ۴۳

نفسیاتی بے چینی اور اضطراب پیدا کرنے میں منشیات اور نشہ آور اشیاء کے استعمال کا بہت بڑا کردار ہے، شراب کے عادیوں پر کئے گئے میدانی تحقیقات سے یہ بات متاکد ہو چکی ہے کہ وہ لوگ جو معمولی اسباب سے متاثر ہوتے ہیں ان کی شرح ۹۶.۹٪ ہے، اعصاب کی کشیدگی اور چڑچڑاپن سے متاثرین کی شرح ۸۶.۸٪ ہے، پیہم قلق اور بے چینی سے متاثر رہنے والے افراد کی نسبت ۸۸.۶٪ ہے، جب کہ کاہلی اور پژمردگی سے متاثر ہونے والے ۸۶.۵٪، نیند کی کمی سے متاثر ہونے والے ۸۴.۵٪ اور ہمیشہ خوف وہراس سے متاثر رہنے والوں کی شرح ۷۰.۱٪ ہے[(۱)]۔

ہر غور کرنے والا انسان اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ انسان کی زندگی اور اس کے حرکات وسکنات پر نفسیاتی بے قراری کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں، اس لئے بے لاگ انداز میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ پناہ کا واحد راستہ صرف اور صرف یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کو مضبوطی سے تھاما جائے اور بد اخلاقی کے تمام مظاہر سے اجتناب اور دوری اختیار کی جائے۔

توحید پرست مومن وہ ہے جس کا دل ہر حال میں امن واطمنان اور یقین وایمان سے لبریز ہوتا ہے، خواہ مصیبتوں کا سیلاب ہی کیوں نہ امڈ پڑے اور حوادث وفتن اس کی زندگی میں اپنا بسیرا ہی کیوں نہ ڈال لیں[(۲)]۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس حقیقت سے آشنا رہتا ہے کہ یہ دنیا ابتلاء وآزمائش کی جگہ ہے، جیسا کہ اللہ رب العالمین نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَنَبۡلُوَنَّكُم بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلۡخَوۡفِ وَٱلۡجُوعِ وَنَقۡصٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ ١٥٥ ﴾ [سورۃ البقرۃ:۱۵۵].

ترجمہ: اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔

۴-دل کی بیماریاں:

اللہ تعالی نے اپنی کتاب حکیم میں دل کی بیماریوں اور ان کی شفاء کا مختلف مقام پر ذکر فرمایا ہے، مثلا اللہ تعالی کا یہ فرمان کہ:

---

(۱) السید متولی العشماوی، الجوانب الاجتماعیۃ الظاہرۃ الإدمان: ۲/ ۱۲۲

(۲) اکرم العمری، التربیۃ الروحیۃ: ۳۵۲

﴿ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ ٱللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌۢ بِمَا كَانُوا۟ يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾ ﴾ [سورة البقرة:١٠].

ترجمہ: ان کے دلوں میں بیماری تھی اللہ تعالی نے انہیں بیماری میں مزید بڑھادیا اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

نیز یہ کہ: ﴿ يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِىِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ ۚ إِنِ ٱتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِٱلْقَوْلِ فَيَطْمَعَ ٱلَّذِى فِى قَلْبِهِۦ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٣٢﴾ ﴾ [سورة الأحزاب:٣٢].

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تم نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔

مزید یہ کہ: ﴿ ۞ لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ ٱلْمُنَٰفِقُونَ وَٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَٱلْمُرْجِفُونَ فِى ٱلْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَآ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾ ﴾ [سورة الأحزاب:٦٠].

ترجمہ: اگر اب بھی یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کی تباہی پر مسلط کر دیں گے پھر تو وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس شہر میں رہ سکیں گے۔

دل کی بیماری سے مراد ایک قسم کا بگاڑ ہے جو انسان کو لاحق ہوتا ہے، اس کے بعد وہ حق کو سمجھنے اور اپنانے سے عاجز ہو جاتا ہے، حق کو حق نہیں دیکھ پاتا، یا حق کو حقیقیت کے برعکس دیکھتا ہے، یا پھر حق کے تئیں اس کا ادراک ہی ناقص ہو جاتا ہے، انجام کار وہ نفع بخش حق سے بغض و نفرت اور نقصاندہ باطل سے محبت کرنے لگتا ہے، یا یہ دونوں اوصاف اس میں یکجا ہو جاتے ہیں، اور اکثر و بیشتر یہی صورت حال ہوتی ہے[1]۔

یہی وجہ ہے کہ منحرف اور بھٹکے ہوئے لوگ حق پسند اور نیکوکار حضرات کی مجلسوں میں بیٹھنے سے دور رہتے ہیں، بلکہ بسا اوقات ان سے بغض و نفرت رکھتے ہیں، کیوں کہ وہ انہیں حرام طریقے سے اپنی خواہشات کو پورا کرنے سے روکتے ہیں، اور اپنی روش اور طرز زندگی ان سے مختلف رکھتے ہیں، ایسے بے راہ رو لوگ بسا اوقات اس کور فہمی کے

---

(١) ابن القیم الجوزیۃ، إغاثۃ اللھفان: ١/ ٢٣

بھی شکار رہتے ہیں کہ ان نیک حضرات کے اندر سمجھ بوجھ کی صلاحیت ہی نہیں پائی جاتی، جو کہ حد درجہ کی جہالت ونادانی اور انتہائی انحراف وگمراہی کی بات ہے۔

جہاں تک علاج کا معاملہ ہے تو حق تبارک وتعالی نے اس کا ذکر اپنے اس فرمان میں کیا ہے کہ:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُم مَّوۡعِظَةٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٞ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٞ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ ٥٧﴾ [سورة یونس:۵۷].

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے، اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔

چنانچہ جو شخص خیر وبھلائی کا متلاشی اور دل کی عافیت کا جویا ہو، جس کی تلاش میں اکثر وبیشتر لوگ بھٹکتے پھر رہے ہیں، اسے چاہئے کہ کتاب الہی اور سنت رسول ﷺ کو مضبوطی سے تھام لے، قرآن وحدیث میں ہی دنیا وآخرت کی سعادت مضمر رکھی گئی ہے۔

پانچواں مبحث:
سماجی اثرات

بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر سماج اور ماحول پر بھی اخلاقی بے راہ روی کے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اخلاقی بگاڑ سے معاشرہ میں انتشار وافتراق پیدا ہوتا ہے، معاشی واقتصادی رکاوٹیں جنم لیتی ہیں، اور امت کا امن عام متاثر ہوتا ہے۔

سابقہ مباحث میں جن اثرات کا ذکر کیا گیا ہے وہ اخلاقی بے راہ روی کے نتیجے میں سماج پر مرتب ہونے والے دینی، امنی، معاشی اور تندرستی سے متعلق بالواسطہ اثرات ہیں، یہاں ہم ایسے اثرات کا ذکر کر رہے ہیں جو اخلاقی بے راہ روی کے نتیجے میں بلاواسطہ طور پر سماج پر مرتب ہوتے ہیں۔

۱-عذاب الٰہی:

جب کسی معاشرہ میں اخلاقی برائیاں عام ہو جاتی ہیں تو اس معاشرہ میں بلاء ومصیبت نازل ہوتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے زنا کے بارے میں ارشاد فرمایا: "جب زنا اور رشوت کسی قوم میں عام ہو جاتی ہے تو گویا وہ خود پر عذاب الٰہی کو نازل کر لیتے ہیں"[1]۔

قوم لوط کی ہلاکت وتباہی میں بھی ہمارے لئے درس وموعظت موجود ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿فَلَمَّا جَآءَ أَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَۖ وَمَا هِيَ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴿٨٣﴾﴾ [سورۃ ھود:۸۲-۸۳].

ترجمہ: پھر جب ہمارا حکم آپہنچا، ہم نے اس بستی کو زیر وزبر کر دیا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکریلے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔ تیرے رب کی طرف سے نشان دار تھے اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔

۲-باہمی بغض وحسد:

اخلاقی برائیوں کی تباہ کاری یہ بھی ہے کہ امت کے افراد کے مابین سماجی سطح پر بغض ونفرت پیدا ہوتی ہے، مثال کے طور پر حسد کو لے لیجئے، اس کے نتیجے میں حاسد محسود سے نفرت کرنے لگتا ہے، اس کے اثرات اس کی بد

---

(۱) الحاکم، المستدرک علی الصحیحین: ۲/ ۳۷، امام حاکم نے کہا: اس حدیث کا اسناد حسن صحیح ہے اور صحیحین میں وارد نہیں ہے۔

سلوکی اور بد تعلقی پر بھی ظاہر ہوتے ہیں اور وہ محسود کی نعمتوں پر برے تاثرات کا اظہار کرتا ہے، بسا اوقات محسود بھی بد خلقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حاسد کے تئیں یہی رد عمل ظاہر کرتا ہے جس سے حسد کا پورا ماحول بن جاتا ہے جو حاسدوں کے دلوں میں بسیرا کرنے لگتا ہے۔

بد سلوکی کے نتیجے میں غیبت و چغلخوری کی طرح جو دیگر اخلاقی برائیاں معاشرہ میں ظہور پزیر ہوتی ہیں، ان سے معاشرہ میں باہمی نفرت و کراہیت کی ہوا چل پڑتی ہے۔

اسی طرح جو لوگ سود خوری، زناکاری، لواطت اور شراب نوشی کے ذریعہ اخلاقی انحرافات کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کے درمیان بھی سماجی سطح پر بغض و نفرت کا شعلہ بھڑک اٹھتا ہے، بسا اوقات نیک و صالح افراد اور فساد پسند جماعت یکساں طور پر بغض و نفرت کے اس شعلہ میں جھلس رہے ہوتے ہیں۔

۳-سماجی بائکاٹ:

اخلاقی برائیاں ہی سماجی بائکاٹ کا سرچشمہ ہیں، افراد امت کے مابین سماجی سطح پر لا تعلقی پیدا کرنے میں ہر اخلاقی برائی کا اپنا ایک اہم کردار ہے، مثال کے طور پر چغلخوری کو لے لیجئے، امت کے درمیان سماجی تعلقات کو توڑنے، رشتہ داروں اور دوستوں کے درمیان لا تعلقی پیدا کرنے اور بغض و نفرت کو ہوا دینے کے لئے چغلخوری ایک خطرناک وسیلہ اور مضبوط ہتھیار کی حیثیت رکھتی ہے۔ چغلخور کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "چغلخوری کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو سکتا"[(۱)]۔

کذب بیانی اور دروغ گوئی تمام برائیوں کی جڑ ہے، جھوٹا انسان جب کوئی خبر لاتا ہے تو یہ اس بات کی علامت مانی جاتی ہے کہ خبر غلط ہے، کذب بیانی کرنے والا شخص سماجی تعلقات کو بگاڑ کر اس کی چولیں ہلا دیتا ہے، دروغ گوئی سے خاندانی تعلقات میں دراڑ آتا ہے، ہم پیشہ جماعت کے درمیان انتشار پیدا ہوتا ہے، دوستوں کا آپسی تعلق کمزور ہوتا ہے، دروغ گوئی سے قول و فعل میں شک و شبہ کی آمیزش آجاتی ہے۔

سماجی بائکاٹ میں حسد کا نہایت ہی بڑا کردار ہے، حسد سماجی انتشار کا سب سے اہم سبب نہیں تو ایک بڑا سبب ضرور ہے، بسا اوقات حسد، حاسد کو غیبت و چغلخوری اور تمام تر زور وقت سے محسود کی نعمت کو زائل کرنے پر مجبور کرتا

---

(۱) مسلم، حدیث نمبر:۱۶۸-۱۰۵

ہے، یہ نعمت میاں بیوی، دوست واحباب، دو یا اس سے زائد خاندان وقبیلہ اور جماعت وجمعیت کے آپسی تعلقات کی شکل میں بھی ہو سکتی ہے، حسد کی آگ جب بھڑکتی ہے تو حاسد سب سے پہلے ان تعلقات میں بگاڑ پیدا کرتا ہے جو کہ بہت بڑا جرم ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

"تمہارے اندر اگلی امتوں کا ایک مرض گھس آیا ہے اور یہ حسد اور بغض کی بیماری ہے، یہ مونڈنے والی ہے، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سر کا بال مونڈنے والی ہے بلکہ دین مونڈنے والی ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ جنت میں نہیں داخل ہوگے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ، اور مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپس میں محبت نہ کرنے لگو، اور کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتادوں جس سے تمہارے درمیان محبت قائم ہو: تم سلام کو آپس میں پھیلاؤ"[1]۔

---

(۱) ترمذی: ۴/۵۷۳، حدیث نمبر: ۲۵۱۰، احمد: ۱/۱۶۵ الفاظ مسند احمد کے ہیں، امام البانی نے حدیث کو حسن کہا ہے، دیکھیں: حدیث نمبر: ۲۶۴۱-۲۰۳۸

۴-سماجی فریب اور دھوکہ:

سماجی فریب اور دھوکہ کا دائرہ بہت وسیع اور اس کے اثرات کا دامن بہت کشادہ ہے، زبان وبیان، پیمانہ ومیزان، حقوق وواجبات کے ساتھ ہی مال ودولت اور تعلقات میں بھی فریب اور دھوکہ ہوتا ہے، ان تمام تر منکرات کا چور دروازہ اخلاقی بے راہ روی ہی ہے۔

بد خلقی کے نتیجے میں ناپ تول میں کمی کی جاتی ہے اور حقوق وواجبات کی ادائگی میں لاپرواہی برتی جاتی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝١ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝٢ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝٣ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝٤ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝٥﴾ [سورۃ المطففین:۱-۵].

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا خیال نہیں۔ اس عظیم دن کے لئے۔

اخلاقی برائیوں کا ہی نتیجہ ہوتا ہے کہ سماج کے اندر عزت وعصمت تک فریب کی زد میں آجاتی ہے، کبھی تہمت بازی اور دشنام طرازی کے ذریعہ کسی کی عزت تار تار کی جاتی ہے تو کبھی زناکاری کے ذریعہ کسی کی عصمت پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"تمہارا خون، تمہارے مال، اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جیسے اس دن کی حرمت، اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے، لہذا حاضر (جاننے والے) غائب (اور ناواقف لوگوں کو اللہ کا پیغام) پہنچا دیں"[1]۔

سماجی فریب کاری کے دروازے:

اس سے مراد یہ ہے کہ کسی خاص مناسبت سے حقیقی صورت کے بر خلاف متعین موقف کا مظاہرہ کرے، جس سے فریق ثانی دھوکے میں آجائے، یا منافقانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے دو جماعت کے پاس دو الگ الگ چہروں کے

---

(۱) بخاری:۱/۴۱ حدیث نمبر:۶۷، مسلم:۳/۱۳۰۶ حدیث نمبر:۳۰/۱۶۷۹

ساتھ آئے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "سب سے برا لوگوں میں تم اسے پاتے ہو جو دو منہ رکھتا ہے، ان لوگوں کے پاس ایک منہ لے کر آتا ہے اور ان لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر آتا ہے"(۱)۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "دو چہرہ رکھنے والے کو لوگوں میں سب سے بدترین اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کی صورت حال منافق کی سی ہوتی ہے کیوں کہ وہ جھوٹی چاپلوسی اور باطل تملق کا مظاہرہ کرتا ہے اور لوگوں کے اندر شر وفساد پھیلاتا ہے۔ امان نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر گروہ کے پاس اس کی پسندیدہ بات کرتا ہے، جس سے وہ گروہ اسے اپنی جماعت کا ہمنوا اور اپنے دشمن کا رقیب سمجھ بیٹھتا ہے، جب کہ وہ منافقانہ عمل کرتے ہوئے محض کذب بیانی، مکر وفریب اور دونوں گروہ کے راز ونیاز سے واقفیت حاصل کرنے کی سازش کر رہا ہوتا ہے(۲)۔

۵-عنوست اور شادی میں تاخیر:

عنوست اور شادی میں تاخیر کی ایک بڑی وجہ اخلاقی انحراف بھی ہے، بطور خاص ایسے لوگوں کے لئے جو منشیات کے عادی اور زنا کے مرتکب ہیں جس کی وجہ سے طلاق کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے، طلاق کی اس کثرت کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے اندر سے گھریلو ذمہ داریوں کا احساس ختم ہو گیا ہے اور خانگی جھگڑے بڑھ گئے ہیں، نیز خواتین کا غیر اسلامی اسلوب زندگی اور غیر شرعی طرز حیات کو اپنا کر بے پردگی، اختلاط اور مردوں کے ساتھ بے دریغ گفت وشنید کا مظاہرہ کرنے سے بھی مردوں کے اندر خواتین کے تعلق سے بے زاری پیدا ہوئی ہے، جس کے سبب شادی میں تاخیر اور حالت کنوارگی میں ہی سن عنوست کو پہنچ جانے کا ظاہرہ سامنے آرہا ہے۔

معلوم ہوا کہ سماج ومعاشرہ پر اخلاقی انحراف کے بڑے سنگین اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس کے اثرات سماج اور معاشرہ کے سلوک وبرتاؤ پر بھی منعکس ہوتے ہیں، انجام کار جرم اور انحراف کو خوبصورت شکل میں پیش کیا جاتا اور اس کے ارتکاب کو آسان اور معمولی سمجھ لیا جاتا ہے، جس کے سبب معاشرہ کے افراد اخلاقی بے راہ روی کے عادی ہو جاتے ہیں۔

---

(۱) بخاری: ۱/۱۴۱ حدیث نمبر: ۶۷، مسلم: ۳/۱۳۰۶ حدیث نمبر: ۱۶۷۹

(۲) ابن حجر، فتح الباری: ۱۰/۴۷۵

چھٹا مبحث:

خانگی اثرات

جب کسی خاندان کے افراد اخلاقی برائیوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو اس کا اثر بلاواسطہ طور پر خاندان پر پڑتا ہے، اس کی وجہ ہے: لمبے وقفے تک اہل خاندان کا ایک ساتھ رہنا اور ان پر عائد ہونے والی باہمی ذمہ داریوں کا سنگین ہونا، جسے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے: "تم میں سے ہر ایک نگراں ہے۔ امام نگراں ہے اور اس سے سوال اس کی رعایا کے بارے میں ہوگا۔ انسان اپنے گھر کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگراں ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا اور تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا"[1]۔

خاندان پر اخلاقی برائیوں کے جو برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، انہیں ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے:

۱-ذمہ داری کا بار مزید گراں اور بوجھل ہو جاتا ہے:

سب سے پہلا اثر جو اخلاقی برائیوں کے نتیجے میں کسی خاندان کو لاحق ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کی ذمہ داری کا بار اور بوجھل ہو جاتا ہے، اس کے بعد جس جسمانی اور نفسیاتی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسے وہی سمجھ سکتا ہے جو اس سے دوچار ہوا ہو، والدین کو مختلف قسم کے خاندانی حوادث اور اخلاقی انحراف کی مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، جیسے چوری، ظلم وزیادتی، اغوا اور عصمت دری، شراب نوشی اور منشیات کا استعمال، جعل سازی، زناکاری، لواطت، عناد ودشمنی اور نافرمانی، کذب بیانی اور باہمی مخالفت ومخاصمت، ان تمام اخلاقی برائیوں کے اثراتِ بد اہل خاندان کے کندھوں کو تربیتی ذمہ داریوں کے بار سے بوجھل کر دیتے ہیں۔

۲-برا آئیڈیل:

(۱) بخاری: ۱/ ۲۸۴-۲۸۵ حدیث نمبر: ۸۹۳، الفاظ صحیح بخاری کے ہیں، مسلم: ۳/ ۱۴۵۹

یہ ایک ثابت شدہ بات ہے کہ میل جول کی کثرت اور لمبے وقفے تک ایک ساتھ رہنے سے باہمی مشاکل کی راہیں ہموار ہوتی ہیں، اسی قاعدہ کا نتیجہ ہے کہ خاندان کے جو افراد فساد پسند اور شر انگیز طبیعت کے حامل ہوتے ہیں، خاندان کے دوسرے افراد بھی ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی ملازمت اختیار کرنے کی وجہ سے ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتے، جس کی وجہ سے مسلم خاندان کا نظام تربیت بری طرح متاثر ہوتا ہے، انجام کار یہ خاندان بہترین تربیتی تعمیر کے اہم ترین عنصر سے محروم ہو جاتا ہے، اور وہ عنصر ہے آئیڈیل اور نمونہ۔

اسلام نے اپنے عظیم تربیتی نظام میں اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ دین و اخلاق اور دیگر تمام اعمال کے سلسلے میں برا آئیڈیل کا ہونا کتنا سنگین اور خطرناک امر ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ ۚ أَوَلَوْ كَانَ ٱلشَّيْطَٰنُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ ٱلسَّعِيرِ ﴿٢١﴾ ﴾ [سورۃ لقمان:۲۱].

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کی تابعداری کرو تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو جس طریق پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اسی کی تابعداری کریں گے، اگرچہ شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو۔

آپ ﷺ نے بھی یہ بیان فرمایا ہے کہ برے آئیڈیل کی پیروی کرنے والے کو کس نقصان اور خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

"جس نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اس کے اوپر اس کا گناہ ہو گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اسی پر ہو گا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہو گی[۱]۔

اس سے یہ بات متاکد ہو جاتی ہے کہ آئیڈیل کا معاملہ کتنا سنگین ہے اور برا نمونہ پیش کرنے والے کا گناہ کتنا عظیم ہے، لہذا ان برے اثرات کی تلافی کی راہ میں خاندان کے لئے سب سے بڑا معاون یہ ہے کہ اللہ تعالی کی مدد طلب کی جائے اور اس کے مبنی بر حکمت طرز زندگی کو اندورن خانہ عملی طور پر نافذ کیا جائے۔

۳-بدنامی اور بری شہرت:

---

(۱) مسلم: ۲/ ۷۰۵، حدیث نمبر: ۶۹-۱۰۱۷

جب کسی خاندان کے افراد اخلاقی انحراف کے شکار ہو جاتے ہیں، تو اس خاندان کی بدنامی ہوتی ہے، اس بدنامی کے نتیجے میں بہت سے سماجی اور تربیتی اثرات بھی سامنے آتے ہیں، جن میں یہ بھی ہے کہ لوگ اس بدنام خاندان کے ساتھ رشتہ مصاہرت کرنا اور شادی بیاہ رچانا معیوب سمجھنے لگتے ہیں اور ان سے دوری اختیار کرنے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں، نفسیاتی اور اخلاقی طور پر اس کے بڑے سنگین اثرات بھی رونما ہوتے ہیں جن سے والدین کو جوجھنا پڑتا ہے۔

لہذا خاندان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ان برے اثرات کو دور کرنے کے لئے اسلام کے پیش کردہ نظام تربیت کو عملی طور پر اپنائے، وہ اسلامی نظام جو خاندان اور سماج کو یہ ضمانت فراہم کرتا ہے کہ اخلاقی برائیوں کی تباہ کاریوں سے انہیں محفوظ رکھے گا، افواہ بازوں کی زبان درازی اور مریض دل والوں کی بدنیتی سے ان کی عزت کی حفاظت کرے گا۔ اسلام کا پیش کردہ محافظ نظام تربیت اس سلسلے میں بہت بہتر معاون کی حیثیت رکھتا ہے، اللہ کے اس فرمان پر غور کیجئے کہ:

﴿ يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٖ مِّنَ ٱلنِّسَآءِۚ إِنِ ٱتَّقَيۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِٱلۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ ٱلَّذِي فِي قَلۡبِهِۦ مَرَضٞ وَقُلۡنَ قَوۡلٗا مَّعۡرُوفٗا ٣٢ ﴾ [سورۃ الأحزاب:٣٢].

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔

اس ربانی توجیہ کے اندر محافظانہ تربیت کی رہنمائی پیش کی گئی ہے تاکہ شہوت کی بیماری میں مبتلا دل والے کچھ برا خیال نہ کرنے لگیں، ذرا بتائیں کہ کون سی تربیت اس محافظانہ تربیت سے زیادہ بہتر اور افضل ہو سکتی ہے!۔

۴-افتراق وانتشار اور بغض و نفرت:

جب اہل خاندان کے درمیان غیبت و چغلخوری اور حقد و حسد عام ہو جاتا ہے تو بغض و نفرت ان کے اندر اپنی جڑ جمانے لگتی ہے، افتراق ولاتعلقی کا ماحول پیدا ہوتا ہے، اور قربت واپنائیت کے بجائے دوری اور اجنبیت جنم لیتی ہے۔

نبی ﷺ قطع رحمی کی سنگینی کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "رشتہ ناتا عرش سے لٹکا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ: جو مجھ کو ملائے اللہ اس کو اپنے سے ملائے گا اور جو مجھ کو کاٹے اللہ اس کو اپنے سے کاٹے"[1]۔

مزید یہ کہ صلہ رحمی رزق میں کشادگی اور عمر میں برکت کا بھی سبب ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے: "جو چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو وہ صلہ رحمی کرے"[2]۔

قطع رحمی کرنے والے پر اس کے بڑے سنگین اثرات مرتب ہوتے ہیں، گناہ کے ساتھ ہی سماجی، نفسیاتی اور مادی طور پر بھی اسے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان تمام مسائل کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آپسی تعاون، ایک دوسرے کی مدد اور حاجت مند کی حاجت روائی نہیں کی جاتی ہے، بسا اوقات صاحب ثروت انسان خود تو سکون کے ساتھ نیند پوری کر رہا ہوتا ہے لیکن اس کا قریبی رشتہ دار بھوک کی شدت سے بے چین ہو رہا ہوتا ہے، اس لئے اسلامی خاندان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسلام میں تربیت کے جو بھی طریقہ کار بتائے گئے ہیں، ان کے ذریعہ قطع رحمی ولا تعلقی کو دور کرنے اور شیرازہ بندی کرنے کی پوری کوشش کرے۔

۵-شادی بیاہ میں تاخیر:

بعض اخلاقی برائیاں ایسی بھی ہیں جن کی وجہ سے خاندان کے نوجوان طبقہ کی شادی میں تاخیر کا سبب بنتی ہیں، اس کی وجہ یا تو یہ ہوتی ہے کہ مال و دولت کو منشیات کے استعمال میں بے دریغ لٹا دیا جاتا ہے، یا لہو و لعب کی حرام چیزوں میں اسے بے جا صرف کیا جاتا ہے، یا ناجائز رشتے قائم کرکے حرام طریقے سے شہوانی خواہشات کو سیراب کرنے، یا رسم و رواج کی پاسداری اور فیشن کی تقلید میں اس مال کو جھونک دیا جاتا ہے۔

شادی میں تاخیر کرنے سے جو مفاسد اور سنگین اثرات مرتب ہوتے ہیں، انہیں ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے[3]:

۱- نبی ﷺ کی اس وصیت کو نافذ العمل کرنے میں بے توجہی اور غفلت سے کام لیا جاتا ہے: "نوجوانوں کی جماعت! تم میں جسے بھی نکاح کرنے کے لئے مالی طاقت ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیوں کہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور

---

(۱) بخاری: ۴/ ۹۵-۹۶ حدیث نمبر: ۶۰۲۴، مسلم: ۴/ ۲۰۰۳-۲۰۰۴ حدیث نمبر: ۷۷-۵۹۳

(۲) بخاری: ۴/ ۸۹ حدیث نمبر: ۵۹۸۵، مسلم: ۴/ ۱۹۸۲

(۳) خالد الحازمی، المشکلات التربویۃ الأسریۃ وأسالیبھا العلاجیۃ: ۱۰-۱۱

شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے اور جو کوئی نکاح کی بوجہ غربت طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے کیوں کہ روزہ اس کی خواہشات نفسانی کو توڑ دے گا۔"(۱)۔

۲- نظر حرام اور زنا جیسے محرمات میں پڑنے سے روکنے کے لئے شریعت نے سد ذرائع کے طور پر جن چیزوں سے روکا ہے، ان کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔

۳- نسل کی پیدائش اور افزائش میں تاخیر ہوتی ہے جب کہ نبی ﷺ قیامت کے روز اپنی امت کی کثرت پر فخر کا اظہار کریں گے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "خوب محبت کرنے والی اور خوب جننے والی عورت سے شادی کرو کیوں کہ میں بروز قیامت تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا"(۲)۔

۴- شادی میں تاخیر کرنے سے خواتین کی شرح عنوست میں اضافہ ہوتا ہے۔

۶- ہتک عزت:

بعض اخلاقی برائیاں اس قدر سنگین ہیں کہ ان کی وجہ سے عزت و عصمت مجروح اور نسل تباہ و برباد ہوتی ہے، انسان کی طرف کسی اور کی اولاد منسوب کر دی جاتی ہے، یہ ساری تباہیاں جنسی بے راہ روی کے نتیجے میں واقع ہوتی ہیں، نبی ﷺ کی حدیث ہے: "تمہارا خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جیسے اس دن کی حرمت، اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے، لہذا حاضر (جاننے والے) غائب (ناواقف لوگوں کو اللہ کا پیغام) پہنچادیں"(۳)۔

خاندان کی بھلائی اور حفاظت اسی میں ہے کہ وہ اسلام کے نظام تربیت میں اخلاقی مفاسد سے محفوظ رہنے کے لئے جو تربیتی نسخے بتائے گئے ہیں، ان پر کاربند رہے، اسلامی نظام تربیت ہی انسانوں کو اطمنان بخش اور پر سکون زندگی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

اسلام کا نظام تربیت یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن کی تعلیمات اور رسول ﷺ کی احادیث کو نافذ العمل کیا جائے۔

---

(۱) بخاری: ۳/۳۵۵ حدیث نمبر: ۵۰۶۶ مسلم: ۲/۱۰۱۹ حدیث نمبر: ۳

(۲) بخاری: ۱/۱۴۱ حدیث نمبر: ۶۷ مسلم: ۳/۱۳۰۶ حدیث نمبر: ۱۶۷۹/۳۰

(۳) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے

ساتواں مبحث:

اقتصادی اثرات

معاشرہ کی تشکیل اور استحکام میں اقتصاد اہم ایک بیناد کی حیثیت رکھتاہے، اس میں جھکاؤ آتاہے تو بے روزگاری، شر وفساد اورانحراف وگمراہی کی راہ ہموار ہوتی ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فقر وفاقہ سے اللہ کی پناہ طلب کی ہے، آپ ﷺ کا ارشادہے: "اے اللہ میں تیری پناہ چاہتاہوں کفر سے، فقر سے اور عذاب قبر سے "(۱)۔

آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: "اے اللہ میں فقر وغربت سے تیری پناہ مانگتا ہوں، کمی اور ذلت سے پناہ مانگتاہوں، ظلم کرنے اور ظلم کئے جانے سے تیری پناہ مانگتاہوں "(۲)۔

امت کے اقتصاد ومعاش کو کمزور کرنے والے اسباب وعوامل میں ایک مؤثر سبب اخلاقی برائیوں کا رواج وانتشار بھی ہے، کیوں کہ اخلاقی برائیاں اپنے دامن میں شر وفساد کے ایسے شرارے چھپائی ہوتی ہیں جو امت کے عروج وترقی اور قدرتی وسائل کے صحیح استعمال کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں، امت کی اقتصادی قوت پر اثر انداز ہونے والی بد اخلاقیوں کے نمایاں اثرات کو ذیل کے سطور میں قلم بند کیا جارہاہے:

۱-اخراجات کی بہتات:

افراد اور سماج کی معاش اور آمدنی کو کمزور کرنے میں اخلاقی برائیوں کا بہت بڑا کردار ہے، کیوں کہ اخلاقی بے راہ روی کے شکار حضرات کو جب مختلف بیماریاں اپنے چنگل میں لیتی ہیں تو وہ اپنے کام کاج اور پیشہ ومزدوری سے دستبردار ہوجاتے ہیں، اور بے کار کی چیزوں میں اپناوقت ضائع ورائگاں کرنے لگتے ہیں۔

دوسری جانب اخلاقی بے راہ روی کا شکار انسان اپنی آمدنی کا ایک اچھا حصہ لہو گانے سننے، آلات لہو خریدنے، ڈرامہ اور سینمابینی جیسے ضیاع وقت کے سامان، یا منشیات کے استعمال پر خرچ کرتا ہے جس کے اثرات امت کے اقتصادی بحران اور مالی نقصان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

---

(۱) نسائی: ۳/۷۳-۷۴ حدیث نمبر: ۱۳۴۷، احمد: ۵/۳۶ اس حدیث کو امام البانی نے صحیح سنن النسائی میں صحیح قرار دیاہے، حدیث نمبر: ۱۲۷۶

(۲) ابوداؤد: ۲/۱۹۰-۱۹۱ حدیث نمبر: ۱۵۴۴ اسے البانی نے صحیح کہاہے، صحیح سنن ابی داؤد: ۱۳۶۶-۱۵۴۴

چند تحقیقات سے یہ منکشف ہوا ہے کہ کچھ اسلامی معاشرے ایسے بھی ہیں جہاں خاندانی بجٹ کا ۱۳٪ حصہ لہو ولعب پر خرچ کیا جاتا ہے، اور شراب نوشی کے نتیجے میں سماج کو جس خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ تقریباً ۳۱۹۵ ملین جنیہ ہے[1]۔

کچھ تحقیقات سے یہ بھی سامنے آیا ہے کہ منشیات اور نشہ آور اشیاء پر جتنا مال خرچ کیا جاتا ہے وہ عموماً نصف آمدنی سے کم نہیں ہوتا ہے، بلکہ بعض اوقات نشہ خور کو اپنی پیاس بجھانے کے لئے قرض لینے کی نوبت آپڑتی ہے[2]۔

۲- بے روزگاری:

اخلاقی انحراف کا ایک برا اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ اس سے راحت و آرام کی عادت ہو جاتی ہے اور اپنی ضرورتیں پوری کرنے بطور خاص نشہ کی پیاس بجھانے کے لئے لوگوں کا مال ہڑپ کرنے کی لت پڑ جاتی ہے، منشیات کے عادی لوگوں کے اندر آرام پسندی کا رحجان غالب رہتا ہے، ایک تحقیق میں ایسے لوگوں کی نسبت ۱۱.۲٪ تک پائی گئی ہے۔

۳- علاج و معالجہ کے اخراجات:

جب کسی قوم کے افراد بیمار پڑتے ہیں تو قوم کے اقتصاد پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے، بطور خاص بیماری کے شکار ہونے والوں کی تعداد جب زیادہ ہو تو اقتصاد کی چولیں ہل جاتی ہیں، اقتصاد پر بیماری کا اثر اتنا گہرا اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ کام کاج تو چھوڑتے ہی ہیں ساتھ ہی ان کی صحی نگرانی اور بہترین علاج پر موٹی رقم بھی خرچ ہوتی ہے، جب کہ بہتر تھا کہ اس رقم کو اقتصادی ترقی کی سود مند راہوں میں خرچ کیا جاتا۔

اخلاقی بے راہ روی سے انسان بیماری کا شکار ہوتا ہے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ کام کاج اور محنت و مزدوری کرنے کے بھی قابل نہیں رہ پاتا، اس کے علاج و معالجہ پر جو اخراجات آتے ہیں اس سے ملکی بجٹ متاثر ہوتا ہے۔

دوسری طرف کینہ کپٹ اور حقد و حسد کے نتیجے میں لوگوں کے جتنے اموال تلف ہوتے ہیں اس سے بھی امت کا اقتصاد متاثر ہوتا ہے، اور بد خلقی کے نتیجے میں مال کی بربادی اور محنت کی ناقدری کی جاتی ہے۔

---

(۱) السید متولی العشماوی، الجوانب الاجتماعیۃ لظاھرۃ الإدمان: ۱/ ۱۰۱-۱۰۲

(۲) سابق مرجع

زنا اور لواطت کی فحاشی میں مبتلا لوگوں کو بسا اوقات ایسی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں جو انہیں عاجز ولاغر بنا یتی ہے اور وہ اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے قابل نہیں رہ پاتے، اس کے نتیجے میں ذہن ودماغ اور تن بدن ناکارہ ہو جاتے ہیں، جب کہ اسی دماغی ذہانت اور جسمانی قوت کو امت کی تعمیر کے لئے بھی استعمال میں لایا جاسکتا تھا۔ لیکن اخلاقی برائیوں کی لت اسے اس قدر ناکارہ کر دیتی ہے کہ وہ امت کے معاشی عروج وارتقاء میں اپنی کوئی ساجھی داری ادا کرنے کے قابل نہیں رہ پاتا، اس پر مستزاد یہ کہ خود اس کے علاج، دوا، بیڈ اور ہسپتال کی قیمت پر قوم کا سرمایہ خرچ کیا جاتا ہے، جس سے امت کی معیشت متاثر ہوتی ہے۔

۴-رشوت کو رواج دے کر ذرائع آمدنی کو برباد کرنا:

اللہ تعالی نے لوگوں کا مال ناحق کھانے کو حرام قرار دیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٨﴾﴾ [سورۃ البقرۃ:۱۸۸].

ترجمہ: اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: "اللہ کے رسول ﷺ نے رشوت لینے اور رشوت دینے والے کو ملعون قرار دیا"[1]۔

رشوت کا دائرہ صرف مال اور منفعت تک محدود نہیں ہے بلکہ ایسے منصب اور عہدہ کا حصول بھی رشوت میں شامل ہے جس کا انسان حقدار نہ ہو، غیر مستحق کو نوکری دے کر بحال کرنا در اصل وقت، مہارت اور صلاحیت کی ناقدری اور تخلیقی صلاحیت کو کمزور کرنا ہے جس کا اثر امت کی معیشت پر پڑتا ہے۔

---

(۱) مسند احمد: ۲/ ۱۴۶

نااہل کو عہدہ سونپنا قیامت کی ایک علامت بھی ہے، ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب امانت داری دنیا سے اٹھ جائے تو قیامت قائم ہونے کا انتظار کرو۔ صحابی نے عرض کیا: امانت داری اٹھنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکومت کے کاروبار نالائق لوگوں کو سونپ دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو"[1]۔

بسا اوقات رشوت کے نتیجے میں امت کے حقوق ضائع ہوتے ہیں اور اموال واملاک کی تباہی کی شکل میں اس کی معیشت برباد ہو جاتی ہے، رشوت دے کر عہدہ حاصل کرنے والے کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنہیں انتظامی اور مالی امور سے متعلق ذمہ داریاں دی گئیں، لیکن انہوں نے مال کی لالچ میں آکر قوم کے منصوبوں کو غرق آب کر دیا، رشوت کے نتیجے میں کتنے ہی دفعہ معاشرہ کے اندر ناقابل استعمال اشیاء خورد ونوش اور اکسپائرڈ دوائیں تقسیم کی گئیں اور لوگ موت کا نوالہ بن گئے، اس طرح ملک وملت کو جانی ومالی ہر طرح کے خسارے کا سامنا کرنا پڑا[2]۔

۵- پیداوار کی کمی اور بے راہ روی:

امانت کی عدم پاسداری اور کام میں اخلاص کے فقدان سے پیداوار میں کمی، اس کے معیار میں گراوٹ اور کجی پیدا ہوتی ہے، کیوں کہ جب امانت کی پاسداری کی جاتی ہے تو پیشہ میں محنت ولگن سے کام لیا جاتا ہے، حقدار کو اس کا حق دیا جاتا ہے، اور شریعت نے اپنے متبعین پر لوگوں کے جو حقوق متعین کئے ہوئے ہیں، ان میں کوئی کوتاہی اور غفلت نہیں کی جاتی۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَخُونُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓاْ أَمَٰنَٰتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾ ﴾ [سورة الأنفال:٢٧].

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے حقوق میں جانتے ہوئے خیانت مت کرو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خیانت مت کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ: "جو تمہیں اپنی امانت دے، اس کی امانت اسے ادا کرو اور خیانت کرنے والے کے ساتھ بھی خیانت نہ کرو"[3]۔

---

(۱) بخاری: ۱/۳۷ حدیث نمبر: ۵۹

(۲) عماد الدین سلطان، مختصر الدراسات الأمنية: ۱/۶۷-۷۱

(۳) ابوداؤد: ۳/۸۰۴-۸۰۵ حدیث نمبر: ۳۵۳۴، احمد: ۳/۴۱۴ امام البانی نے صحیح الجامع الصغیر میں اسے صحیح کہا ہے: حدیث نمبر: ۲۴۰

جب امت کے اندر امانت کا فقدان ہو تا ہے تو پھر پیشہ و معاملات میں خیانت، فریب، کذب بیانی، دھوکہ اور غش کا رواج ہو جاتا ہے اور تجارت کساد بازاری کا شکار ہو جاتی ہے، جس کے اثرات امت کی اقتصادی کمزوری کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں، اسلام نے خیانت کو منافق کی ایک علامت قرار دیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بولے تو کذب بیانی سے کام لے، جب وعدہ کرے تو مکر جائے، اور جب اسے امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے"(1)۔

٦-مال ودولت کی بربادی:

اخلاقی بے راہ روی کے نتیجے میں جو مفاسد سامنے آتے ہیں ان میں مال کے ضیاع اور دولت کی بربادی کی مختلف شکلیں بھی شامل ہیں جیسے اسراف وتبذیر اور کالا بازاری وغیرہ۔

اخلاقی بے راہ روی کے شکار بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے اموال بے جا خرچ کئے جاتے ہیں اور حرام چیزوں میں بے دریغ صرف کئے جاتے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُسْرِفُوٓا۟ ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾﴾ [سورة الأعراف:٣١].

ترجمہ: اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ منشیات کے تاجر غیر نظامی طریقے سے ڈالر کو ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنے میں اپنا مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں تاکہ امت کو کالا بازی میں مبتلا کر سکے(2)۔ جب کہ اس سے امت کی معیشت کو زبردست خطرہ در پیش ہوتا ہے۔

٧-علاج اور حفظان صحت کے اخراجات:

زنا، چوری، رشوت، جعل سازی وچور بازاری اور منشیات کی ترویج واشاعت جیسی اخلاقی بے راہ روی کے روک تھام کے لئے ملک اور اس کے نظام امن کو اتنے مالی اخراجات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مجرموں کی گرفت اور ان کی شر انگیزی کو روکنے پر اتنا صرفہ آتا ہے، کہ اگر ملک ان شر پسندوں کے وجود سے پاک ہو جائے اور ان اموال کو ملک کی ترقیاتی منصوبوں میں خرچ کیا جائے تو امت کا اقتصاد کافی اٹھان حاصل کر سکتا ہے، لیکن افسوس کہ اخلاقی بے راہ روی کو روکنے اور شر پسندوں کی گرفت کرنے پر ملک کو اتنا مالی خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے کہ امت کی معیشت اس سے کافی متاثر ہوتی ہے۔

---

(1) بخاری: حدیث نمبر: ٣٣، مسلم: حدیث نمبر: ١٠٧-٥٩

(2) السید متولی العشماوی، الجوانب الاجتماعیۃ لظاھرۃ الإدمان: ١/ ١٠١

خاتمہ:

یہ کتاب اسلام کے عظیم اخلاق، ان اخلاق کے اصول ومبادی، حدود و قیود اور چند ایسے بڑے فضائل پر مشتمل ہے جن سے خاندانی اور سماجی سطح پر باہمی تعلقات استوار ہوتے ہیں، اور دنیاوآخرت میں انسان کی قدر ومنزلت بڑھتی ہے۔

چونکہ حسن اخلاق کی ضد بد اخلاقیاں ہیں، اس لئے اس کتاب میں ذہن ودل، سماعت وبصارت اور کردار وعمل سے متعلق اخلاقی برائیوں کو بھی چند مباحث کے تحت زیر گفتگو لایا گیاہے، ساتھ ہی ان اخلاقی برائیوں کا تعارف پیش کیا گیاہے، ان کی تباہ کاریوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے علاج کے تربیتی نسخے بیان کئے گئے ہیں، نیز اخلاقی بے راہ روی کے عمومی اسباب بھی ذکر کئے گئے ہیں اور حسن اخلاق کی حفاظت اور بد اخلاقیوں کو دور کرنے کے لئے افراد، خاندان، سماج ومعاشرہ اور ملک وملت پر عائد ہونے والی ذمہ داری کو قلم بند کیا گیاہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام کا پیش کردہ نظام حیات شخصی اور سماجی زندگی کے تمام تر مسائل زیست کو مشتمل ہے، اسلامی نظام حیات ہی میں وہ سعادت وخوش بختی اور اخلاق وکردار کا اسوہ حسنہ موجود ہے جو انسان کو اپنے رب سے قریب کر سکتاہے۔

اسلام نے تمام تر اخلاقی فضائل کی ترغیب دلائی ہے اور ان پر مرتب ہونے والے اجر وثواب سے روشناس کرایاہے، نیز ہر طرح کی اخلاقی برائی کی بھی نشاندہی اور وضاحت کی ہے اور ان پر مرتب ہونے والے گناہ اور سنگینی کو بیان کیاہے۔

ہر قسم کی حمد وثناء اس ذات باری کے لئے ہے جس نے ہمیں اسلام جیسا کامل نظام حیات سے نوازا، ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ ہمیں تمام تر اخلاقی فضائل سے اپنے اعمال وکردار کو مزین کرنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیں ہر طرح کے اخلاقی منکرات ورذائل سے محفوظ رکھے، ہمیں اپنی مغفرت ورحمت سے سرفراز کرے، اور ہمیں اپنے پسندیدہ عمل کی توفیق ورہنمائی عطا فرمائے۔

والحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔

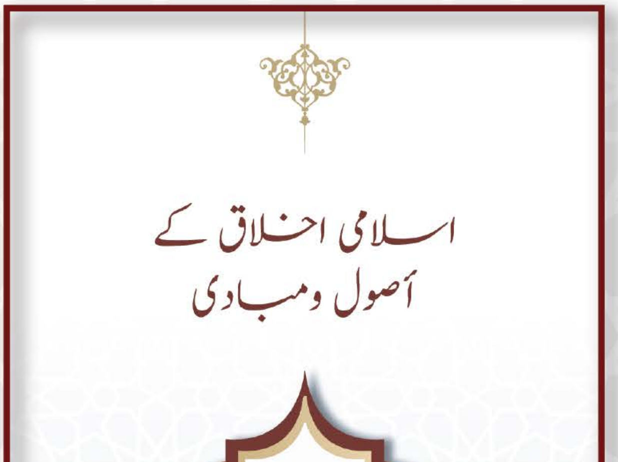

اسلامی اخلاق کے
أصول ومبادی
أصول
الأخلاق الإسلامية
النسخة الأردية
تالیف:
ڈاکٹر خالد بن حامد الحازمی
سابق پروفیسر جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ